



**MUFTI MEHDI HASAN SAHAB
HIYAT AUR FIQHI KHIDMAT**

DISSERTATION

**Master of Philosophy
in
Sunni Theology**

By

NOORUL HUDA

Under the Supervision of

DR. MOHAMMAD RASHID

Lecturer

DEPARTMENT OF SUNNI THEOLOGY
FACULTY OF THEOLOGY
ALIGARH MUSLIM UNIVERSITY
ALIGARH (INDIA)

2011



مفتی مہدی حسن صاحبؒ

حیات اور فقہی خدمات

مقالہ برائے - ایم - فل

نگراں

ڈاکٹر محمد راشد

لکچر شعبہ سنی دینیات

مقالہ نگار

نور الہدیٰ

شعبہ سنی دینیات

مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

۱۴۳۲ھ - ۲۰۱۱ء



DS4077

DS- 4077



شرف انتساب

DS-4077

اپنے والد محترم جناب محمد نور العین صاحب مرحوم کے نام

جن کی محبتوں اور دعاؤں کے طفیل اللہ رب العزت نے مجھے اس مقام

پر لاکھڑا کیا ہے، اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو اپنی رحمت سے بھر دے

اور جنت میں اعلیٰ مقام عطا کرے

اور

اپنی والدہ محترمہ انگوری بیگم صاحبہ کے نام

جن کی بے پناہ محبتوں اور عنایتوں کا مقروض ہوں، اور جن کی آہِ سحر گاہی

کا میں خاص موضوع بنا رہا ہوں اللہ رب العزت

ان کا سایہ تادیر قائم رکھے

فہرست

- ☆ مقدمہ ۵
- باب اول
- ☆ مفتی مہدی حسن صاحبؒ کے مختصر حالاتِ زندگی ۱۱
- ☆ سید مفتی مہدی حسن صاحبؒ کے خاندان کا مختصر تعارف ۲۱
- باب دوم
- ☆ سید مفتی مہدی حسن صاحبؒ کی تصنیفی خدمات ۲۶
- (۱) رسالہ ۲۷
- بصائر الہتداء فی رد الابداع فی الدعاء
- (۲) قلائد الازہار ۲۸
- (۳) التحقيق التام فی حدیث اذا خرج الامام فلا صلوة ولا كلام ۳۰
- (۴) الشمیم الحیدری لدفع العطر العنبری ۳۱
- (۵) ضربة الصمصام علی ازالة الاوهام ۳۳
- (۶) التطهير فی نجاسة البيئر ۳۵
- (۷) اقامة البرهان المبين علی صاحب العذاب المہين ۳۶
- (۸) التحقيق المفيد فی اجتماع الجمعة والعید ۳۷
- (۹) الاسعاف فی اقوال صاحب الانصاف اول دوم ۳۸

- ۴۰ (۱۰) اقامة القيامة على صاحب جواب نامہ
- ۴۳ (۱۱) مفيد القارى والسامع ترجمہ مقدمہ القول الجامع
- ۴۶ (۱۲) اظهار اسرار المتحدثين
- ۴۷ (۱۳) توضيح البرهان فى اشتراط السلطان
- ۴۹ (۱۴) الاختلاف المبين لصاحب العذاب المهين
- ۵۱ (۱۵) القا للমে على غياہب الملتانى فى حديث لاجمعه
- ۵۳ (۱۶) كشف الغمة بسراج الامة

باب سوم

- ۶۱ ☆ فتوىٰ كى تشریح
- ۶۷ ☆ نکاح سے متعلق فتاویٰ
- ۷۷ ☆ طلاق سے متعلق فتاویٰ
- ۱۱۱ ☆ ميراث سے متعلق فتاویٰ
- ۱۲۸ ☆ متفرق مسائل
- ۱۵۳ ☆ کتابیات
- ☆ قرآن مجید
- ☆ حدیث
- ☆ عربی کتب
- ☆ اردو کتب
- ☆ رسائل و جرائد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيد الانبياء والمرسلين وعلى آله

واصحابه اجمعين

یہ ایک حقیقت ہے کہ مسلمانوں نے ہندوستان میں اسلامی علوم و فنون کی ترویج و اشاعت میں جو کارنامے انجام دیے ہیں، وہ علمی دنیا میں قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں، دوسری طرف اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا ہے کہ ان اسلامی علوم و فنون کی ترویج و اشاعت کے مراکز دینی مدارس بھی رہے ہیں، اور جو علمی کاوشیں ان مدارس کے علماء نے پیش کی ہیں، وہ نہ صرف یہ کہ علمی حلقوں میں قابل تحسین سمجھی جاتی ہیں بلکہ ہندوستانی مسلمانوں کے لیے علمی وقار کو بڑھانے کا ذریعہ بھی ہے، اور ہندوستان کی تاریخ میں ممتاز مقام بھی رکھتی ہے۔

اسی علمی سلسلہ کی ایک سنہری کڑی دارالعلوم دیوبند بھی ہے دارالعلوم دیوبند کا قیام ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے دس سال بعد ۳۰ مئی ۱۸۶۷ء کو عمل میں آیا، یہ وہ زمانہ تھا جب برطانوی اقتدار کی جڑیں ہندوستان میں پوری طرح مستحکم ہو گئی تھیں۔

ایسے نازک وقت میں دارالعلوم دیوبند نے ہندوستانی مسلمانوں میں دینی علوم کی ترویج اور اسلامی ثقافت کا تحفظ، اور اسلامی علوم و فنون، اور ادب و ثقافت کے فروغ کے لیے جو جدوجہد کی وہ تاریخ ہند کا ایک زریں باب ہے۔

اور ابنائے دارالعلوم دیوبند نے اسلامی علوم و فنون اور اسلام کی تبلیغ و اشاعت کے سلسلے میں جو غیر

معلومی خدمات انجام دی ہیں، ان میں مندرجہ ذیل شخصیات خاص طور پر قابل ذکر ہیں:

- ۱- مولانا قاسم نانوتوی، ۲- مولانا رشید احمد گنگوہی
- ۳- شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندی ۴- مولانا اشرف علی تھانوی
- ۵- مولانا شبیر احمد عثمانی ۶- مفتی عزیز الرحمن عثمانی
- ۷- مولانا انور شاہ کشمیری ۸- مولانا خلیل احمد انبٹھوی
- ۹- مفتی محمد شفیع دیوبندی ۱۰- مولانا حسین احمد مدنی
- ۱۱- مولانا عبید اللہ سندھی ۱۲- مفتی کفایت اللہ صاحب
- ۱۳- مفتی سید مہدی حسن صاحب ۱۴- مولانا منظور نعمانی صاحب
- ۱۵- مولانا سعید احمد اکبر آبادی ۱۶- قاضی مجاہد الاسلامیہ وغیرہم

اسی سلسلہ کی ایک کڑی مفتی سید مہدی حسن صاحب بھی تھے۔ جو اپنی علمی، دینی، فقہی، اور تصنیفی خدمات کی وجہ سے نہ صرف یہ کی علمائے دیوبند میں بلکہ ہندوستان کے بڑے بڑے علماء میں ممتاز مقام رکھتے تھے، اور آپ کی تدریسی و تصنیفی، فقہی خدمات کا سلسلہ نصب صدی پر محیط ہے۔ اور مفتی صاحب کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے فقہ و افتاء، حدیث و تفسیر میں ایسے کامل درجہ کا عبور عطا فرمایا تھا کہ اس کی نظیر چودھویں صدی کے طبقہ علماء میں مشکل سے ہی ملے گی۔

مفتی صاحب نے اپنی ابتدائی تعلیم ”شاہ جہاں پور“ کے قدیم مدرسہ ”مدرسہ عین العلوم“ سے حاصل کی اور اعلیٰ تعلیم ”مدرسہ امینیہ دہلی“ میں مفتی کفایت اللہ صاحب جیسے نابغہ روزگار اور جید عالم سے حاصل کی تھی، مفتی صاحب نے اپنی عملی زندگی کا بڑا حصہ ”مدرسہ اشرفیہ راندیر ضلع سورت“ میں درس و تدریس، تعلیم و تصنیف کے میدانوں میں کارہائے نمایاں انجام دیتے ہوئے گزارا، مفتی صاحب کے تلامذہ نے بھی علمی تحقیق میں غیر معمولی کارنامے انجام دیے ہیں، اسی وجہ سے مفتی صاحب کی شخصیت ایک گراں قدر ملی سرمایہ تھی۔

بزرگوں کی خدمات کو سراہنا اور آنے والی نسلوں کو ان سے باخبر کرنا ہماری اسلامی تاریخ و تہذیب کا ایک حصہ ہے چنانچہ مفتی مہدی حسن صاحب کی شخصیت اور ان کی خدمات کو علمی تحقیق کا موضوع بنانا اسی کا

ایک حصہ ہے، بجا طور پر ان کی شخصیت اس بات کی متقاضی ہے کہ ان کی خدمات سے اہل علم کو باخبر کیا جائے جس کا بیشتر حصہ ابھی تک اہل علم کی نگاہوں سے مخفی ہے اس سے جہاں ایک طرف اہل علم کو ان کی خدمات سے آگاہی ہوگی تو دوسری طرف اس سے بہت سے اہل علم کی حوصلہ افزائی ہو سکے گی، جو محض اللہ کی خوشنودی اور اس کی رضا کے لیے دینی علوم و فنون کی تحصیل میں رات و دن مصروف ہیں۔

شعبہ سنی دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، علوم جدیدہ کی دانش گاہ کا ایک ایسا شعبہ ہے جو اعلیٰ دینی تعلیم کی تدریس اور تصنیف و تحقیق کا اہم فریضہ انجام دے رہا ہے۔

مفتی صاحب کی شخصیت اور ان کی علمی و دینی خدمات کا تحقیقی و تفصیلی جائزہ لینے کے لیے شعبہ سنی دینیات نے بندہ کو اس فریضہ کی انجام دہی کے لیے منتخب کیا، اور شعبہ کے استاذ ڈاکٹر محمد راشد صاحب کی نگرانی میں بندہ نے اس فریضہ کی انجام دہی کا شرف حاصل کیا، بندہ نے اپنی استطاعت کے مطابق مفتی صاحب کی شخصیت کا ان کے خاندان کے پس منظر میں اور علمی خدمات کو اور ان کی کاوشات کو، رسائل اور فقہی خدمات کے آئینے میں ایک تحقیقی مقالہ کی صورت میں تفصیل کے ساتھ پیش کرنے کی کوشش کی ہے، ہم اپنی ذمہ داری اور فریضہ سے سبکدوش ہوئے یا نہیں، اس کا فیصلہ ارباب علم و دانش کا کام ہے۔

یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اپنے مقالہ کا خلاصہ اور ہم نے اپنے تفصیلی مقالہ میں جن امور پر بحث کی ہے اس کا مختصر جائزہ پیش کر دوں تاکہ مقالہ کا حاصل ایک نظر میں سامنے آجائے۔
میں نے اپنے اس تحقیقی مقالہ کو حسب ذیل دو حصوں میں تقسیم کیا ہے:

۱- پہلے باب میں مفتی صاحب کی حالات زندگی کو اس انداز سے بیان کیا ہے کہ آپ کی زندگی کا ایک مختصر خاکہ ہمارے سامنے پیش آجاتا ہے کہ آپ کہاں پیدا ہوئے، کہاں تعلیم حاصل کی، کن کن جگہوں پر آپ نے درس و تدریس کی خدمات انجام دی، کب دارالعلوم دیوبند تشریف لائے، اور کن کے اصرار پر تشریف لائے، اور اسی پہلے باب میں آپ کی علمی خدمات کا تذکرہ ہے جس میں آپ نے متعدد کتابیں تصنیف کیں، جس کی وجہ سے آپ کو شہرت اور مقبولیت حاصل ہوئی۔

۲- دوسرے باب میں مفتی صاحب کی فقہی خدمات کو اس انداز میں بیان کیا ہے کہ اب ان مسائل سے

استفادہ آسان ہو گیا ہے بایں طور کہ آپ کے قلم سے نکلے ہوئے فتاویٰ خلط ملط تھے، بندہ نے اس کو ترتیب دینے کی کوشش کی ہے، جس ترتیب نے ان فتاویٰ سے استفادہ کو آسان کر دیا ہے۔

مفتی صاحب کے زمانہ صدارت میں دارالافتاء دارالعلوم سے ۱۷۵۳۲۳، فتاوے جاری ہوئے، مفتی صاحب کے فتویٰ دینے کا طرز بالکل جداگانہ تھا، مفتی صاحب پہلے سوال پڑھ کر سائل کے علمی قد و منزلت کا اندازہ لگاتے اور پھر اسی کے مطابق جواب تحریر کرتے تھے اور مفتی صاحب ہمیشہ فتویٰ مفتی بہ قول پر دیتے تھے۔

کسی یونیورسٹی کے علمی شعبہ میں تحقیق و تصنیف کے کام کے لیے نگران و رہنماء کی بڑی اہمیت ہوتی ہے، جب کوئی طالب علم ریسرچ میں داخلہ لے کر اس میدان کارزار میں قدم رکھتا ہے، تو وہ نہ صرف کہ تحقیق کے بنیادی اصولوں اور اس کے تقاضوں سے نابلد ہوتا ہے بلکہ وہ اس سے بھی ناواقف ہوتا ہے کہ اپنے مقالہ کے لیے مواد کہاں سے حاصل کرے، اور اس مقصد کے لیے مطالعہ کا آغاز کس طرح کرے، اور کن مصادر و مآخذ کی طرف رجوع کرے۔

میرے لیے یہ امر باعث سعادت ہے کہ مجھے اپنے مقالہ کی تکمیل کے سلسلے میں ڈاکٹر محمد راشد صاحب کی نگرانی میں کام کرنے کا موقع ملا، جنہوں نے نہ صرف یہ کہ علمی مقالہ نگاری کے بنیادی اصول، تحقیق و مطالعہ اور مآخذ و مصادر و مراجع کے سلسلے میں رہنمائی کی بلکہ اس کی تکمیل کی راہ میں ہر قسم کے مشکلات و دشواریوں کو دور کرنے میں گراں قدر تعاون کیا، میں اس سلسلے میں اپنے شفیق استاد کا بے حد ممنون ہوں، اور اظہار تشکر اپنا فریضہ سمجھتا ہوں۔

میں نے مفتی صاحب کی زندگی کے حالات کے سلسلے میں ان کے اعزاء اور اہل خاندان سے بھی رابطہ قائم کیا، ان حضرات میں مفتی سلمان صاحب (مقیم جدہ) اور ڈاکٹر نعمان صاحب اور رضوان صاحب خاص طور پر قابل ذکر ہیں، جنہوں نے اہم معلومات سے نوازا میں ان کا بھی بے حد مشکور ہوں۔

میرے لیے یہ امر باعث شرف ہے کہ ایم، فل کا یہ میرا پہلا مقالہ ہے جو پروفیسر سید علی محمد نقوی صاحب کی ڈین شپ میں جمع ہو رہا ہے۔

بڑی ناسپاسی ہوگی اگر شعبہ کے استاذہ کرام کا شکریہ ادا نہ کیا جائے جن کی حوصلہ افزائی، محبت و شفقت اور علمی رہنمائی نے میرے لیے مشعل راہ کا کام کیا۔
 شعبہ اور فیکلٹی کے غیر تدریسی عملہ اور اپنے تمام رفقاء و احباب کا بھی بندہ بے حد مشکور ہے کہ ان کے تعاون کے بغیر مجھے اپنی منزل تک پہنچنا آسان نہ تھا۔

وما توفیقی الا باللہ
 و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

نور الہدیٰ
 ریسرچ اسکالرشعبہ دینیات (سنی)
 علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ (انڈیا)

باب اول

مفتی مہدی حسن صاحبؒ کے مختصر حالاتِ زندگی

ولادت:

سید مفتی مہدی حسن صاحبؒ کی ولادت صوبہ اتر پردیش ضلع شاہ جہاں پور کے محلہ مہمند جنگلہ میں جون ۱۸۷۹ء مطابق جماد الثانی ۱۳۰۰ھ میں ہوئی۔ مفتی صاحبؒ کی صحیح تاریخ ولادت متعین طور پر کسی کتاب سے معلوم نہ ہو سکی، مفتی صاحبؒ کا سلسلہ نسب بیس واسطوں سے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے ملتا ہے، آٹھویں پشت میں آپ کے جد امجد حضرت سید ابراہیم، شاہ جہاں کے عہد میں بغداد سے ہندوستان تشریف لائے، اور شاہ جہاں پور میں مقیم ہو گئے، اگرچہ بعض حوالوں سے ان کی ابتدائی سکونت اورنگ آباد میں ذکر کی گئی ہے، جیسا کہ مجلہ البرہان (جلد ۶ شمارہ ۵) میں مولانا سعید احمد اکبر آبادی نے لکھا ہے، لیکن اس سلسلے میں جب ہم نے براہ راست ان کے پوتے ڈاکٹر نعمان صاحب (استاذ گاندھی فیض عام کالج سے) تحقیق کی تو انہوں نے بتایا کہ ان کے آبا و اجداد براہ راست شاہ جہاں پور میں آکر فروکش ہوئے تھے، اور مجلہ البرہان میں مذکور جگہ کو انہوں نے سہو قرار دیا۔

شجرہ نسب:

مفتی مہدی حسن صاحبؒ کا شجرہ نسب مندرجہ ذیل ہے، جسے مؤلف تاریخ صبیح کے حوالے سے ہم یہاں نقل کر رہے ہیں۔ مہدی حسن بن محمد کاظم بن سید فضل اللہ بن سید محبت اللہ بن قطبی میاں بن سید درویش بن شہاب الدین سید احمد صاحبؒ۔

تعلیم کا آغاز:

سید مفتی مہدی حسن صاحب نے اپنے گھر سے اپنی تعلیم کا آغاز کیا اور ان کے سب سے پہلے استاذ خود ان کے والد کاظم صاحب ہی تھے، ابتدائی تعلیم کے بعد اپنے وقت کے رواج کے مطابق آپ عربی اور فارسی کی ابتدائی تعلیم کی طرف متوجہ ہوئے، جس کا حصول اس زمانہ کا اہم امتیاز اور تعلیم کا لازمی جز سمجھا جاتا تھا، عربی اور فارسی کی ابتدائی تعلیم انہوں نے اپنے بڑے بھائی منشی سید سلطان میاں سے حاصل کی، اس ابتدائی تعلیم کے بعد شاہ جہاں پور میں اپنے وقت کی معروف علمی درسگاہ مدرسہ عین العلوم میں حضرت مفتی کفایت اللہ صاحبؒ کی سرپرستی میں تعلیم حاصل کرنے لگے، اور اسی مدرسہ میں حفظ کا آغاز کیا چودہ سال کی عمر میں ہی حافظ قرآن ہو گئے، شروع ہی سے حضرت مفتی صاحب انتہائی ذہین و فطین تھے، اور سارے ہی اساتذہ کی نگاہ میں محبوب تھے، خاص طور سے حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب کے خاص الخاص اور ممتاز تلامذہ میں سے تھے۔

تکمیل اور فراغت:

حضرت مفتی مہدی حسن صاحبؒ ۱۳۲۱ھ مطابق ۱۹۰۰ء میں مدرسہ امینیہ دہلی تشریف لے گئے، اور ۱۳۲۶ھ مطابق ۱۹۰۵ء میں درسیات کی تکمیل کی اور درسی تعلیم سے باضابطہ فراغت حاصل کی فراغت کے بعد دو سال ۱۳۲۸ھ مطابق ۱۹۰۷ء تک مدرسہ امینیہ میں معین المدرسین کے عہدے پر فائز رہے ۱۳۲۸ھ مطابق ۱۹۰۷ء میں دارالعلوم دیوبند کے جلسہ دستار بندی میں آپ کی بھی دستار بندی ہوئی تھی۔ اور دستار بندی خود حضرت محمود الحسن صاحبؒ کے ہاتھوں عمل میں آئی۔ ۳

تدریس:

تعلیم سے فراغت کے بعد حضرت مفتی کفایت اللہ صاحبؒ نے مفتی مہدی حسن صاحب کو مدرسہ اشرفیہ راندر ضلع سورت بھیج دیا تھا وہاں پر مفتی صاحبؒ کم و بیش چالیس سال تک درس تدریس اور افتاء کی خدمات انجام دیتے رہے۔ اہل گجرات پر مفتی صاحبؒ کے علم و فضل کا بڑا گہرا اثر تھا، دارالعلوم

دیوبند کے مہتمم حضرت قاری طیب صاحبؒ کے حسب ہدایت اور مجلس شوریٰ دارالعلوم دیوبند کے اصرار پر مفتی صاحبؒ کو ۱۳۴۶ھ مطابق ۱۹۲۶ء میں صدر مفتی کے طور مقرر فرمایا، مفتی صاحب کے زمانہ صدارت میں دارالافتاء دارالعلوم دیوبند سے ۷۵۳۲۴ فتاویٰ جاری ہوئے۔ ۴

ظاہر ہے کہ اتنی بڑی تعداد میں فتوے صادر کرنا نہایت مشکل کام تھا، اور صرف یہی خدمت مفتی صاحبؒ کی لیاقت اور قابلیت کی مظہر ہے، اس سے یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ مفتی صاحب کو قوم ملت کے مسائل سے کس قدر لگاؤ تھا، جس کی وجہ سے انہوں نے اپنے آرام و اطمینان کو اس کے لیے تہہ نہ دیا تھا، مفتی صاحب کا اصل میدان فقہ اور حدیث تھا جس میں آپ نے متعدد کتابیں تصنیف کیں، جن میں سے کچھ کوشہرت اور مقبولیت حاصل ہوئی جس کی وجہ سے مفتی صاحبؒ کے نام کو دوام شہرت ملی، ان کتابوں میں سے چند کتابوں کا نام مندرجہ ذیل ہے:

۱- امام محمدؒ کی کتاب ”کتاب الحجۃ علی اہل المدینہ“ کی تحقیق ترتیب اور اس پر تعلیقات و حواشی مفتی صاحب نے کئے ہیں یہ پوری کتاب چار جلدوں میں ہے جو اس وقت نادر و نایاب ہے۔

۲- امام محمدؒ کی کتاب ”کتاب الآثار کی شرح فلائذ الازہار“ ہے۔

۳- مجموعہ رسائل ج ۱، ۲، جن میں اکثر غیر مقلد حضرات کے سوالات کے جوابات ہیں۔

فقہ حنفی میں بے نظیر مہارت کے ساتھ ساتھ حدیث اور اسماء الرجال پر بھی مفتی صاحب کی بڑی گہری نظر تھی جس کی نظیر چودھویں صدی کے طبقہ علماء میں مشکل سے ہی مل سکے گی۔

بیعت و خلافت:

مفتی صاحبؒ رشید احمد گنگوہیؒ سے بیعت تھے، لیکن خلافت و اجازت حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے خلیفہ و مجاز مولانا شفیع الدین مہاجر کیؒ سے لی۔ ۵

بیعت کا مطلب ہے کسی شیخ کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر معروف میں اس سے سمع و طاعت کا عہد کرنا اور منکرات سے بچنا۔

خلافت یہ ہے کہ شیخ اپنے شاگرد کو اس بات کی اجازت دے کہ وہ دوسرے بندگان خدا سے خود بیعت لے سکے۔

وفات:

مفتی صاحب دارالعلوم دیوبند میں تقریباً اٹھارہ بیس سال تک علمی اور دینی خدمات انجام دینے کے بعد ۲۸ ربیع الاول ۱۳۹۶ھ مطابق ۲۹ اپریل ۱۹۷۶ء کو طویل علالت کے بعد اپنے وطن شاہ جہاں پور میں رحلت فرما گئے۔ ان کے انتقال پر مولانا سعید احمد اکبر آبادی نے مجلہ البرہان میں ادارہ لکھا اور جس میں اپنے گہرے رنج و غم کا اظہار کیا۔ ۶

مفتی صاحب زاہد، متقی، متواضع اور فیاض طبع، صاف گو، اور اظہار حق، میں بے باک تھے۔

مفتی مہدی حسن صاحب بحیثیت شاعر

مفتی صاحب اپنے اصل میدان یعنی حدیث فقہ میں معروف و ممتاز ہونے کے ساتھ ساتھ ادبی اور اردو کے ایک قادر الکلام شاعر بھی تھے، جس میں کثیر مقدار میں اشعار یادگار میں چھوڑے ہیں جو آپ کے شعر و ادب کے دلچسپی اور لطیف ذوق کی شگفتگی پر دلالت کرتی ہے۔

مفتی صاحب کا تخلص آزاد تھا، مفتی صاحب مستقل شاعر نہیں تھے، بلکہ فن شاعری کا مذاق رکھتے تھے، آپ کے اشعار میں شاعری کی وہ تمام لطافتیں اور نزاکتیں موجود ہیں، جو ایک اعلیٰ درجہ کے شاعر کے کلام میں ہوتی ہیں۔ مثلاً آپ نے اپنے استاد حضرت انور شاہ کشمیریؒ کے وفات پر جو مرثیہ لکھا، اس کو پڑھنے سے ایسا لگتا ہے کہ گویا کوئی غم زدہ اور دکھوں کا مارا شخص اپنے درد و چھین اور حسرت و یاس کو اس طرح بیان کر رہا ہے جیسے اس کا چمن لٹ گیا ہے اور شدت غم سے اس کا سینہ چاک چاک ہو گیا ہے اور ساری دنیا کو بتلا رہا ہے کہ موت عالم موت عالم ہے، بطور مثال ان کے کچھ اشعار ہم نقل کر رہے ہیں۔

کیوں یہ چشم تر ہے چہرہ زرد ہے لب پہ ہر دم کیوں یہ آہ سرد ہے
یہ جگر میں دل میں کیسا درد ہے کیوں سراپا رنج و غم ہر فرد ہے

نالہ و فریاد و زاری کس لیے

یہ جہاں کی اشک باری کس لیے

کیا کہوں کیوں چشم تر خوں بار ہے کیا بتاؤں کیوں جگر افکار ہے

کیوں یہ دل میں زخم دامن دار ہے کیوں یہ سر وقف در و دیوار ہے

ساری دنیا ہے جہان رنج و غم

سارے عالم ہے بیان رنج و غم

جس کو دیکھو یاس کی تصویر ہے جس کو دیکھو رنج کی تعبیر ہے

جس کو دیکھو درد کی تفسیر ہے جس کو دیکھو حزن کی تقریر ہے

ذره ذرہ ہے جہاں کا بحر غم

گوشہ گوشہ ہے زمانے کا الم

کوئی باچاک گریباں در خروش کوئی گریہ ہے کوئی ششدر خموش

ہائے اس درجہ المناکی کو جوش کھو گئے ہیں جس سے تاب و عقل ہوش

یہ اثر ہے موت انور شاہ کا

غم یہ ہے اس بندہ اللہ کا

ایک جگہ حضرت مفتی صاحب نے علامہ کشمیری کو اس انداز میں خراج عقیدت پیش کیا ہے۔

ہوگئی اب کثرت غم ہوگئی کاوش اندوہ پیہم ہوگئی

ساری دنیا وقف ماتم ہوگئی موت عالم موت عالم ہوگئی

آہ وہ شیخ حدیث مصطفیٰ

اس جہاں سے آج رخصت ہوگیا

واقفِ احوال اطوارِ نبی عارف انوارو آثارِ نبی
حافظ اقوال و اخبارِ نبی ساحل دریائے اسرارِ نبی

ترندی وقت و بخاری عصر تھا

وہ حدیثِ مصطفیٰ کا قصر تھا

فیض جاری خیر جاری اس کے لفظ غایت مقصود باری اس کے لفظ

حشو سے زائد سے عاری اس کے لفظ صورت باد بہاری اس کے لفظ

لفظ اس کے بحر معنی موجزن

جن پہ قربان تابش درِ عدن

مفتی صاحبؒ کے اوپر علامہ انور شاہ کشمیریؒ کا غم اس قدر طاری تھا کہ آپ کے جذبات اشعار کی
شکل میں ڈھل کر کتنوں کو ہی غم دیدہ کر گئے

نام نامی جس کا انور شاہ تھا آسمان دین کا وہ مہر و ماہ تھا

حق شنو حق گو و حق آگاہ تھا پیکرِ صدق و صفا و اللہ تھا

یہ اسی کی موت کا ہے آج غم

یہ اسی کی موت کا ہے اب الم

رہبر راہِ شریعت بالیقین رہنمائے دین و ملت بالیقین

ہادی طرزِ طریقت بالیقین مرشد عینِ حقیقت بالیقین

صاحبِ عرفان حقائق ہر زباں

آہ آنکھوں سے ہو اپنی نہاں

ہاں وہ تھا تصویر اخلاق نبی ہاں وہ تھا تفسیر اخلاق نبی
 ہاں وہ تھا تعبیر اخلاق نبی ہاں وہ تھا تقریر اخلاق نبی
 پیکر بو ذر و تصویر بلال

صورت اصحاب اس کا حال قال

نیک صورت نیک سیرت ذی وقار نور حق اس کی جبین سے آشکار
 نازش اخلاف کا تھا وہ مدار اور وہ دور سلف کی یاد گار
 یاد دارو دفتر ماضی و حال
 عادتاً ممکن نہیں اس کی مثال

ہے قیامت کا سماں اس کا وصال انتقال اس کا جہاں کا انتقال
 زندگی کا مٹ گیا دل سے خیال موت نے اس کا کیا جینا محال
 آہ موت جانشین شیخ ہند
 آہ وہ موت امین شیخ ہند

کس سے پوچھیں جا کے تحویل حدیث کس سے پوچھیں جا کے تعلیل حدیث
 کس سے پوچھیں جا کے تفصیل حدیث کس سے پوچھیں جا کے تاویل حدیث
 آہ وہ رفع تعارض کا کفیل
 آہ وہ دفع تناقض کا کفیل

حضرت مفتی صاحب نے اپنے شدت غم کو ان الفاظ میں ڈھال کر خراج عقیدت پیش کیا ہے۔

وہ فصیح و صاحب فکر جمیل ناظم و ناشر بلغ بے عدیل
 حال جس کا تھا معارف کا کفیل قال جس کا تھا حقائق کے سبیل
 آج تربت میں وہ محو ہوش ہے

صورت شمع سحر خاموش ہے

فاضلانِ عصر میں وہ انتخاب علم کا اس کے مقررہ شیخ و شاہ
 ہے کہاں اس کے تبحر کا جواب تھا مسلم نزد اہل اکتساب
 بے نظیر و بے عدیل و بے مثال

اس کے فیض سے عالم نہال

شہسوار ملتِ اسلام تھا راز دار ملتِ اسلام تھا
 غم گسار ملتِ اسلام تھا جانثار ملتِ اسلام تھا
 ملتِ اسلام پر قربان تھا وہ

شوکت اسلام کا خواہاں تھا وہ

کس طرح علامہ انور شاہ کشمیری نے باطل کے سامنے سینہ سپر ہو کر اسلام کی حفاظت کی ہے اور
 خیل باطل کی دیوار کو مسمار کر کے ہمیشہ اسلام کا جھنڈا اونچا رکھا ہے ان کے اس کارنامے کو مفتی صاحب
 نے اپنے اشعار میں پرو کر خراج عقیدت پیش کیا ہے۔

اس کی ہر تعبیر تھی باطل شکن اس کی ہر تفسیر تھی باطل شکن
 اس کی ہر تحریر تھی باطل شکن اس کی ہر تقریر تھی باطل شکن
 اس کا ہر جملہ باطل سوز تھا

اس کا ہر ایک لفظ دل افروز تھا

نحر رد قادیانی آں امام جنجر خواں ریز و تیغ بے نیام
 مثبت ختم نبوت لا کلام مظہر تجہیل مرزا بالدوام
 از پئے تردیدار بستہ کمر
 روز شب صبح و مسا شام و سحر

علامہ کشمیری نے عیسائیوں کے باطل عقیدے کو کس طرح قرآنی دلائل سے رد کیا، اور ملت
 اسلامیہ کو بچایا اس کے متعلق خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے مفتی صاحب عرض پرداز ہیں۔

حضرت عیسیٰ کی ثابت کی حیات چرخ پر زندہ ہیں وہ والا صفات
 رد کیا آیات سے قول ممات پارہ پارہ کردیا زعم وفات
 یہ عقیدہ ملت اسلام کا

سارے عالم پر ہویدا کردیا
 دے دیا حق نے ید بیضاء اسے اس زمانے کا کیا موسیٰ اسے
 رد مرزا میں ید طولیٰ اسے اس کے رد ہی کا شغب بس تھا اسے
 فتنہ مرزا کا سدباب تھا

رات دن اس کے لیے بیتاب تھا
 مفتی صاحب نے ان اشعار سے علامہ انور شاہ کشمیری کے علم و عمل کو خراج عقیدت پیش کیا ہے۔

نائب ختم رسالت بالیقین وارث میراث ختم المرسلین
 آہ وہ گنجینہ دین متین مخزن علم و عمل برہان دین
 آج وقف گردش افلاک ہے
 آہ وہ مدفون زیر خاک ہے

کس طرح ایک اللہ کی ولی کی جدائی میں آسمان وزمین، انس وجن اور ملک تڑپتے اور ہلکتے ہیں اور غم و حزن کے پیکر بن جاتے ہیں، ان کی جدائی اور غم کی اس تصویر کو ان اشعار کے ذریعہ پیش کرتے ہیں۔

خونفشاں ہے چشم انسان کی پلک روتے ہیں اس کے لیے جن و ملک
اس کے غم میں مبتلا اہل فلک حزن اس کا ہے فرش سے عرش تک
ہے زمین سے تا فلک اس کا ہی غم

ہے سماء سے تا سمک اس کا ہی غم

حضرت مفتی صاحب بارگاہ ایزدی میں دعا کرتے ہوئے کہ علامہ کشمیری کے قبر کو اپنی رحمت سے بھر دے اور اپنے فضل و کرم سے معاف کر دے۔ فرماتے ہیں:

قبر او از رحمت معمور باد در نگاہ فضل تو منظور باد
قبل آواز تو مسرور باد روح او از مغفرت مغفور باد

از تو آزاد حزیں است این دعا

جنت الفردوس کن اورا عطا

سید مفتی مہدی حسن صاحبؒ کے خاندان کا مختصر تعارف

مفتی صاحبؒ کے حالاتِ زندگی مکمل طور سے کسی کتاب میں موجود نہیں ہے، اس لیے میں نے ان کے آبائی وطن ”شاہ جہاں پور“ ان کے پوتے پروفیسر نعمان صاحب اور رضوان صاحب سے ملاقات کی، اور انہوں نے اپنے خاندان اور مفتی صاحبؒ کے متعلق بہت ساری معلومات فراہم کی، جن کی روشنی میں مفتی صاحب کے خاندان کے متعلق درج ذیل تفصیلات قارئین کی نذر میں پیش کرنے کا اہل ہوسکا۔

حضرت مفتی صاحبؒ کی دو اولادیں تھیں۔ جن کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔

۱- سید مفتی احمد میاں صاحبؒ۔

۲- مولوی سید محمد میاں صاحبؒ۔

سید مفتی احمد میاں صاحبؒ کی مختصر سوانح حیات مندرجہ ذیل ہیں۔

حضرت سید مفتی احمد میاں صاحبؒ ضلع سورت کے قصبہ راندھیر میں ۱۹۱۷ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد محترم حضرت مفتی مہدی حسن صاحبؒ سے حاصل کی، اس کے بعد مدرسہ امینیہ دہلی تشریف لائے، اور یہیں سے فراغت حاصل کر کے ۱۹۴۷ء میں ناگپور تشریف لے گئے، اور جناب مرحوم سلیمان سیٹھ صاحب (متولی جامع مسجد صدر) نے حضرت سید مفتی احمد میاں صاحبؒ کا تقرر بحیثیت خطیب، ”جامع مسجد صدر“ کیا۔ حضرت سید احمد میاں صاحبؒ نے امامت کی ذمہ داری کو بحسن و خوبی تقریباً ۳۰ سال فی سبیل اللہ انجام دی۔ ساتھ ساتھ حضرت سید احمد میاں صاحبؒ ہائیر سکینڈری اسکول صدر ناگ پور میں بحیثیت مدرس بھی تھے۔

حضرت سید احمد میاں صاحبؒ کی، جب ناگپور تشریف آوری ہوئی، تو اس وقت وہاں دعوت

تبلیغ کا کوئی منظم کام نہیں ہو رہا تھا، اس وقت سید احمد میاں صاحبؒ نے ناگپور میں چند افراد کو لے کر دعوت و تبلیغ اور دین حق کا کام شروع کیا اور اس کی ابتداء صدر جامع مسجد سے ہوئی، اور دین حق اور دعوت و تبلیغ کے ساتھ ساتھ دارالعلوم دیوبند کا تعارف بھی کروایا، اور جب حضرت سید احمد میاں صاحبؒ نے اس بات کا تجزیہ کیا کہ اب دعوت و تبلیغ کا کام چل پڑا ہے، تو اس وقت حضرت سید احمد میاں صاحبؒ کے دل میں اللہ نے یہ بات ڈالی کہ اس بنجر زمین پر ایک مدرسہ قائم کیا جائے، جو حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کے مکتب فکر کا ہو بہر حال اللہ تعالیٰ نے حضرت سید احمد میاں صاحبؒ کی کوشش کو تکمیل تک پہنچا دیا، حضرت سید احمد میاں صاحب خطیب ”جامع مسجد ناگ پور“ نے اس مسجد کو تبلیغ کا مرکز بنادیا، ناگپور اور ودر بھ اور برار میں تبلیغی جماعت کی بنیاد ڈالی اور سب سے پہلے امیر ہوئے۔

پھر اس کے بعد حضرت سید احمد میاں صاحبؒ نے ۱۹۶۳ء میں صدر ناگ پور کے ایک مکان میں ایک مدرسہ قائم کیا، جو آج ”مدرسہ مدینۃ العلوم“ کے نام سے پورے مہاراشٹر خصوصاً ودر بھ کے علاقہ میں مشہور و معروف ہیں۔

فی الوقت مدرسہ ہذا جہاں موجود ہے، وہاں پر ایک ٹوٹا ہوا مکان تھا، اور یہ بھی کافی عرصہ تک کرایہ سے چلتا رہا، اور حال یہ تھا کہ جس وقت بارش ہوتی تو طلبہ ایک کونے میں جمع ہو جاتے کیونکہ بوسیدہ ہونے کی وجہ سے پانی ٹپکتا تھا، پھر اسی جگہ کو کچھ لوگوں کے تعاون سے خرید لیا گیا، جس میں حضرت سید مفتی مہدی حسن صاحبؒ نے اس جگہ کی خرید میں بدست خود وافر مقدار میں رقم دی، اور پھر اس کے بعد سید مفتی مہدی حسن صاحبؒ کے دو مرید اور از خود سید احمد میاں صاحبؒ نے اور ان کے ایک دوست نے بھی رقم دی۔

اس علاقہ میں بالخصوص ودر بھ اور برار میں اپنے نوعیت اور مسلک دارالعلوم دیوبند کا یہ پہلا مدرسہ ہے جس کی بنیاد حامد میاں صاحبؒ کے ہاتھوں ڈلوائی، اور پھر دوبارہ ۵ جون ۱۹۸۶ء شب جمعہ بمطابق ۲۷ رمضان المبارک ۱۴۰۶ھ میں اس کی جدید تعمیر کا کام بدست خود سید احمد میاں صاحبؒ سے شروع کروایا۔

اس کے علاوہ پورے ودر بھ اور برآبر کے علاقہ میں مدرسہ مدینۃ العلوم کی بہت سی شاخیں موجود ہیں، مزید یہ کہ عائلی اور معاشرتی تقاضوں کو شرعی طریقے پر پورا کرنے کے لئے ۵ مارچ ۱۹۸۶ء مطابق ۲۳ جمادی الاخریٰ ۱۴۰۶ میں دارالقضاء کا قیام عمل میں آیا، جو تاہنوز اپنے فرض منصبی کو پوری لگن کے ساتھ ادا کر رہا ہے، حضرت سید مفتی احمد میاں صاحب شروع ہی سے ناگ پور کے علمی حلقوں سے جڑے ہوئے تھے، جو آگے چل کر اس علاقہ کی ایک بڑی شخصیت کی حیثیت سے جانے لگے تھے اور کوئی بھی علمی محفل بغیر آپ کے شمولیت کے ادھوری سمجھی جاتی تھی۔

وفات:

حضرت سید احمد میاں صاحبؒ کی وفات ۶ جنوری ۲۰۰۶ء کو آبائی وطن محلہ مہمند جنگلہ میں انتقال ہوا۔ اور اپنے آبائی قبرستان محلہ جھنڈا کلاں میں مدفون ہیں۔

مولوی سید محمد میاں صاحبؒ کی مختصر حالاتِ زندگی

حضرت سید مفتی مہدی حسن صاحبؒ کے دوسرے صاحبزادے مولوی محمد میاں صاحبؒ تھے مولوی سید محمد میاں صاحبؒ کی پیدائش ۲۰ مئی ۱۹۲۰ء ضلع سورت میں ہوئی۔

مولوی سید محمد میاں صاحبؒ نے تعلیم کا آغاز اپنے والد حضرت سید مفتی مہدی حسن صاحبؒ سے کی۔ اس کے بعد مدرسہ امینیہ دہلی تشریف لے گئے، اور وہاں پر حفظ قرآن کے بعد عالمیت کی، اور اس کے بعد فراغت حاصل کر کے سیاسی تنظیموں سے وابستہ ہو گئے تھے۔

جنگ آزادی میں مولانا آزاد سے قربت رہی، سیاست کے گلیاروں سے گذرتے ہوئے آخری عمر میں کانگریس پارٹی آف انڈیا سے وابستہ ہو گئے تھے۔

مولوی محمد میاں صاحبؒ انتہائی بے باک نڈر لیڈر تھے اور ذہین و فطین ہونے کے ساتھ ساتھ کسی قسم کا خوف نہیں کرتے تھے۔ دنیا کی بڑی سی بڑی شخصیت سے کبھی مرعوب نہیں ہوئے اللہ کی ذات عالی پر پورا بھروسہ اور اعتقاد تھا انتہائی جذباتی مقرر تھے اور مجمع کو پوری طرح اپنے قابو میں رکھتے

تھے۔ حکومت کی ملازمت کو کبھی بھی پسند نہیں کرتے تھے اس لئے کہ اس کو غلامی سے تعبیر کرتے تھے۔ البتہ جج کے عہدہ کو پسند فرماتے تھے اس لئے کہ وہ آزاد ہوتا ہے۔

وفات:

آخر کار مولوی سید محمد میاں صاحب کا ۵ مئی ۱۹۹۱ء کو انتقال ہوا، اور اپنے آبائی قبرستان محلہ جھنڈا کلاں میں مدفون ہیں۔

حضرت سید احمد میاں صاحبؒ کی اولادیں مندرجہ ذیل ہیں

آپ کی سات اولادیں تھیں جن میں ۴ بیٹے اور ۳ بیٹیاں تھیں:

- ۱- سب سے بڑی بیٹی سیدہ سائرہ تھی، جن کا انتقال ہو چکا ہے ماہ جون ۱۹۴۶ء میں۔
- ۲- اس کے بعد سیدہ خدیجہ ہے۔
- ۳- مفتی سید سلمان صاحب ہے جو دارالعلوم دیوبند سے فارغ ہے۔ اور ابھی جدہ میں مقیم ہے۔
- ۴- پروفیسر سید نعمان صاحب ہے، جو علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے English میں M.A. بی ایڈ، ایم، ایڈ (گول میڈیسٹ) ہے، حال مقیم شاہ جہاں پور۔
- ۵- سید رضوان صاحب ہے جنہوں نے علی گڑھ سے M.A. Public Administration کیا ہے۔
- ۶- مولوی سید عمران صاحب ہے، جو دارالعلوم دیوبند سے فارغ ہے، اور ناگ پور میں اپنے والد محترم صاحب کے قائم کردہ مدرسہ مدینۃ العلوم کی نگرانی بحیثیت نائب مہتمم کر رہے ہیں۔
- ۷- سیدہ آسماء انجم ہے، جو حال مقیم ایوت محل جو ناگ پور کے نزدیک ہے۔

حوالہ جات

- ۱۔ مصنف مولانا سعید احمد اکبر آبادی مجلہ البرہان ندوۃ المصنفین دہلی جلد ۶ شمارہ ۵، بابت ماہ جمادی الاول ۱۳۹۶ھ، مطابق ماہ مئی ۱۹۷۶ء۔
- ۲۔ صبیح الدین کتاب تاریخ صبیح ص ۱۷۹، مطبوعہ نامی پریس لکھنؤ سن اشاعت دسمبر ۱۹۳۲ء
- ۳۔ سید محبوب رضوی تاریخ دارالعلوم دیوبند ج ۲ ص ۲۵۷، مکتبہ جید پریس بلیماران دہلی سن اشاعت اول ۱۳۹۸ھ-۱۹۷۸ء۔
- ۴۔ سید محبوب رضوی مؤلف تاریخ دارالعلوم دیوبند ج ۲ ص ۲۵۷ جید پریس بلیماران دہلی سن اشاعت ۱۳۹۸ھ-۱۹۷۸ء
- ۵۔ مجموعہ رسائل ج ۱، ص ۲ مکتبہ دارالعلوم دیوبند سن اشاعت ۲۰۱۰ء
- ۶۔ سعید احمد اکبر آبادی مجلہ البرہان ادارۃ المصنفین دہلی ج ۶، شمارہ نمبر ۵، سن اشاعت ۱۳۹۶ھ، ۱۹۷۶ء۔

باب دوم

حضرت مفتی مہدی حسن صاحب کی تصنیفی خدمات

مفتی صاحب کا جو اصلی علمی میدان تھا، وہ حدیث و فقہ تھا، ان کی بیشتر علمی خدمات کا تعلق انہیں دونوں علوم سے ہے، لیکن مفتی صاحب نے حدیث فقہ کے علاوہ بھی کچھ تحریری سرمایہ چھوڑا ہے جو ان کی علمی تحقیق اور وسعت مطالعہ پر دلالت کرتی ہے، وہ کتابیں مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ امام محمد کی کتاب

”کتاب الحجۃ علی اہل المدینہ“ کی تحقیق و ترتیب اور اس پر تالیقات و حواشی، یہ پوری کتاب چار جلدوں میں ہے، جو اس وقت نادر و نایاب ہے۔

۲۔ امام محمد کی کتاب

”کتاب الآثار“ کی شرح فلاند الا زہار ہے، جو تین جلدوں پر مشتمل ہے، جس کی صرف ایک جلد دارالعلوم دیوبند کے کتب خانہ میں موجود ہے، اس کے علاوہ باقی جلد بھی دارالعلوم دیوبند کے کتب خانہ میں موجود نہیں ہے۔

۳۔ مجموعہ رسائل جلد اول دوم

ابھی حال ہی میں مجلس شوریٰ کے حکم پر مفتی صاحب کے جو چھوٹے چھوٹے رسائل تھے، ان سب کو جمع کر کے مکتبہ دارالعلوم دیوبند والوں نے ۲۰۱۰ء میں شائع کیا ہے۔

مفتی صاحب کا طرز تحریر

مفتی صاحب نے ان رسائل کے اندر حنفیہ کے مسلک کو ثابت کرنے کے ساتھ ساتھ ان پر واردان اعتراضات کا دفاع کیا ہے جس پر حنفی عمل پیرا ہیں، اور وہ جواب بہت ہی شرب بسط کے ساتھ ساتھ عقلی و نقلی دلائل دے کر مخالف کے اعتراضات کا جواب دیے ہیں، اور جو دلائل دیتے ہیں وہ حوالے کے ساتھ تاکہ قارئین اگر حوالہ کو تلاش کرنا چاہے، تو آسانی سے تلاش کر سکے اور اس کو کوئی پریشانی نہ ہو سکے، بعض بعض رسائل کے اندر پہلے مخالفین کے اعتراضات کو قول کہہ کر، اور اپنے جواب کو قول کہہ کر، تحریر کرتے ہیں۔

(۱) رسالہ

بصائر الہتداء فی رد الا بتداع فی الدعاء

تالیف رسالہ کا مقصد

یہ رسالہ ۱۸ صفحات پر مشتمل ہے، اس رسالہ کی تالیف کا مقصد یہ ہے کہ گجرات کے کسی صاحب نے ایک مولوی صاحب سے ایک مسئلہ پوچھا ان رسوم اعمال سے متعلق تھا جو کسی کی تدفین کے بعد اس کی قبر پر کھڑے ہو کر انجام دی جاتی ہے جس کا غالباً گجرات میں رواج زیادہ تھا کہ جب کسی میت کو دفن کرتے ہیں اور دفن کے بعد امام صاحب حاضرین کو بلند آواز سے فاتحہ پڑھنے، حکم دیتے ہیں اور پھر سارے لوگ درود شریف، سورہ فاتحہ پڑھ کر مردے کو بخش دیتے ہیں اور پھر اپنے اپنے گھر چلے جاتے ہیں۔ پس یہ اعمال فرض یا واجب یا سنت موکدہ یا مستحب یا بدعت ہیں۔ بدعت حسنہ ہے یا بدعت سیئہ ہے، اس کا جواب چاہیے۔

تو مولوی صاحب نے جواب دیا کہ یہ رسم مستحب ہے اور مردے کے لیے دعاء مانگنا موجب اجر ہے منکر اس سے محروم ہے اگر کوئی کہے کہ بدعت ہے تو بدعت حسنہ ہے بدعت سیئہ نہیں مفتی صاحب نے اس جواب کے رد میں یہ رسالہ تالیف کیا ہے اور اس سوال کا صحیح جواب بھی مرحمت فرمایا ہے۔

اس کے جواب کو رد کرتے ہوئے مفتی صاحب فرماتے ہیں کہ مستحب وہ ہے کہ مثبت دلیل شرعی ہو اور کرنے میں ثواب ہو نہ کرنے میں گناہ نہ ہو۔ پس یہ طریقہ جو سوال میں مذکور ہے کہ دفن کے بعد مردے کی قبر سے چالیس قدم ہٹ کر فاتحہ پڑھ کر دعا مانگی جائے شریعت میں اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔

نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ خلفائے راشدین سے نہ ائمہ مجتہدین سے۔ اس لیے یہ سنت یا مستحب ہرگز نہیں ہو سکتا اس کے لیے ثبوت کی ضرورت ہے۔

نیز چونکہ اسے ثواب کا کام سمجھا جاتا ہے اور دین میں داخل مانا جاتا ہے اس لیے یہ من احدث فی امرنا هذا میں داخل ہے۔ اسی طرح میت کے مکان پر جمع ہونا اور اکٹھا ہو کر دعا مانگنا بھی بدعت ہے۔ لواحقین کا میت کے لیے مغفرت کی دعا مانگنا صدقہ و خیرات کرنا قرأت وغیرہ کا ثواب پہنچانا یہ سب جائز ہے۔ مگر ان کے لیے شرائط اور قیود جو بڑھائے گئے ہیں وہ اکثر بدعت ہیں۔

الغرض یہ دونوں باتیں بدعت ہیں اور جو ان کا جواز بتلائے اس کے ذمے ثبوت ہے۔

(۲) قلائد الازہار

یہ کتاب امام ابوحنیفہ کی تصنیف کتاب الآثار کی شرح ہے جو تین جلدوں پر مشتمل ہے:

کتاب الآثار امام ابوحنیفہ کی ایک مشہور تصنیف ہے جس کی روایت ان کے شاگرد امام محمدؒ نے کی ہے، صحابہ کرام کے دور کے بعد متصل جو سب سے پہلی کتاب موجودہ طرز پر لکھی گئی وہ یہی کتاب ہے اس کے بعد اسی طرز پر امام دارالبحرۃ امام مالکؒ کی موطا دنیا کے سامنے آئی۔

مفتی صاحب نے یہ شرح شروع کرنے سے پہلے ایک ضخیم مقدمہ بھی تحریر کیا ہے جو تقریباً سو صفحات پر مشتمل ہے یہ مقدمہ انتہائی قیمتی اور بیش قیمت معلومات پر مشتمل ہے۔ اس میں امام ابوحنیفہؒ کے علمی مقام و مرتبہ کا بیان ہے اور امام بخاری کے تعلق سے بعض اعتراضات کا مکمل و مدلل جواب دیا گیا ہے نیز امام ابوحنیفہ کی مستند سوانح حیات کا بھی اس میں احاطہ کیا گیا ہے۔ مقدمہ میں امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد امام محمدؒ کے حالات اور ان کے مقام و مرتبہ پر سیر حاصل گفتگو کی ہے اور ان کی تصانیف کا بہت موقع انداز میں تعارف کرایا گیا ہے۔

کتاب الآثار فقہی ابواب پر مشتمل ہے جیسے کتاب الصلاۃ کتاب الطہارۃ وغیرہ اور آخری کتاب کتاب المواریث ہے اور اسی پر کتاب ختم ہو جاتی ہے مفتی صاحب کا طرز تحریر یہ ہے کہ پہلے سند پر گفتگو

کرتے ہیں اور سند میں جتنے راوی ہیں اسماء الرجال کی کتابوں کی مدد سے ان کے مقام و مرتبہ کو واضح کرتے ہیں، پھر اثر کے مفہوم و مراد کو بیان کرتے ہیں، اگر دوسری روایتوں سے تعارض پیدا ہوتا ہے تو اس کو دلائل کی روشنی میں دور کرتے ہیں آئمہ کے اختلاف کو ذکر کرتے ہوئے امام اعظمؒ کے مسلک کی ترجیح کو بدلائل ثابت کرتے ہیں اور صرف رفع یدین کے مسلک پر ۴۱ صفحات تحریر کئے ہیں جو موجودہ دور میں دو سو صفحوں کی ایک مستقل کتاب بن سکتی ہے شرح کی پہلی جلد اسی مسئلہ پر ختم ہو جاتی ہے دوسری جلد قرآنہ خلف الامام کی بحث سے شروع ہوتی ہے یہ پوری بحث ۴۴ صفحات پر مشتمل ہے جو مستقل ایک رسالہ کی ضخامت ہے مذکورہ بالا دونوں مسئلوں پر اتنے زیادہ دلائل فراہم کر دیے ہیں کہ ان پر مزید اضافہ کی ضرورت ختم ہو جاتی ہے یہ دوسری جلد بھی ۳۵۲ صفحات پر مشتمل ہے، تیسری جلد باب تخفیف الصلاة سے شروع ہوتی ہے اور باب القراءة الحماہم والجب پر ختم ہوتی ہے یہ جلد ۶۲۸ صفحات پر مشتمل ہے، جس کے ہر صفحے پر مزکور تمام احادیث کے حوالے بھی دیے ہیں ذکر کیے گئے ہیں ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ہر مسئلہ سے متعلق تمام روایتیں مصنف کے ذہن میں مستحضر ہیں یا مضامین متعین ہیں اسی لیے بڑی پابندی سے حوالوں کی قطعی نشان دہی فرماتے ہیں، اگر مسئلہ سے متعلق کچھ ایسی بحثیں آتی ہیں جن کا تعلق دوسرے علوم و فنون سے ہے تو اس فن کی اہم ترین کتاب سے اقتباسات دیتے ہیں مثلاً صلوٰۃ کسوف میں فلکیات پر گفتگو آ جاتی ہے، اور تحریر فرماتے ہیں کہ خسوف قمر چاند پر زمین کا سایہ پڑنے سے ہوتا ہے کیونکہ چاند کی روشنی سورج سے مستعار ہے اسی لیے سورج جب آڑ میں ہو جاتا ہے تو چاند تاریک ہو جاتا ہے اس تعلق سے مفتی صاحب نے بہت تفصیل اور مفید معلومات اپنی کتاب میں جمع کی ہے جن کو ہم طوالت کے خوف سے چھوڑتے ہیں پھر اس بحث کو بڑی تفصیل سے پیش کر کے حضور اکرمؐ کے زمانہ کسوف و خسوف کے مسئلہ پر توضیحات پیش کی ہیں۔

صلوٰۃ الکسوف کے سلسلہ میں اس بحث کا لانا ضروری تھا، اس لیے یہ تفصیل دی گئی آپ مصنف کی وسعت مطالعہ کا اسی سے اندازہ کر سکتے ہیں۔

(۳) التحقیق التام فی حدیث اذا خرج الامام فلاصلوة ولا کلام

یہ رسالہ گیارہ صفحات پر مشتمل ہے اس رسالہ کے اندر مفتی صاحبؒ نے صلاۃ الجمعہ کے تعلق سے ایک خاص مسئلہ بعینہ انہی الفاظ کے ساتھ اذا خرج الامام فلاصلوة ولا کلام کو بہت شرح و بسط کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔

اس مسئلہ کو ثابت کرنے کے لیے مفتی صاحبؒ نے متفقین و مجتہدین کے دلائل کے ساتھ ساتھ امام ابوحنیفہؒ کے مذہب کو بھی ثابت کیا ہے چنانچہ فقہاء حنفیہ نے اپنی کتابوں میں اذا خرج الامام فلاصلوة ولا کلام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ الفاظ حدیث ہیں (یہ حدیث ہمیں کسی کتاب میں ملی نہیں ہے لیکن اسی مفہوم کی ایک حدیث موطا امام مالک میں ہے اور حدیث کے الفاظ اس طرح سے ہے فخرج الامام یقطع الصلاة و کلامه یقطع الکلام^۱ کے اس حدیث کی شرح میں علامہ بدرالدین عینی حنفی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث کے الفاظ ہیں، اور خرج بمعنی سعد ہے کہ جمعہ کے روز جس وقت امام منبر پر چڑھ جائے تو کلام کرنے اور نماز پڑھنے سے رک جائیں، یہ مذہب امام ابوحنیفہؒ کا ہے امام عینیؒ کے بیان سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس سے ہر قسم کا کلام مراد ہے جو امام ابوحنیفہؒ کے مذہب میں ناجائز ہیں جو ظاہر حدیث کا منشاء ہے۔ چنانچہ ہدایہ میں ہے۔

اذا خرج الامام يوم الجمعة ترك الناس الصلاة والكلام حتى يفرغ من خطبة قال صاحب هداية وهذا عند ابی حنفيه لقوله عليه السلام اذا خرج الامام فلاصلوة ولا کلام۔^۲

یعنی کہ جس وقت امام جمعہ کے روز خطبہ پڑھنے کے واسطے نکلے تو لوگ نماز پڑھنا اور کلام کرنا خطبہ کے ختم ہونے تک ترک کر دیں صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ یہ امام ابوحنیفہؒ کا مذہب ہے دلیل ان کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ جس وقت امام خطبہ کے واسطے نکلے تو نہ نماز پڑھے اور نہ کلام کرے اس حدیث میں خطبہ سے قبل اور خطبہ کے بعد بغیر کسی فرق کے کلام و نماز کی ممانعت ہے۔

(۴) الشمیم الحیدری لدفع العطر العنبری

عطر عنبری ایک رسالہ ہے، جس کے مصنف کا نام مولوی سامر دوی ہے، جو گجرات سے تعلق رکھتے تھے، اس رسالہ میں مفتی صاحب نے رسالہ عطر عنبری مصنف کی چند خامیوں کی طرف توجہ دلائی ہے، اپنے اس رسالے کے نام کی توجیہ مفتی صاحب نے یہ بیان کی ہے، وہ کہتے ہیں کہ خود عطر عنبری کے مولف نے اذان خطبہ کے وقت کلام کی ممانعت حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے منقول ہونا تسلیم کیا ہے، اس لیے میں نے اپنے رسالہ کا نام الشمیم الحیدری رکھنا مناسب سمجھا۔

اس رسالہ میں مفتی صاحب نے سوال و جواب کا طریقہ استعمال کیا ہے، چنانچہ رسالہ عطر عنبری کے تعلق سے آپ پر وارد ہونے والے اعتراض کو پہلے قول کہہ کر ذکر کرتے ہیں، پھر اپنا جواب اقول کہہ کر پیش کرتے ہیں، ایک مثال پیش کی جاتی ہے۔

قولہ: کیونکہ حدیث اذا سمعتم النداء فقولوا مثل ما يقول المودن عام ہے۔^۳

اب آگے مفتی صاحب اس کا جواب اقول کہہ کر یوں پیش کرتے ہیں:

اقول: یہاں پر تو آپ نے اس حدیث کو عام بتایا اور آگے چل کر اسی کو مطلق ارشاد فرمایا ہے، سوال یہ ہے کیا اصول میں عام اور مطلق دونوں ایک چیز ہیں یا علیحدہ علیحدہ، کیونکہ عام اور مطلق کے احکام جدا جدا ہیں۔

قولہ: کسی صحیح حدیث مرفوع متصل السند سے کسی اذان کی تخصیص اور استثناء ثابت نہیں۔

اقول: اس واسطے کتب و فقہ کا مطالعہ فرمائیں کہ کوئی اذان اس سے خارج ہے یا نہیں، اس کے بارے میں درمختار میں ہے کہ جو اذان خطیب کے سامنے جمعہ کے روز دی جاتی ہے اس کا جواب اپنی زبان سے نہ دینا چاہیے، عبارت یہ ہے، قال وینبغی ان لا یجیب بلسانہ اتفاقاً فی الاذان بین یدی الخطیب وان یجیب بقدمة اتفاقاً فی الاذان الاول یوم الجمعة لوجوب السعی بن بالنص۔^۴

قولہ: جس طرح کلام دینی درمیان خطبہ میں صحیح حدیث سے ثابت ہے اسی طرح جب مؤذن خطبہ شروع کرنے سے پہلے اذان دے تو اذان کا جواب سامعین دے سکتے ہیں۔

اقول: حضرت اس حدیث کا کیا مطلب ہے جس میں یہ موجود ہے کہ جس شخص نے اپنے ساتھی سے یہ کہا کہ چپ رہ تو کہنے والے نے لغوکام کیا۔ عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا قلت لصاحبک انصت یوم الجمعة والامام یخطب فقد لغوت۔ ۵

جب امر بالمعروف کو جو فرض ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لغو فرمادیا تو اور کلام کس طرح جائز ہوگا، تعجب ہے کہ یہاں پر ممانعت کی سب حدیثیں فراموش ہو گئیں۔

پس یہاں سے ثابت ہوا کہ صاحب نہر اور صاحب در مختار دونوں اس اذان کے جواب کو مکروہ کہتے ہیں اور اس کی بنا امام صاحب کے مذہب پر ہے کہ ان کے نزدیک جس وقت امام اپنی جگہ سے اٹھے تو نماز و کلام منقطع ہو جاتا ہے الغرض امام صاحب کے مذہب کے مطابق جواب اذان ثانی کا جواب نہ دینا چاہیے کیونکہ یہ بھی کلام میں داخل ہے اور امام صاحب کی دلیل حدیث اذ اخرج الامام فلا صلوة ولا کلام ہے یہ حدیث موقوفاً اور مرفوعاً دونوں طرح سے مروی ہے اور اس کی تائید ابن ماجہ کی حدیث کرتی ہے جس کے آخری لفظ یہ ہیں اذا قلت لصاحبک انصت یوم الجمعة والامام یخطب فقد لغوت۔ ۶

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خروج امام پر انصات سامعین کو معلق کیا ہے۔ لہذا ان دلائل کی وجہ سے امام صاحب ممانعت کے قائل ہوئے اسی میں احتیاط ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ امام صاحب کے مذہب کے مطابق اذان ثانی کا جواب نہیں دینا چاہیے اسی سے مصنف موصوف کی علمی لیاقت کا پتہ چلتا ہے کہ ان کے علم میں کس قدر گہرائی و گیرائی تھی۔

(۵) ضربة الصمصام علی ازالة الاوهام

یہ رسالہ ۱۱ صفحات پر مشتمل ہے مفتی صاحب اس رسالہ کے تالیف کا مقصد خود لکھتے ہیں کہ دراصل ایک رسالہ جس کا نام ازالة الاوهام ہے آج بتاریخ ۱۶ جمادی الاخریٰ ۱۳۳۹ھ مطابق ۲۵ فروری ۱۹۲۱ء بعد نماز ظہر بوقت تین بجے دن میرے پاس پہونچا اس کے دیکھنے سے بجائے اوہام کے دفع ہونے کے اور زیادہ شکوک پیدا ہو گئے جن کو مختصراً ناظرین کے سامنے پیش کرتا ہوں۔

غیر مقلد حضرات نماز عصر کو ایک مثل پر پڑھنے کو جائز کہتے ہیں اس رسالہ کا لب لباب ازالة الاوهام نامی رسالہ کا جواب ہے اپنے اس رسالے میں مفتی صاحب کہتے ہیں صحیح دلائل کے اعتبار سے قوی مسلک امام ابوحنیفہ کا ہے کہ نماز عصر دو سایہ پر پڑھنی چاہیے۔ ایک سایہ پر پڑھنے سے شک باقی رہتا ہے، لہذا احتیاط اسی میں ہے کہ دو سایہ پر عصر کی نماز پڑھنی چاہیے امام محمد صاحب موطا میں فرماتے ہیں: قال محمد بن الحسن اخبرنا مالك بن انس عن يزيد بن زياد مولی بنی ہاشم عن عبد اللہ بن رافع مولی ام سلمة زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن ابی ہریرة: انه سألہ عن وقت الصلاة فقال ابوہریرہ انا اخبرک صل الظہر اذا کان ظلك مثلك والعصر اذا کان ظلك مثليک والمغرب اذا غربت الشمس والعشاء ما بینک وبين ثلث اللیل فان نمت الی نصف اللیل فلانامت عينک وصل الصبح بغلس، قال محمد هذا قول ابی حنيفة فی وقت العصر وکان یرى الاسفار فی الفجر۔ کے

ابورافع نے حضرت ابو ہریرہؓ سے نماز کے وقتوں کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے کہا، میں تم کو بتاتا ہوں کہ جب تمہارا ایک سایہ ہو جائے تو ظہر کی نماز پڑھو اور جب دو سایہ ہو تو عصر کی نماز پڑھو۔ اس کے بعد امام محمدؒ فرماتے ہیں عصر کے وقت کے بارے میں امام ابوحنیفہؒ کا یہی قول ہے کہ جب دو سایہ ہو تو عصر کی نماز ہوتی ہے۔

اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ امام صاحب کا رجوع کرنا ثابت نہیں ورنہ امام محمدؒ کو ضرور خبر ہوتی کیونکہ امام صاحب کے اقوال سے امام محمدؒ زیادہ واقف ہیں اسی بنا پر محققین فقہاء نے رجوع کی روایت سے انکار کیا ہے۔

مفتی صاحب نے ایک اور عبارت فقہ کی معروف کتاب شامی سے نقل کی ہے تاکہ ان کی بات مزید مدلل ہو جائے اور قاری کو اطمینان قلب ہو جائے۔

قوله الى بلوغ الظل مثليه ، هذا ظاهر الرواية عن الامام نهاية وهو الصحيح بدائع ومحيط وينا بيع وهو المختار غياشيہ واختاره الامام المحبوبي وعول عليه النسفی و صدر الشريعة تصحيح قاسم واختاره اصحاب المتون وارتضاه الشارحون فقول الطحاوی وبقولهما تاخذ لايدل على انه المذهب وما في الفيض من انه يفتى بقولهما في العصر والعشاء مسلم في العشاء فقط على ما فيه وتماه في البحر۔^۱

دوسرے کے بعد شامی نے بیان کیا ہے امام صاحب کے ثبوت میں بہت سی دلیلیں ہیں اور امام صاحب کی دلیل کا ضعف ظاہر نہیں۔ لہذا امام کے قول سے عدول کر کے صاحبین کے قول کو اختیار نہیں کیا جائے گا۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ دوسری والی روایت شامی کے نزدیک مفتی بہ اور معمول بہ اور رائج ہے۔ بلکہ شامی نے تو یہاں تک کہہ دیا ہے کہ دوسری پر عصر کی نماز پڑھنے سے جماعت فوت ہوتی ہو تو تاخیر عصر الی مثلیں اولیٰ ہے اسی کو ظاہر کہتے ہیں بلکہ اس شخص کے واسطے تو لازمی تاخیر کرنے کو کہتے ہیں جو امام کے مذہب کو رائج اور قوی سمجھتا ہے۔

وانظر هل اذا لزم من تاخير ه العصر الى المثليين فوت الجماعة يكون الاولى التاخير ام لا والظاهر الاول بل يلزم لمن اعتقد رجحان قول الامام تامل۔^۲

مفتی صاحبؒ فرماتے ہیں کہ اس کے علاوہ بھی کتب فقہ میں اقوال موجود ہیں لیکن تطویل جواب کی وجہ سے نہیں لکھے گئے۔

(۶) التطهير في نجاسة البيئر

اس رسالہ کی تالیف کا مقصد جیسا کہ نام سے ظاہر ہے کہ کنویں کی تطہیر سے متعلق ہے اس زمانہ میں کنویں کی تطہیر کا مسئلہ اہم مسائل میں سے معلوم ہوتا ہے کہ جب کنویں میں نجاست گر جائے تو وہ ناپاک ہوتا ہے یا نہیں بنیادی طور پر حنفیہ کا یہ مسلک ہے کہ جو پانی جاری نہ ہو اس میں نجاست گرنے سے وہ ناپاک ہو جاتا ہے خواہ اس کا رنگ، بو، مزہ، متغیر ہو یا نہ ہو۔ لیکن قلیل و کثیر کی تعریف میں علماء کا اختلاف ہے چنانچہ حنفیہ نے دہ دردہ کو کثیر سمجھا ہے۔ اس سے جو کم ہو وہ قلیل میں شمار ہے بشرطیکہ جاری نہ ہو اس میں اگر نجاست گر جائے تو ناپاک ہو جاتا ہے اور اس میں کنواں بھی ہے کہ اس لیے اس میں اگر نجاست گر جائے تو یہ بھی ناپاک ہو جاتا ہے اس میں کنوئیں کی گہرائی کا اعتبار نہیں ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے

عن جابر عن رسول الله صلى الله عليه وسلم انه نهى ان يبال في الماء الراكد۔۱

ترجمہ: حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ آپؐ نے ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب کرنے سے منع فرمایا ہے۔

کیونکہ جب پیشاب کیا جائے گا تو پانی ناپاک ہو جائے گا اور پھر کبھی غسل کرنے کی نوبت آئے گی تو اسی پانی سے غسل کریں گے جو ناپاک ہے پس پیشاب ہی نہ کرنا چاہیے تاکہ یہ مصیبت ہو اسی لیے منع فرمایا کہ پانی میں پیشاب کرنے سے ناپاک ہو جاتا ہے۔

مفتی صاحبؒ نے کنویں کی ناپاکی کو انہیں مذکورہ روایت پر قیاس کیا ہے۔

دوسری حدیث عن ابی ہریرۃ فی الاناء یلغ فیہ الکلب او الھر قال یغسلہ ثلاث

مرار فلما کان ابو ہریرۃ قد رای ان الثلث یطھر الاناء من ولوغ الکلب فیہ۔۲

یہ تو حضرت ابو ہریرہؓ کا خود کا عمل تھا کہ تین مرتبہ دھوتے تھے اس کی اسناد صحیح ہے جس میں کوئی

کلام نہیں اسی پر امام ابو حنفیہؒ نے عمل کیا ہے۔

چنانچہ یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ تھوڑے پانی میں نجاست گرنے سے پانی ناپاک ہو جاتا ہے، خواہ تین وصفوں میں سے کوئی وصف اس کا بدلے یا نہ بدلے اس کے علاوہ اور بھی احادیث ہیں۔ انہی احادیث کی بنیاد پر حنفیہ نے ان احادیث کو جن میں مطلقاً طہارت کا حکم ہے کثیر پانی پر محمول کیا ہے تاکہ روایات میں تعارض نہ ہو۔ چونکہ مسائل بیزار اکثر آثار سلف پر موقوف ہیں اس میں قیاس و رائے کو دخل نہیں اور حنفیہ کے نزدیک کنویں کا پانی جب کثیر کے حکم میں نہیں ہیں تو نجاست گرنے سے ناپاک ہو جاتا ہے۔

(۷) اقامۃ البرہان المبین علی صاحب العذاب المہین

یہ رسالہ ۳۰ صفحات پر مشتمل ہے اس کے لکھنے کا مقصد اہل حدیث کے امام عبدالجلیل سامردوی کے ایک رسالہ العذاب المہین کا جواب ہے جس میں حنفی علماء کی کتابوں کی عبارتوں کو کاٹ چھانٹ کر عوام کے سامنے ۱۸۰ مسئلے پیش کئے ہیں اور بتلایا ہے کہ یہ سارے مسائل قرآن و حدیث کے خلاف ہیں تاکہ عوام کو معلوم ہو کہ حنفی گمراہ ہیں اور قرآن و حدیث کو بالکل چھوڑ دیا ہے۔

مفتی صاحب نے اپنے اس رسالے میں مولوی عبدالجلیل صاحب سامردوی پر بہت گہری تنقید کی ہے اور فرماتے ہیں کہ ”حضرت کی جبلی عادت فساد کی خوگر ہے جو طبیعت نے چاہا اس رسالہ میں اپنا رنگ دکھایا جس سے ایک باریک بین نے اندازہ کر لیا تھا کہ اس پردہ میں سوائے ظاہری نقاب کے اور کچھ نہیں۔ صرف دھوکہ ہی دھوکہ ہے، بعض احباب نے مجھ سے کہا کہ اس کا جواب لکھ دوں، لیکن میں نے عذر کیا کہ ایسے مسائل ہیں کہ ان کی تحقیق بارہا ہو چکی ہیں یہ نئے مسائل نہیں کہ جس کے جواب کے لئے قلم اٹھایا جائے۔ مگر احباب کے اصرار پر میں نے اس کتاب کے مقابل میں یہ رسالہ ان مسائل کی تحقیق میں لکھا ہے کہ مولوی سامردوی صاحب کہاں تک اپنے دعوے میں سچے ہیں۔

اس میں شک نہیں کہ کتاب جس مقصد کے لیے لکھی گئی ہے وہ اپنے مقصد میں بے انتہا مقبول ہوئی ہے کیونکہ مصنف نے بڑے سلیجے ہوئے انداز میں ان کی کم علمی کو بے نقاب کرتے ہوئے بہت سی معلوماتی اور بصیرت افروز بحث کی ساتھ ساتھ عقلی و نقلی دلائل دیکر فقہ حنفی کے جن جن مسائل پر مولوی

سامردوی نے اعتراض کئے ہیں اس کی حقانیت کو ثابت کیا ہے اور پھر مثالوں کے ذریعہ سے مصنف نے مزید اپنے مخالف کی علمی لیاقت کا انکشاف کیا ہے کہ چند مخصوص سوال کو ہی مکرر پیش کرتے رہتے ہیں جس کا جواب احناف نے بار بار دیا ہے مگر باطل ہمیشہ پرانی شراب نئے جام میں لاتا رہتا ہے۔ مصنف کی یہ کتاب مطبوعہ شکل میں دستیاب ہے

(۸) التحقيق المفيد في اجتماع الجمعة والعید

یہ رسالہ ۱۵ صفحات مشتمل ہے۔ اس رسالہ کی تالیف کا مقصد ایک سوال کا جواب ہے۔

اور وہ سوال یہ ہے کہ جمعہ کے دن اگر عید الفطر یا عید الاضحیٰ واقع ہو جائے تو جمعہ کی نماز ساقط ہو جاتی ہے یا نہیں۔

اس کے جواب میں مصنف موصوف نے جمعہ کی نماز کی قطعیت کو قرآن و حدیث کے ساتھ ساتھ ائمہ اربعہ کے اقوال و افعال سے بھی ثابت کیا ہے کہ سارے ائمہ کرام اس بات پر متفق ہیں عیدین کی نماز پڑھ لینے سے جمعہ ساقط نہیں ہوتا ہے۔ کیونکہ جمعہ فرض قطعی ہے اور اس کا منکر کافر ہے نماز عیدین واجب ہیں اور واجب کے ادا کرنے سے فرض ساقط نہیں ہوتا ہے۔

اور تارک جمعہ کے بارے میں جو تشدیدات اور وعیدیں وارد ہیں وہ کتب احادیث میں موجود ہیں۔ نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ نے بھی نماز جمعہ اور عیدین کی نماز کو مدینہ منورہ میں ادا کیا ہے اور عید کی نماز پڑھنے کے بعد جمعہ بھی پڑھا ہے، عید کی وجہ سے اسے چھوڑا نہیں۔ دلیل کے طور پر یہ اثر پیش خدمت ہے۔

عن محمد قال اخبرنا مالك اخبرني الزهري عن ابي عبيد مولى عبد الرحمن قال شهدت العيد مع عمر بن الخطاب (الي قوله) ثم شهدت العيد مع عثمان بن عفان فصله ثم انصرف فخطب فقال انه اجتمع لكم في يومكم هذا عيدان فمن احب من اهل العاليه ان ينتظر الجمعة فينظرها ومن احب ان يرجع فيرجع

فقد اذنت له فقال ثم شهدت العيد مع علي وعثمان محصور فصلى ثم انصرف
فخطب..... الخ

قال محمد وبهذا كله ناخذ وانما رخص وعثمان في الجمعة لاهل العاليه
لانهم ليسو من اهل المصر وهو قول ابى حنيفه انتهى - ۱۲

ابو عبید کہتے ہیں میں نے عمرؓ کے ساتھ عید کی نماز پڑھی پھر حضرت عثمانؓ کے ساتھ عید کی نماز میں
حاضر ہوا تو انہوں نے عید کی نماز پڑھائی نماز سے فراغت کے بعد خطبہ پڑھا اور فرمایا آج اس دنیا میں
تمہاری دو عیدیں (عید و جمعہ) جمع ہو گئیں پس اہل عوالی (دیہات) میں سے جس کو جمعہ کی نماز میں
شرکت پسند ہو وہ ٹھہرے اور جو واپس جانا پسند کرے وہ اپنے گھر واپس چلا جائے میں اس کو جانے کی
اجازت دیتا ہوں۔ پھر حضرت علیؓ کے ساتھ عید میں حاضر ہوا اس وقت حضرت عثمان محصور تھے۔ حضرت
علیؓ نے نماز پڑھائی اور پھر خطبہ پڑھا۔

امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ حدیث میں جتنے امور مذکور ہیں سب ہی ہمارے یہاں ماخوذ بہا ہیں اور
حضرت عثمانؓ نے اہل موالی کو اس لیے اجازت دیدی کہ وہ شہر والے نہ تھے بلکہ دیہاتی تھے جن پر جمعہ
فرض نہیں تھا یہی قول امام ابو حنیفہ کا ہے کہ وہ بھی اس باب میں جتنی احادیث موجود ہیں اور ان میں جو
امور مذکور ہیں سب کے قائل ہیں۔

(۹) الاسعاف فی اقوال صاحب الانصاف اول دوم

یہ رسالہ دو جلدوں پر مشتمل ہے رسالہ اول ۵۴ اور رسالہ دوم ۵۸ صفحات پر مشتمل ہے۔

اس رسالہ کا مقصد کیا ہے خود مفتی صاحبؒ کے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیں۔ لکھتے ہیں کہ آج وہ
زمانہ ہے کہ ہر شخص مجتہد العصر بنا ہوا ہے گو اس کی علمی پونجی ہم رنگ بضاعت مزاجہ کے مصداق ہی کیوں
نہ ہو۔ بجز خود بینی اور خود رائی کے دوسرا شغل ہی نہیں۔

راہ راست پر چلنا تو درکنار دوسرے اگر چلنے کی کوشش کریں تو ان کو روک دینا بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ علمی لیاقت اور اعتقادی کیفیت یہ ہے کہ کوئی طہارت خمر و خنزیر کا قاتل ہے تو کوئی قصداً نماز چھوڑنے والے پر قضا کرنے کے وقت گنہگاری اور عدم فائدہ کا حکم لگاتا ہے کوئی کہتا ہے جب تک تائین میں تثلیث نہ ہو اس وقت سنت موکدہ کی ادائیگی میں تامل ہے۔ کسی کا فرمان ہے کہ اگر ایک مرد ایک وقت میں چار سے زیادہ عورتیں اپنے نکاح میں رکھنی چاہیے تو قرآن و حدیث سے ممانعت نہیں بلکہ اجازت ملتی ہے۔

کوئی کہتا ہے کہ پردہ کا حکم سوائے ازواج مطہرات کے کسی اور کے واسطے نہیں ہے کوئی کہتا ہے کہ اللہ اللہ کا ذکر کرنا بھی بدعت ہے۔

غرض عجیب آزادی ہے ایسی حالت میں انسان کیا کرے اور کیا نہ کرے ابھی کچھ عرصہ نہیں گزرا کہ ایک چار روتی رسالہ دیکھنے میں آیا جس کا نام نامی الانصاف فی ان ماردہ اللاجفوری رد لمذہب الاحناف ہے مجھے تعجب معلوم ہوتا ہے کہ یہ حضرات اپنے اوقات عزیزہ کو کیوں ان امور میں صرف فرماتے ہیں کیا اس کے علاوہ کوئی اور کام ان کے لیے دنیا میں نہیں رہا جو اس کو کریں۔ جو باتیں اور جو امور زمانہ دراز سے منقح اور مہذب ہو چکے ہیں اور جن کی چھان بین اچھی طرح سے ہو چکی ہے آج ان میں کوئی نئی بات نہیں نکل سکتی پھر کیوں وقت کو ضائع کیا جاتا ہے۔ گو اس پر کچھ لکھنا بھی تضييع اوقات میں داخل ہے مگر اس بنا پر کہ عوام کے دلوں میں کسی قسم کے شبہات فاسدہ پیدا نہ ہو جائیں اس تحریر لکھنے پر مجبور ہوا اور اس کا نام الاسعاف فی اقوال صاحب الانصاحب والکشاف لاغلاق الانصاف رکھا زیر نظر رسالہ کے اندر مفتی صاحب نے مولوی سامر دوی صاحب کے سوال باطل کا بڑی تفصیل سے جواب دیا ہے چاہئے وہ مسئلہ عقائد کا ہو یا بیس رکعت تراویح کا یا درود شریف کا ہو، یا تقلید کا ہو یا تہجد کا ہو یا نفل کا ہو کیا و تر ایک ہے یا تین، یا دعا قنوت کا ہو۔

حضرت مفتی صاحب کی تحریروں سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے شیفتگی اور تعلق غایت درجہ کا تھا اسلام اور اسلامی تعلیمات پر جان و دل سے نثار

تھے اور یہ خاندانی تعلیم و تربیت اور اساتذہ کرام کی توجہات کا نتیجہ تھا، مفتی صاحب کو اللہ رب العالمین کے طرف سے جود ملتا تھا اس میں سوز و گداز غیرت و حمیت اور تعلق مع اللہ کے ساتھ ساتھ مخالف کی ریشہ دوانیوں کو ہمیشہ اور ہمہ تن اپنے علمی فکری نظری اور تحریری و تصنیفی کارکردگی مع حوالہ کے ساتھ لگام لگاتے رہتے تھے۔ فقط

(۱۰) اقامۃ القيامة علی صاحب جواب نامہ

یہ رسالہ ۸۱ صفحات پر مشتمل ہے اس رسالہ کی تالیف کا مقصد جیسا کہ خود مفتی صاحب نے اس رسالہ کے آغاز میں لکھا ہے ”کہ اس وقت میرے سامنے ایک رسالہ چند صفحات کا رکھا ہوا ہے جس کا نام ”جواب نامہ“ ہے اس نام سے ظاہر ہے کہ یہ کسی تحریر کا جواب ہے لیکن فریقین میں اس سے پہلے کیا تحریری گفتگو ہو چکی ہے مجھے اس کا علم نہیں ہے۔ جو شائع کردہ ”مسلم اسٹڈی پوسٹ بکس نمبر ۲۸۹ پر یوریہ اسماعیل عابد اے ایس کے جمل ۱۲ اگست ۱۹۶۱ء کا ہے“ جس کے تقریباً پانچ صفحات میں اپنے مخالفین پر آواز کسنے میں لکھے گئے ہیں، زبان درازی سے کام لیا ہے اور اس کی ٹانگ توڑی گئی ہے، حنیفوں کے دوچار مسائل بھی ذکر کر دیے ہیں جو جمل صاحب کے خیال میں قرآن و حدیث کے مخالف ہیں، مولف موصوف نے اپنی علمی لیاقت اور زبان دانی کے جوہر بلکہ پھوہڑپن کا خوب خوب اظہار کیا ہے۔

پیش نظر رسالہ کے اندر جو بحث کی گئی ہے وہ طلاق کے قدیم مسائل سے متعلق ہے کہ بیک وقت ایک مجلس میں کسی نے اپنی عورت کو تین طلاق دیدی تو کیا وہ تین طلاق واقع ہوگی یا نہیں ”مصنف موصوف فرماتے ہیں کہ یہ کوئی نیا مسئلہ نہیں ہے بلکہ ساڑھے تیرہ سو برس پہلے اور امت کی جماعت کثیرہ ان پر عمل کرتی چلی آرہی ہے یہ مسئلہ طے ہو چکا ہے۔

جن میں صحابہ، تابعین، محدثین، فقہاء اور ائمہ اربعہ اور ان کے متبعین داخل ہیں اور ان کے خلاف آواز اٹھانا یا ان کو مخالف قرآن و حدیث کہنا بڑی ہمت و جرأت کا کام ہے۔ یہاں پر مفتی صاحب

نے احناف کے عمل اور رائے کو مدلل طور سے صحیح ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔

جب ایک مجلس میں کوئی شخص تین طلاق دیدے تو وہ طلاق واقع ہو جائے گی اور بغیر حلالہ شرعیہ کے عورت اپنے شوہر کے لیے حلال نہ ہوگی۔ اس کے مخالف کا قول صحیح نہیں ہے اس کے متعلق عربی، فارسی، اردو میں مستقل تصانیف علمائے کرام کی موجود ہیں۔ مگر ایک مختصر جماعت اس کے خلاف آواز بلند کرتی رہتی ہے جو صدائے بصر اسے زیادہ وقعت نہیں رکھتی۔

مفتی صاحب نے اس مسئلہ کو قرآن و حدیث اور صحابہ کرام کے عمل سے ثابت کیا ہے اور ان تمام شکوک و شبہات کو جڑ سے ختم کر دیا ہے جن کی آبیاری اہل حدیث کرتے رہے اور آئندہ کرنا چاہیں گے۔ مفتی صاحب نے قرآن کی آیت الطلاق مرتان سے ثابت کیا ہے کہ مرتہ بعد مرتہ ایک کے بعد دوسری دی جائے۔ آیت میں یہ موجود نہیں ہے کہ تکرار لفظ سے ایک طہر یا چند طہروں میں طلاق دی جائے تو واقع ہوگی۔ حیض میں دی جائے تو واقع نہ ہوگی۔ اسی طرح یہ بھی آیت میں مذکور نہیں ہے تین طلاق بتکرار لفظ چند مجلسوں میں دی جائیں تو واقع ہوں گی اور ایک مجلس میں چند بار طلاق دی جائے تو واقع نہ ہوگی۔ بلکہ آیت ایقاع طلاق بتکرار لفظ ”انت طالق انت طالق انت طالق“ سب صورتوں پر دال ہے۔

اذا طلقتم النساء فطلقوهن لعدتھن - ۱۳

مفتی صاحب نے قرآن کی دوسری آیت سے ثابت کیا ہے طہر میں طلاق دینے کا حکم ہے ایک طلاق دی جائے یا مجموعہ دودی جائے یا مجموعہ تین دی جائے اس کی تفریق آیت نہیں کرتی کہ صرف طہر میں طلاق دینے کا حکم ہے اور آیت سے بیک وقت تین طلاق ایک مجلس میں دیدینے کی ممانعت بھی ثابت نہ ہوگی۔

یہی وجہ ہے کہ امام بخاریؒ فرماتے ہیں جب بیک وقت ایک لفظ سے دو طلاق واقع ہو سکتی ہیں تو ایک مجلس میں بیک وقت ایک لفظ سے تین طلاق بھی واقع ہو جائے گی۔ اسی بناء پر امام بخاریؒ نے اپنی

صحیح بخاری میں اس مسئلہ کے متعلق ایک مستقل باب باندھا ہے۔

باب من اجاز طلاق الثلاث لقوله تعالى الطلاق مرتان فامساك بمعروف

او تسريح باحسان الخ-۱۴

اسی باب میں حدیث عمیر عجلانی کو نقل کیا ہے جو لعان کے بارے میں وارد ہے جس میں یہ لفظ موجود ہیں۔ قال عمیر کذبت علیہا یا رسول اللہ ان امسکتھا فطلقھا ثلاثا الحدیث-۱۵

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین طلاق واقع کرنے کا انکار نہیں فرمایا، اگر ممنوع ہوتیں تو آپ ضرور انکار فرما دیتے کہ نبی کے سامنے کوئی ناجائز کام ہو اور وہ اس پر خاموش رہیں یہ ممکن نہیں۔ امام بخاری نے عدم انکار سے وقوع الطلاق ثلاث کے جواز پر استدلال کیا ہے۔ اسی باب میں امام بخاریؒ نے حضرت عائشہؓ کی حدیث روایت کی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں۔

ان رجلاً امرأته ثلاثاً فتزوجت فطلق فسئل النبی صلی اللہ علیہ وسلم

اتحل للاول فقال لا حتی یدوق عسیلتها کما ذاق الاول-۱۶

اب ناظرین کو معلوم ہوا کہ جمل صاحب نے امام بخاریؒ اور صحیح بخاری کو کیوں چھوڑا؟ اس لیے کہ امام بخاریؒ ان کے خیال کے خلاف ہیں چونکہ غیر مقلد ہے کسی ایک کے پابند نہیں خواہش نفسانی جس طرف لے چلے اسی طرف بہے جاتے ہیں۔ یہاں امام بخاری کی صحیح احادیث صریحہ کو چھوڑ دیا حالانکہ بخاری خود ان کی کتاب ہے جو سب کتب حدیث پر مقدم ہے اور مسلم کی حدیث محتمل المعانی کو اختیار کر لیا جو اپنے مفہوم و معنی میں محکم اور نص قطعی نہیں ہے، میں نے اس رسالہ میں نمونے کے طور پر چند دلائل کا ذکر کیا ہے جب کہ مفتی صاحب نے اپنے اس رسالہ کے اندر مخالف کے تمام اعتراضات اور شکوک و شبہات کو قرآن و حدیث سے دفع کرنے کی جدوجہد فرمائی ہے کوئی شبہ نہیں کہ مفتی صاحب اپنے اس کاوش میں صد فی صد کامیاب رہے ہیں۔

(۱۱) مفید القاری والسامع ترجمہ مقدمہ القول الجامع

یہ مفتی صاحب کی اصل کتاب نہیں ہے بلکہ ایک عربی کتاب کا ترجمہ ہے جو ”مفید القاری والسامع“ کے نام سے محمد مطیع الحنفی المصری نے ایک کتابچہ لکھا ہے اس کی اہمیت کی پیش نظر مفتی صاحب نے اس کا ترجمہ کیا ہے جس کا نام انہوں نے مقدمہ القول الجامع رکھا ہے ترجمہ کے ساتھ ساتھ اس میں مفتی صاحب نے کچھ مفید اضافے بھی کیے ہیں اور اس کو پھر اصل عنوان بنام مفید القاری والسامع ترجمہ مقدمہ القول الجامع کے نام سے شائع کیا ہے۔ اس رسالہ کے اندر جو مسئلہ زیر بحث ہے وہ تقلید، اور مقلد اور مجتہد سے متعلق ہیں یعنی تقلید کس کی کی جائے اور مقلد کیا ایک امام کی تقلید کرے یا تمام کی۔ مجتہد کو کیسا ہونا چاہیے۔

حضرت سید مفتی صاحب نے اپنے ترجمہ میں شرح و بسط کے ساتھ فرمایا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے کسی بندے کو حنفی، مالکی شافعی اور حنبلی، زیدی، معتزلی، ماتریدی وغیرہ ہونے کی تکلیف نہیں دی بلکہ اس بات کا مکلف کیا ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لائیں نیز بندوں پر اس بات کو لازم کیا ہے کہ رسول اللہ علیہ وسلم کی شریعت پر عمل کریں لیکن شریعت پر جب ہی عمل ہو سکتا ہے جب بندوں کے پاس وہ شریعت پہونچے اور ان کو اس کا علم ہو۔ مفید القاری والسامع کے مصنف نے امام ربیع (ربیع نام ہے ابو یزید کنیت۔ نسباً قبیلہ ثعلبہ کی ایک شاخ ثور سے تھے۔ امام ربیع ان تابعین میں ہیں جنہوں نے رسالت کا مقدس دور پایا تھا لیکن شرف صحابیت سے محروم رہے۔ اے اور امام مزنی (اسماعیل نام ہے کنیت ابو ابراہیم ہے مصری ہیں خاندانی تعلق قبیلہ مزنیہ سے تھا۔ امام شافعی کے تلامذہ میں سے تھے)۔ ۱۸۱ کے حوالے سے امام شافعی کا قول نقل فرماتے ہیں کہ کسی شخص کو یہ حق حاصل نہیں کہ بغیر علم کے کسی شئی کے بارے میں حلال و حرام ہونے کا حکم لگائے جب تک اس کی حلت و حرمت کی تصریح قرآن سے یا حدیث سے یا اجماع یا قیاس مجتہد سے نہ ہو۔ امام ربیع سے یہ بھی منقول ہے کہ امام شافعیؒ نے فرمایا کہ علم شرعی کی دو قسمیں ہیں ایک اجماع کرنا دوسرے استنباط۔ اجماع میں اول کتاب اللہ کا اجماع ہے اگر اس میں ہم

کو کوئی حکم نہ ملے تو پھر حدیث کے حکم کی تابعداری کرنی ہوگی اگر حدیث میں بھی نہ ہو تو سلف صالحین کا قول معتبر ہوگا بشرطیکہ اس کے خاص مسئلہ میں سلف کے مختلف اقوال نہ ہوں، اور اگر اجماع بھی نہ ہو تو اس کا حکم کتاب اللہ کی کسی آیت کے حکم پر یا عام سلف صالحین کے قول پر قیاس کر کے معلوم کیا جائے گا۔ لہذا اہل اسلام کا اس امر پر اتفاق ہے کہ دینی امور کی معرفت تین قسم پر ہے۔

اول: ایک ایمان و اسلام کی خصوصیات کی پہچان اور یہ توحید و اخلاص کی معرفت ہے اس کا علم بغیر رسول اللہ علیہ وسلم کے نہیں ہو سکتا کیونکہ آپ ہی خدا کے حکموں کو پہنچانے والے اور خدا کے منشاء کو ظاہر کر نیوالے ہیں۔

دوم: یہ کہ دین کی اور اس کے مآخذ کی پہچان ہونی چاہئے اور یہ اس رسول کی پہچان پر موقوف ہے جن کے طریقہ کو اللہ تعالیٰ نے اس رسول کے اقوال و افعال کے ذریعہ بیان کر دیا ہے اور نیز صحابہ کرام کی معرفت اور ان کے بعد کے طبقات کے علم پر موقوف ہے جنہوں نے صحابہ کرام سے شریعت کا تحلل کیا اور اس کو علی وجہ الکمال نقل کر کے اپنے سے بعد والوں کو پہنچا دیا۔ نیز ان احادیث کی معرفت بھی ضروری ہے جن کے متواتر اور ظاہر ہو جانے کی وجہ سے عذر منقطع ہو جاتا ہے۔

سوم: شریعت یہ ہے کہ اس کے طرق اور واجبات و اداب کو معلوم کرنا اور اس کے تمام احکام کو پہنچانا ہے اس شعبہ میں ان حضرات کی احادیث بھی داخل ہیں جو خاص اور عادل ہیں علماء نے فرمایا ہے کہ علم فقہ کا حصول اس وقت تک ناممکن ہے جب تک ان تمام اور مذکورہ بالا کا علم نہ ہو۔ اسی بنا پر وہ امور جو تواتر کے ساتھ منقول ہو اور ان کا دین میں داخل ہونا بالبداهت معلوم ہو نظر و استنباط اور قیاس و اجتہاد کے محتاج نہیں ہوتے اور ان پر مسلمانوں کو عمل کرنا ضروری ہوتا ہے چنانچہ آج تک سلف و خلف میں ان پر عمل شائع و مشہور ہے۔ مثلاً پنج وقتہ نماز اور وضو اور زکوٰۃ و حج وغیرہ کی فرضیت کا علم بطریق تواتر ثابت ہے۔ طلاق کے جائز و مشروع ہونے کا علم اجمالاً ثابت ہے اور جیسے شراب و زنا سود و لواطت قتل و چوری غدر و ہرنی اور خیانت وغیرہ کے حرام ہونے کا علم ہے یہ سب بطریق تواتر ثابت ہے۔

علاوہ ان کے بہت سے ایسے امور ہیں جن پر اجماع امت قائم ہو چکا ہے اور ان کا دین میں

سے ہونا یقینی معلوم ہو چکا ہے پس یہ ایسے امور ہیں جن میں عام و خاص مجتہد و غیر مجتہد سب ہی شریک ہیں ان پر عمل کرنا اور ان کا علم میں لانا کسی کے اجتہاد یا کسی مجتہد کی تقلید یا کسی مذہب معین پر موقوف نہیں ہے۔ بلکہ ان کا اعتقاد اور ان پر عمل کرنا ہر مکلف بالغ مسلمان پر واجب ہے اس لئے اجتہاد یا تقلید مجتہد سے غرض یہ ہوتی ہے کہ یا تو بغیر واسطہ کے حکم کا علم ہو جائے اگر خود مجتہد ہے ورنہ اگر مقلد ہے تو مجتہد کے واسطے سے اس کو علم ہوگا۔

ایک مجتہد کو کس کس علم کی جانکاری ہونی چاہیے:

اس عنوان کو قائم کر کے مفتی صاحبؒ نے لکھا ہے کہ مجتہد کے واسطے ضروری ہے کہ حکم شرعی کو قرآن یا احادیث یا اجماع یا قیاس سے حاصل کرے اسی طرح یہ بھی واجب ہے کہ اسباب نزول آیات قرآن اور تواریخ سے واقف کار ہو احادیث کے راویوں کے حالات اور ان کی تقدیم و تاخیر اور الفاظ کی لغوی اور شرعی حقیقتوں سے اچھی طرح واقف ہو جن علوم پر قرآن و احادیث کے معانی کا سمجھنا موقوف ہو ان میں بھی ماہر ہو نیز ظاہر و نص مجمل و مفسر، حنفی و مشکی وغیرہ کو جانتا ہو، ان کے احکام اور ہر دلیل کے مرتبہ پر پوری واقفیت رکھتا ہو نیز نسخ و منسوخ کا علم رکھتا ہو اسی طرح عبارت النص، اشارہ النص، دلالت النص، اور اقتضاء النص، کا علم بھی مجتہد کے واسطے ضروری ہے۔

اسی طرح مجتہد پر ضروری ہے کہ ان مجتہدین کے اجماع کی بھی واقفیت رکھتا ہو جو اس سے پہلے گذر چکے ہیں اور ان احکام و شرائط اور اقسام کا بھی عالم ہو جو اجماع کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں نیز قیاس اور اس کی تعریف جانتا ہو اس کی شرطوں اور ارکانوں کا اس کو علم ہو اور ان امور سے واقفیت رکھتا ہو جو قیاس کو قبول کرتے ہیں یا نہیں کرتے ہیں کیونکہ ہر ایک اجماع و قیاس شرعی اصولوں میں سے دو دلیلیں ہیں جن کے مقتضاء پر عمل کرنا واجب ہے۔

یہ وہ امور ہیں جن کے حاصل کرنے کی توفیق سوائے ان حضرات کے اور کسی کو حاصل نہ ہو سکی جو عقل سلیم اور فکر صائب رکھتے تھے جنہوں نے دین کی خدمت کے لئے اپنی جانیں تک وقف کر دی چنانچہ یہ ساری باتیں اظہر من الشمس ہے۔

اجتہاد کی ابتداء کہاں سے ہوئی اور کیسے ہوئی:

اس کی دلیل یہ ہے کہ سب کو معلوم ہیں کہ صحابہ کرام کا مرتبہ بہت ہی بلند تھا سب کو شرف صحبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم حاصل تھا۔ اور تعداد میں تقریباً ایک لاکھ سے بھی زیادہ تھے۔ چنانچہ کتب و سیر کے دیکھنے والوں پر یہ بات مخفی نہیں ہے اس کے باوجود بھی سب کو اجتہاد مطلق کا مرتبہ حاصل نہیں تھا بلکہ تھوڑے سے ہی ایسے تھے جو تعداد میں تقریباً بیس سے زیادہ نہ ہوں گے جو اجتہاد مطلق کے مرتبہ پر پہنچے تھے باقی صحابہ انہیں مجتہدین مطلق کی طرف حوادث میں رجوع کرتے اور انہیں سے فتویٰ پوچھتے تھے۔ اور خود اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے **هَلْ يَسْعَى الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ - ۱۹** پس مقلد پر ضروری ہے علم اور احکام پر عمل کرنے میں مجتہد کے قول کی طرف رجوع کرے اسی کے طریقہ پر بغیر انکار کے صحابہ کرام کا عمل رہا ہے جو صحابہ مجتہد مطلق نہ تھے۔ وہ مجتہدین صحابہ کی طرف حوادث میں رجوع کرتے تھے، جو احکام ان کو معلوم نہ ہوتے تو وہ صحابہ کرام سے دریافت کیا کرتے تھے۔ جن کو خدا کی طرف سے اجتہاد مطلق کا مرتبہ ملا ہوا تھا اسی پر تابعین اور تبع تابعین نے عمل کیا ہے بلکہ پہلی صدی میں اور جو صدیاں اس کے متصل تھیں ان میں بغیر انکار کے تو اتر کے طور پر یہ عمل جاری تھا اور ہر شخص اسی قانون کی پابندی کرنا فرض عین سمجھتا تھا، اسی طریق کو دوسرے الفاظ میں تقلید کہتے ہیں۔

(۱۲) اظہار اسرار المتمدنین

مصنف نے اپنے اس رسالے میں غیر مقلدین حضرات کی خامیوں کو اجاگر کرنے کی سعی کی ہے اور انہی کی کتابوں کے حوالوں سے لکھا ہے جو غیر مقلدین کے یہاں مستند مانی جاتی ہے اس رسالہ میں غیر مقلدین کی کتب کے حوالوں سے ان کے مسائل کو امت مسلمہ کے سامنے لا کر بتایا ہے کہ چراغ تلے ہمیشہ اندھیرا ہی ہوتا ہے کہ دوسروں پر تقلید کے الزام رکھنے والے پہلے خود اپنے بارے میں غور کر لیتے تو کسی پر تقلید کا الزام نہ رکھتے۔

چند مسائل مفتی صاحب اس رسالہ میں غیر مقلدین کے جن مسائل پر تنقید کی ہے وہ طویل ہیں ہم

یہاں ان کی تنقید کے چند نمونے ذکر کرتے ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں۔

مفتی صاحب نے اپنے اس رسالے میں غیر مقلدین کی معروف کتاب ہدیۃ المہدی، کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ وضو میں اعضا بائیں طرف سے دھونا بھی جائز ہے مفتی صاحب اس پر تنقید کرتے ہوئے کہتے ہیں (ہدیۃ المہدی، ص ۲۲) کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نے ایسا کیا ہے کہ بائیں طرف سے وضو کے اعضاء کو دھویا کرتے تھے۔

(۲) اس رسالہ کے (صفحہ نمبر ۶ پر اور مسئلہ نمبر ۱۰) میں مولوی عبدالوہاب ملتانی غیر مقلد اور ان کی جماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ مولوی صاحب مذکور امام وقت ہیں جو شخص ان کی بیعت نہ کرے اور ان کی امامت کو نہ مانے اور مرجائے تو جاہلیت کی موت مرے گا، (مقاصد الامامہ، ص ۵) اہل حدیث زمانہ کو زیادہ خوشی منانی چاہئے کہ ان کے یہاں بھی امام پیدا ہو گیا، اور تقلیدی مکان آہستہ آہستہ تیار ہونے لگا جس کا سنگ بنیاد مولوی عبدالوہاب مذکور نے رکھا ہے۔

(۳) مولوی عبدالوہاب صاحب اہل حدیث کہتے ہیں چونکہ میں نے دہلی شہر میں کتنی ہی سنیتیں جاری کی ہیں اس لیے میں ہی امام وقت ہوں اور بہت سے غیر مقلد مجھ سے بیعت کر چکے ہیں۔ (☆ مقاصد الامامہ ص ۱۸)، اہل حدیث بھی پیری مریدی کے قائل ہو گئے اور بیعت شروع کر دی ہے لہذا جملہ اہل حدیث زمانہ کو مبارک باد۔

(۴) اسی صفحہ (۱۴) پر مسئلہ نمبر (۵۴) پر مولوی عبدالوہاب غیر مقلد کہتے ہیں کہ بغیر میری اجازت کے نکاح اور طلاق درست نہیں۔ (مقاصد الامامہ، ص ۵) مفتی صاحب ان کے اس جملے پر سخت تبصرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ تھیں ریشہ دو انیاں غیر مقلد حضرات کی جو اپنے آپ کو تو اہل حدیث کہتے ہیں مگر اہل حدیث کے نام پر ایک بدنماداغ ہے

(۱۳) توضیح البرہان فی اشتراط السلطان

یہ رسالہ نماز جمعہ کی صحت کے لیے کسی سلطان یا اس کے نائب کی امامت کی شرط سے متعلق ہے۔

مفتی صاحب عرض کر رہے ہیں کہ یہ چند سطور اس بیان میں کہ جمعہ کے واسطے بادشاہ یا اس کے نائب کا ہونا کسی شرعی دلیل سے ثابت ہے یا نہیں۔

یہ تو ظاہر ہے کہ نماز جمعہ قطعی ہے اور اس کا منکر بالاجماع کافر ہے، اس کی فرضیت اللہ تعالیٰ نے اپنے قرآن پاک میں سورہ جمعہ میں فرمایا ہے کہ یا ایہا الذین آمنوا اذا نودى للصلاة من يوم الجمعة فاسعوا الى ذكر الله وذروا البيع ذالکم خیر لکم ان کنتم تعلمون۔ ۲۰

چونکہ اس میں صیغہ امر کا ہے اس لئے وجوب اور فرضیت مراد ہے، جب کہ یہ آیت مجمل ہے تو اس میں جس طرح اور امور کا ذکر نہیں ہیں اسی طرح بادشاہ کی امامت کا بھی ذکر نہیں ہے لیکن اس سے عدم لازم نہیں ہے ابن ماجہ نے اپنی سنن میں روایت نقل کی ہے۔

حدثنا محمد بن عبد الله بن نمير حدثنا الوليد بن بكير حدثني عبد الله بن محمد العدوي عن علي بن زيد عن سعيد بن المسيب عن جابر بن عبد الله قال خطبنا رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال اعلموا ان الله قد افترض عليكم الجمعة في مقامى هذا في يومى هذا في شهرى هذا من عامى هذا الى يوم القيامة فمن تركها في حياتى او بعدى وله امام عادل او جائراً استخفافاً بها او جهوداً لها فلا جمع الله له شمله۔ الحديث۔ ۲۱

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ آپؐ نے ہمیں خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ جان لو کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر اس سال اس مہینہ میں اس دن اس جگہ پر قیامت تک کے لیے جمعہ کو فرض قرار دیا ہے، جو شخص اس کو میری زندگی میں یا میرے (انتقال کے) بعد اس کو ہلکا سمجھ کر یا اس کا منکر بن کر چھوڑ دے گا در اس حالانکہ امام عادل یا امام جائز موجود ہوں، تو اللہ تعالیٰ اس کی جماعت کو یکجا نہ رکھے۔

اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ جمعہ کے واسطے امام عادل کی ضرورت ہے جس کو والی یا سلطان

یا نائب سلطان کہا جاتا ہے اور یہ مراد امام عادل اور ظالم سے ظاہر ہوتی ہے۔ پس یہ حدیث آیت مجملہ کے بیان میں واقع ہو جائے گی۔ مگر حدیث کی سند میں کلام ہے کیونکہ اس میں راوی عبداللہ بن محمد العدوی ہے حافظ بن حجر فرماتے ہیں ”متروک رماء وکیع بالوضع“ اس اعتبار سے روایت ضعیف ہے شرطیت پر استدلال اس سے منفرداً صحیح نہیں ہے۔ لیکن حافظ بدالدین عینی نہایت شرح ہدایہ میں فرماتے ہیں کہ حدیث مختلف طرق سے مروی ہے اس کی تخریج بزار نے دوسرے طریقے سے کی ہے طبرانی نے معجم الاوسط میں ابن عمر سے مثل اس کے روایت کیا ہے لہذا اس کو اتنی قوت حاصل ہوگئی جو حجت کے قابل ہے۔ لہذا یہ بات کہ اشتراط سلطان کسی حدیث یا دلیل شرعی سے ثابت نہیں ہے صحیح نہیں ہے۔

حنیفہ کا مسلک یہ ہے کہ جہاں تک ان کے امکان میں ہوتا ہے احادیث پر عمل کرنے میں کوشش کرتے ہیں۔ حتیٰ کہ احادیث ضعیفہ کو بھی بمقابلہ قیاس صحیح کے معمول بناتے ہیں۔

اہل حدیث زمانہ سے اس کی مجھ کو زیادہ شکایت ہیں کہ اپنے اجتہادات پر وہ عمل کرنے کو زیادہ اچھا اور بہتر سمجھتے ہیں بنسبت اقوال صحابہ اور احادیث ضعیفہ کے جو متعدد طرق پر جا کر حسن لغیرہ بن جاتی ہیں۔ مگر ان کو رد کر دیا جاتا ہے اور اپنے قول پر عمل کیا جاتا ہے کتنا انصاف کا خون کرتے ہیں۔

(۱۴) الاختلاف المبین لصاحب العذاب المحمیین

المعروف بہ غیر مقلد کے پوشیدہ راز

مفتی صاحب نے یہ رسالہ حنفی حضرات پر بعض اعتراضات کے جواب میں تحریر کیا ہے اور اس رسالہ میں مفتی صاحب نے مولوی عبدالجلیل سامردوی پر سخت الفاظ میں تنقید کی ہے۔

مصنف موصوف کی نظر سے مولوی عبدالجلیل سامردوی صاحب کا تالیف کردہ ایک رسالہ ”بوائے غسلیں“ گذرا جس میں حنفیہ کے بیس وہ مسائل عوام کو برا بیچتے کرنے کے واسطے جمع کئے تھے جن کا جواب بارہا دیا جا چکا ہے مفتی صاحب لکھتے ہیں یہ حضرات اپنی عادت سے باز نہیں رہتے۔ جہاں مسلمانوں کا اجتماع ہو وہاں افتراق پیدا کرنا ان کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے انہیں اس سے بحث نہیں کہ

اس کا نتیجہ کیا ہوگا۔

مفتی صاحب مزید لکھتے ہیں کہ:

میں نے ان تمام باتوں سے قطع نظر کر کے تہذیب و شائستگی کے ساتھ ایک مختصر رسالہ مسمی بہ قطع الوتین ممن صنف بوئے غسلین لکھا۔ جس میں چالیس مسئلے اہل حدیث کی کتابوں سے لکھے ہیں جو نواب صدیق حسن خان، ونور الحسن خان و علی حسن صاحب وغیرہم کی تالیف ہے جب میں نے قطع الوتین ممن صنف بوئے غسلین لکھا تو اس کے رد میں ایک کتاب سو صفحہ کی عذاب المہین عبد الجلیل سامر دوی صاحب نے سات سال کے بعد لکھی جس میں انہوں نے تہذیب و شائستگی کا دامن بالکل ہاتھ سے چھوڑ دیا ہے چنانچہ اسی عذاب المہین کے جواب میں میں نے ایک کتاب لکھی ہے جس میں ۵۵ مسائل انہی کی کتابوں سے نقل کیے ہیں اور جس کا نام الاختلاف المبین لصاحب العذاب المہین رکھا ہے۔

اور چند مسائل ان کی کتابوں سے پیش کئے جو ان کے آپسی اختلافات اور اہل حدیث ہونے کے دعویٰ کے باوجود غیر اہل حدیث ہونے کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

(۱) نواب صدیق حسن صاحب فرماتے ہیں کہ وطی سے حج باطل نہیں ہوتا ہے (بدور الابلہ، ص ۱۴۱)۔ مولوی وحید الزماں غیر مقلد فرماتے ہیں باطل ہو جاتا ہے آئندہ سال اعادہ کرے۔ (ہدیۃ المحدث، ص ۲۱۱ ج ۶)۔

(۲) مولوی وحید الزماں غیر مقلد کہتے ہیں اسی طرح گانا اور بجانا تفریح طبع کے لئے مختلف فیہ ہے اور عید اور شادی اور خوشی کی رسموں میں بقول رائج اور جائز ہے بلکہ مستحب ہے۔ (اسرار اللغۃ پارہ ششم، ص ۸۶)، یہی مذہب ابن تیمیہ اور ابن قیم کا ہے۔

(۳) حافظ ابن قیم فرماتے ہیں کہ جس میت کے ذمہ قضاے صوم باقی ہو تو اس کے جانب سے صوم نذر کی قضاوی کرے اور اگر فرض اصلی ہو تو ولی اس کے طرف سے روزہ نہ رکھے۔ (الروضة

الندیہ، ص ۱۳۶ و ہدیۃ المہدی، ص ۶۶) لیکن نواب صاحب نے اس کو رد کیا ہے اور کہا ہے کہ صوم نذر اور صوم فرض دونوں ولی رکھے تفریق صحیح نہیں، (ص ۱۵۰ الروضۃ الندیہ اور ہدیۃ المہدی، ص ۶۶)۔

(۴) عرفہ کے غسل کو مولوی وحید الزماں اہل حدیث مستحب قرار دیتے ہیں (ہدیۃ المہدی، ص ۱۲۶ ج ۶) اور نواب صاحب اہل حدیث فرماتے ہیں اس کا قابل اعتبار دلیل سے ثبوت نہیں، (بدورالابلہ، ص ۳۲)۔

یہ چند مسائل بطور نمونہ کے جو میں نے پیش کئے ہیں اس میں ہر ایک اہل حدیث ہونے کا مدعی ہے لیکن ساتھ ہی چونکہ دعویٰ اجتہاد بھی ہے اس لئے یہ اختلاف پیدا ہو رہا ہے۔ ورنہ ہر ایک کو نصوص کے سامنے سر تسلیم کرنا چاہیے مگر اصل یہ ہے کہ نصوص کی صحت اور ان کا ضعیف ہونا ان حضرات کے قبضہ قدرت میں ہے اس لئے جس کو چاہا صحیح مان لیا جس کو چاہا ضعیف کر دیا۔ جس کو چاہا قاعدہ کلیہ تسلیم کر لیا جس کو چاہا اس قاعدہ سے خارج کر دیا، یہ سب عدم تقلید کا ثمرہ ہے۔

(۱۵) القا للمعۃ علی غیاب الملتانی فی حدیث لاجمہ

حدیث جمعہ کے سلسلہ میں ملتانی کی عدم معلومات پر روشنی

یہ رسالہ ۴۴ صفحات پر مشتمل ہے دراصل یہ رسالہ اہل حدیث کے فتاویٰ نذیریہ کے ان مسائل کے رد میں ہیں جن میں حنفی مسلک کے تعلق سے مسئلہ جمعہ پر اعتراض کیا گیا ہے اور اکثر مقامات پر حق پوشی سے کام لیا گیا ہے جو اہل علم اور خصوصاً مولوی نذیر حسین صاحب دہلویؒ اور ان کے متبعین سے بہت بعید ہے بقول مفتی صاحب کے فتاویٰ نذیریہ میں بیشتر مقامات پر احادیث کی تنقید میں نفس پروری اور تسامح سے کام لیا گیا ہے جو شان تحدیث کے لائق نہیں۔

مفتی صاحب نے اصل مسئلہ کا ان الفاظ میں جواب دیا ہے کہ حنفیہ کا مسلک ہے کہ جمعہ شہر اور قصبہ میں ہوتا ہے۔ گاؤں اور قریہ، جنگل وغیرہ محل اقامت جمعہ نہیں ہے۔ چنانچہ فقہ کی جملہ کتابوں میں یہ مصرح ہے اور انہوں نے اس قول پر بہت سے عقلی و نقلی دلائل قائم کئے ہیں۔

زمانہ حاضر کے علماء نے بھی متعدد مختصر و مفصل و مبسوط رسالے اور کتابیں لکھی ہیں۔ فتاویٰ نذیریہ میں اس مسئلہ کے متعلق کئی مقام پر کلام کیا ہے اور احناف پر رد کیا ہے۔ مولوی نذیر حسین صاحب جمعہ کے عموم کے قائل ہیں یعنی بلا قید شہر و قصبہ و قریہ جمعہ ہر شخص پر واجب ہے ان کا مستدل ظاہر قرآن و حدیث ہے۔ زیر نظر کتاب میں اس نظریہ کا جائزہ ہے اور اس کا رد حسب ذیل ہے مفتی صاحب نے جو طریقہ اختیار کیا ہے وہ یہ ہے کہ پہلے فتاویٰ نذیریہ سے اقتباس پیش کیا ہے کہ اس کے رد میں جواب دیا ہے ہم اس کی ایک مثال یہاں ذکر کرتے ہیں۔

قولہ ”ثبت وجوب جمعہ عام ہے جیسے آیت۔ اذا نودی للصلوة من يوم الجمعة فاسعوا الى ذكر الله ۲۲، اور حدیث الجمعة واجبة على كل محتلم۔ ۲۳

ترجمہ: جمعہ واجب ہے تمام بالغ پر:

اقول: مطلقاً عام کہہ دینا صحیح نہیں ہے۔ بلکہ یہ آیت اور حدیث دونوں عام مخصوص منہ البعض ہیں جو ظنی ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ گو آیت اہل ایمان، عورت و مرد، آزاد و غلام، تند و درست و مریض، لڑکے اور بالغ، سب کو شامل ہیں لیکن حدیث مذکور نے لڑکے کو اس سے خارج کر دیا ہے جس سے اس عموم میں کچھ نہ کچھ فرق آ گیا جس کو قائل مذکور بھی تسلیم کرتا ہے پھر کل محتلم بھی عام ہے اور مذکورین کو شامل ہے مگر دونوں نصوص سے عورت اور غلام اور مریض خارج ہیں ان پر جمعہ واجب نہیں ہیں اور ان کے خارج ہونے کی دلیل یہ ہے۔

عن طارق بن شهاب عن النبي صلى الله عليه وسلم قال الجمعة حق واجب على كل مسلم في جماعة الا اربعة عبد مملوك او امرأة او صبي او مريض۔ ۲۴

اس حدیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ آیت و حدیث جو اوپر مولوی نذیر احمد نے پیش کی ہے وہ دونوں عام مخصوص منہ البعض ہیں اپنے عموم میں قطعی نہیں تاکہ پھر تخصیص نہ ہو سکے۔

پس جس طرح اس عموم سے یہ لوگ خاص ہیں اور ان پر جمعہ فرض نہیں ہے اسی طرح گاؤں والوں پر جمعہ واجب نہیں۔ کیونکہ اس کا دوسرا جملہ وذرو البیع بتلاتا ہے کہ بیع و شراء جس کو تجارت کہا جاتا ہے شہر ہی میں ہوتی ہے ذرو کے مخاطب اہل شہر ہیں جو بیع کے فعل کے ساتھ موصوف ہوتے ہیں پس اس سے استدلال وجوب پر اہل قریہ صحیح نہیں۔

(۱۶) کشف الغمۃ بسراج الامة

مفتی صاحب کا یہ ایک مختصر رسالہ ہے جس کو انہوں نے ایک رسالہ جس کا نام الجرح علی ابی حنیفہ ہے اس کے رد میں تالیف کیا ہے الجرح علی ابی حنیفہ میں نے امام ابو حنیفہ اور ان کے اساتذہ پر تنقید کی گئی ہے پوری کتاب اسی سے پُر ہے لیکن مفتی صاحب نے ہر ہر بات کا جواب نہ دے کر کے کچھ خاص تنقیدوں کا جواب دیا ہے۔ کشف الغمۃ بسراج الامة کے اندر پہلے غیر مقلد کے سوالوں کا ذکر ہے اس کے بعد حضرت مفتی صاحب نے ان کے جواب بہت ہی شرح و بسط کے ساتھ دیئے ہیں، بلاشبہ یہ کتاب مفتی صاحب کی علمی قابلیت اور کمالات کی دلیل ہے۔

بطور نمونہ کتاب کے چند اقتباسات پیش کرتا ہوں:

قولہ: آج تک جس قدر محدثین گذرے ہیں سب نے امام صاحب کو جھٹلے الحفظ میں ضعیف کہا ہے۔

اقول: یہ قول محدثین پر محض افتراء ہے اور عوام کو دھوکہ میں ڈالنا اور گمراہ کرنا مقصود ہے۔ مگر چاند پر خاک ڈالنے سے چاند کا کوئی نقصان نہیں ہوتا اپنے اوپر ہی وہ لوٹ کر آتا ہے یہ عجیب بات ہے کہ تمام محدثین نے ان کو ضعیف کہا اور پھر انہی کی شاگردی بلا واسطہ یا بالواسطہ اختیار کی۔ اگر امام ابو حنیفہ کو ضعیف فی الحدیث مانا جائے تو جملہ محدثین کا سلسلہ حدیث ضعیف اور بے بنیاد ہو جاتا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مولف رسالہ کو اس کی خبر نہیں کہ تمام محدثین کے شیخ ابو حنیفہ ہی ہیں ورنہ یہ افتراء پروازی سرزد نہ ہوتی۔

کتاب میں مفتی صاحب نے امام ابوحنیفہ کی حمایت میں محدثین کے چند اقوال پیش کیے ہیں۔

علامہ صفی الدین خزرجی خلاصہ تہذیب کے ص ۴۰۲ میں فرماتے ہیں:

النعمان بن ثابت الفارسی ابوحنیفہ امام العراق فقیہ الامۃ عن عطاء و نافع والاعرج و طائفة وعنه ابنه حماد و زفر و ابو یوسف و محمد و طائفة ثقة بن معین الخ۔

کہ نعمان بن ثابت فارسی الاصل ہیں ان کی کنیت ابوحنیفہ ہے عراق کے امام اور امت محمدیہ کے فقیہ ہیں۔ فن حدیث کو عطا اور نافع اور اعرج اور ایک گروہ محدثین سے حاصل کیا ہیں اور ان کو یحییٰ بن معین نے ثقہ کہا ہے اول امام ابوحنیفہؒ کی امانت فی العلم ثابت ہوئی جو علوم شرعیہ کو مستلزم ہے ورنہ بے علم امام فی الدین نہیں ہو سکتا دوسرے مقام پر صاحب خلاصہ تہذیب کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ فقیہ تھے۔ تیسرے آپ کے استاد نافع اور عطا اور اعرج اور ایک گروہ محدثین کا ہے، علی بن مدینی فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ سے سفیان ثوری عبد اللہ بن مبارک اور حماد بن زید اور ہشام اور وکیع اور عباد بن العوام اور جعفر بن العوام اور جعفر بن عون نے حدیث کی روایت کی ہے کہ وہ ثقہ لا باس بہ تھے یہ ابن مدینی وہی ہیں جو بخاری کے استاذ ہیں جن کے بارے میں بخاری نے یہ فرمایا ہے کہ ما استصغرت نفسی الا عنده میں نے اپنے آپ کو سوائے علی بن مدینی کے اور کسی کے سامنے چھوٹا نہیں سمجھا جس تقریب میں حافظ بن حجر نے نقل کیا ہے نیز ان ہی کے بارے میں تقریب التہذیب میں یہ بھی ہے ثقة امام عادل اعلم اہل عصرہ بالحديث و عللہ

پس یحییٰ بن معین اور علی بن مدینی ہی کی توثیق ایسی ہیں کہ گویا تمام محدثین نے امام ابوحنیفہؒ کی توثیق کردی کیونکہ یہ دونوں جرح و تعدیل کے امام ہیں۔ اب ذرا مولف رسالہ کو تو گریبان میں سر ڈال کر شرمناک چاہیے اور آخرت کو سنوارنا چاہیے کیونکہ جھوٹ سے آخرت بھی برباد ہوتی ہے۔

قولہ: ان کے استاذ ضعیف ہیں

اقول: جب چیونٹی کے پر جمتے ہیں تو اس کی کمبختی آتی ہے مولف رسالہ یہ فرمائیں کہ عطا نافع

اعرج وغیرہم جو امام ابوحنفیہ کے استاذ ہیں یہ ضعیف ہیں اگر یہی انصاف اور حق ہے تو صحاح کی احادیث کی صحت سے ہاتھ دھو بیٹھے کیونکہ یہ صحاح کے راوی ہیں جو کسی سے پوشیدہ نہیں۔

اور اگر مولف رسالہ کی مراد حماد بن سلیمان ہیں تو اس کے متعلق حافظ بن ذہبی میزان الاعتدال ج، ۱ ص ۲۷۹ میں حماد بن سلیمان کے متعلق فرماتے ہیں کہ ان کی حدیث کی تخریج آئمہ ستہ بخاری مسلم، ابوداؤد، نسائی، ترمذی ابن ماجہ نے کی، ان کی کنیت ابواسمعیل اشعری کوفی ہے آئمہ فقہاء میں سے ایک امام یہ بھی ہیں انس بن مالکؓ سے حدیث سنی ہے اور فن فقہ ابراہیم نخعی سے حاصل کیا ہے سفیان ثوری اور شعبہ اور ابوحنفیہ اور ایک گروہ محدثین کافن حدیث میں ان کے شاگرد ہے اب تو معلوم ہوا کہ حماد بن ابی سلیمان جو امام ابوحنفیہ کے شیخ ہیں ثقہ ہیں۔

قولہ: ان کے استاذ الا استاذ ضعیف ہیں۔

اقول: امام صاحب کے استاذ الاستاذ حضرت انس بن مالکؓ ہوتے ہیں جو صحابی ہیں ضعیف ہونے میں تو یہ ہرگز مراد نہیں ہو سکتے ورنہ ابھی قیامت قائم ہو جائے گی کیونکہ تمام صحابہ عدول ہیں ان میں کوئی کلام کر ہی نہیں سکتا۔

لیکن مؤلف رسالہ کی مراد ابراہیم نخعی ہیں کیونکہ امام ابوحنفیہ کے استاذ الاستاذ یہ بھی ہیں چنانچہ یہ عبارت میزان سے ظاہر ہے۔ حافظ بن ذہبی میزان الاعتدال ص ۳۱۱ میں فرماتے ہیں، قلت واستقر الا مر علی ان ابراہیم حجة میں کہتا ہوں کہ اس بات پر اتفاق ہے کہ ابراہیم نخعی حجت ہے یعنی ان کی روایت و احادیث کا اعتبار ہے تقریب التہذیب میں حافظ بن حجر فرماتے ہیں کہ ابراہیم بن نخعی فقیہ اور ثقہ ہیں اکثر احادیث مرسل بیان کرتے ہیں کہے اب تو ضعیف ہونا ان کا باطل ہو گیا۔

امام ابوحنفیہؒ کی زندگی کے متعلق چند محدثین کی اظہار رائے مندرجہ ذیل ہیں۔ ۷۷-۷۸-۷۹-۸۰-۸۱-۸۲-۸۳-۸۴-۸۵-۸۶-۸۷-۸۸-۸۹-۹۰-۹۱-۹۲-۹۳-۹۴-۹۵-۹۶-۹۷-۹۸-۹۹-۱۰۰-۱۰۱-۱۰۲-۱۰۳-۱۰۴-۱۰۵-۱۰۶-۱۰۷-۱۰۸-۱۰۹-۱۱۰-۱۱۱-۱۱۲-۱۱۳-۱۱۴-۱۱۵-۱۱۶-۱۱۷-۱۱۸-۱۱۹-۱۲۰-۱۲۱-۱۲۲-۱۲۳-۱۲۴-۱۲۵-۱۲۶-۱۲۷-۱۲۸-۱۲۹-۱۳۰-۱۳۱-۱۳۲-۱۳۳-۱۳۴-۱۳۵-۱۳۶-۱۳۷-۱۳۸-۱۳۹-۱۴۰-۱۴۱-۱۴۲-۱۴۳-۱۴۴-۱۴۵-۱۴۶-۱۴۷-۱۴۸-۱۴۹-۱۵۰-۱۵۱-۱۵۲-۱۵۳-۱۵۴-۱۵۵-۱۵۶-۱۵۷-۱۵۸-۱۵۹-۱۶۰-۱۶۱-۱۶۲-۱۶۳-۱۶۴-۱۶۵-۱۶۶-۱۶۷-۱۶۸-۱۶۹-۱۷۰-۱۷۱-۱۷۲-۱۷۳-۱۷۴-۱۷۵-۱۷۶-۱۷۷-۱۷۸-۱۷۹-۱۸۰-۱۸۱-۱۸۲-۱۸۳-۱۸۴-۱۸۵-۱۸۶-۱۸۷-۱۸۸-۱۸۹-۱۹۰-۱۹۱-۱۹۲-۱۹۳-۱۹۴-۱۹۵-۱۹۶-۱۹۷-۱۹۸-۱۹۹-۲۰۰-۲۰۱-۲۰۲-۲۰۳-۲۰۴-۲۰۵-۲۰۶-۲۰۷-۲۰۸-۲۰۹-۲۱۰-۲۱۱-۲۱۲-۲۱۳-۲۱۴-۲۱۵-۲۱۶-۲۱۷-۲۱۸-۲۱۹-۲۲۰-۲۲۱-۲۲۲-۲۲۳-۲۲۴-۲۲۵-۲۲۶-۲۲۷-۲۲۸-۲۲۹-۲۳۰-۲۳۱-۲۳۲-۲۳۳-۲۳۴-۲۳۵-۲۳۶-۲۳۷-۲۳۸-۲۳۹-۲۴۰-۲۴۱-۲۴۲-۲۴۳-۲۴۴-۲۴۵-۲۴۶-۲۴۷-۲۴۸-۲۴۹-۲۵۰-۲۵۱-۲۵۲-۲۵۳-۲۵۴-۲۵۵-۲۵۶-۲۵۷-۲۵۸-۲۵۹-۲۶۰-۲۶۱-۲۶۲-۲۶۳-۲۶۴-۲۶۵-۲۶۶-۲۶۷-۲۶۸-۲۶۹-۲۷۰-۲۷۱-۲۷۲-۲۷۳-۲۷۴-۲۷۵-۲۷۶-۲۷۷-۲۷۸-۲۷۹-۲۸۰-۲۸۱-۲۸۲-۲۸۳-۲۸۴-۲۸۵-۲۸۶-۲۸۷-۲۸۸-۲۸۹-۲۹۰-۲۹۱-۲۹۲-۲۹۳-۲۹۴-۲۹۵-۲۹۶-۲۹۷-۲۹۸-۲۹۹-۳۰۰-۳۰۱-۳۰۲-۳۰۳-۳۰۴-۳۰۵-۳۰۶-۳۰۷-۳۰۸-۳۰۹-۳۱۰-۳۱۱-۳۱۲-۳۱۳-۳۱۴-۳۱۵-۳۱۶-۳۱۷-۳۱۸-۳۱۹-۳۲۰-۳۲۱-۳۲۲-۳۲۳-۳۲۴-۳۲۵-۳۲۶-۳۲۷-۳۲۸-۳۲۹-۳۳۰-۳۳۱-۳۳۲-۳۳۳-۳۳۴-۳۳۵-۳۳۶-۳۳۷-۳۳۸-۳۳۹-۳۴۰-۳۴۱-۳۴۲-۳۴۳-۳۴۴-۳۴۵-۳۴۶-۳۴۷-۳۴۸-۳۴۹-۳۵۰-۳۵۱-۳۵۲-۳۵۳-۳۵۴-۳۵۵-۳۵۶-۳۵۷-۳۵۸-۳۵۹-۳۶۰-۳۶۱-۳۶۲-۳۶۳-۳۶۴-۳۶۵-۳۶۶-۳۶۷-۳۶۸-۳۶۹-۳۷۰-۳۷۱-۳۷۲-۳۷۳-۳۷۴-۳۷۵-۳۷۶-۳۷۷-۳۷۸-۳۷۹-۳۸۰-۳۸۱-۳۸۲-۳۸۳-۳۸۴-۳۸۵-۳۸۶-۳۸۷-۳۸۸-۳۸۹-۳۹۰-۳۹۱-۳۹۲-۳۹۳-۳۹۴-۳۹۵-۳۹۶-۳۹۷-۳۹۸-۳۹۹-۴۰۰-۴۰۱-۴۰۲-۴۰۳-۴۰۴-۴۰۵-۴۰۶-۴۰۷-۴۰۸-۴۰۹-۴۱۰-۴۱۱-۴۱۲-۴۱۳-۴۱۴-۴۱۵-۴۱۶-۴۱۷-۴۱۸-۴۱۹-۴۲۰-۴۲۱-۴۲۲-۴۲۳-۴۲۴-۴۲۵-۴۲۶-۴۲۷-۴۲۸-۴۲۹-۴۳۰-۴۳۱-۴۳۲-۴۳۳-۴۳۴-۴۳۵-۴۳۶-۴۳۷-۴۳۸-۴۳۹-۴۴۰-۴۴۱-۴۴۲-۴۴۳-۴۴۴-۴۴۵-۴۴۶-۴۴۷-۴۴۸-۴۴۹-۴۵۰-۴۵۱-۴۵۲-۴۵۳-۴۵۴-۴۵۵-۴۵۶-۴۵۷-۴۵۸-۴۵۹-۴۶۰-۴۶۱-۴۶۲-۴۶۳-۴۶۴-۴۶۵-۴۶۶-۴۶۷-۴۶۸-۴۶۹-۴۷۰-۴۷۱-۴۷۲-۴۷۳-۴۷۴-۴۷۵-۴۷۶-۴۷۷-۴۷۸-۴۷۹-۴۸۰-۴۸۱-۴۸۲-۴۸۳-۴۸۴-۴۸۵-۴۸۶-۴۸۷-۴۸۸-۴۸۹-۴۹۰-۴۹۱-۴۹۲-۴۹۳-۴۹۴-۴۹۵-۴۹۶-۴۹۷-۴۹۸-۴۹۹-۵۰۰-۵۰۱-۵۰۲-۵۰۳-۵۰۴-۵۰۵-۵۰۶-۵۰۷-۵۰۸-۵۰۹-۵۱۰-۵۱۱-۵۱۲-۵۱۳-۵۱۴-۵۱۵-۵۱۶-۵۱۷-۵۱۸-۵۱۹-۵۲۰-۵۲۱-۵۲۲-۵۲۳-۵۲۴-۵۲۵-۵۲۶-۵۲۷-۵۲۸-۵۲۹-۵۳۰-۵۳۱-۵۳۲-۵۳۳-۵۳۴-۵۳۵-۵۳۶-۵۳۷-۵۳۸-۵۳۹-۵۴۰-۵۴۱-۵۴۲-۵۴۳-۵۴۴-۵۴۵-۵۴۶-۵۴۷-۵۴۸-۵۴۹-۵۵۰-۵۵۱-۵۵۲-۵۵۳-۵۵۴-۵۵۵-۵۵۶-۵۵۷-۵۵۸-۵۵۹-۵۶۰-۵۶۱-۵۶۲-۵۶۳-۵۶۴-۵۶۵-۵۶۶-۵۶۷-۵۶۸-۵۶۹-۵۷۰-۵۷۱-۵۷۲-۵۷۳-۵۷۴-۵۷۵-۵۷۶-۵۷۷-۵۷۸-۵۷۹-۵۸۰-۵۸۱-۵۸۲-۵۸۳-۵۸۴-۵۸۵-۵۸۶-۵۸۷-۵۸۸-۵۸۹-۵۹۰-۵۹۱-۵۹۲-۵۹۳-۵۹۴-۵۹۵-۵۹۶-۵۹۷-۵۹۸-۵۹۹-۶۰۰-۶۰۱-۶۰۲-۶۰۳-۶۰۴-۶۰۵-۶۰۶-۶۰۷-۶۰۸-۶۰۹-۶۱۰-۶۱۱-۶۱۲-۶۱۳-۶۱۴-۶۱۵-۶۱۶-۶۱۷-۶۱۸-۶۱۹-۶۲۰-۶۲۱-۶۲۲-۶۲۳-۶۲۴-۶۲۵-۶۲۶-۶۲۷-۶۲۸-۶۲۹-۶۳۰-۶۳۱-۶۳۲-۶۳۳-۶۳۴-۶۳۵-۶۳۶-۶۳۷-۶۳۸-۶۳۹-۶۴۰-۶۴۱-۶۴۲-۶۴۳-۶۴۴-۶۴۵-۶۴۶-۶۴۷-۶۴۸-۶۴۹-۶۵۰-۶۵۱-۶۵۲-۶۵۳-۶۵۴-۶۵۵-۶۵۶-۶۵۷-۶۵۸-۶۵۹-۶۶۰-۶۶۱-۶۶۲-۶۶۳-۶۶۴-۶۶۵-۶۶۶-۶۶۷-۶۶۸-۶۶۹-۶۷۰-۶۷۱-۶۷۲-۶۷۳-۶۷۴-۶۷۵-۶۷۶-۶۷۷-۶۷۸-۶۷۹-۶۸۰-۶۸۱-۶۸۲-۶۸۳-۶۸۴-۶۸۵-۶۸۶-۶۸۷-۶۸۸-۶۸۹-۶۹۰-۶۹۱-۶۹۲-۶۹۳-۶۹۴-۶۹۵-۶۹۶-۶۹۷-۶۹۸-۶۹۹-۷۰۰-۷۰۱-۷۰۲-۷۰۳-۷۰۴-۷۰۵-۷۰۶-۷۰۷-۷۰۸-۷۰۹-۷۱۰-۷۱۱-۷۱۲-۷۱۳-۷۱۴-۷۱۵-۷۱۶-۷۱۷-۷۱۸-۷۱۹-۷۲۰-۷۲۱-۷۲۲-۷۲۳-۷۲۴-۷۲۵-۷۲۶-۷۲۷-۷۲۸-۷۲۹-۷۳۰-۷۳۱-۷۳۲-۷۳۳-۷۳۴-۷۳۵-۷۳۶-۷۳۷-۷۳۸-۷۳۹-۷۴۰-۷۴۱-۷۴۲-۷۴۳-۷۴۴-۷۴۵-۷۴۶-۷۴۷-۷۴۸-۷۴۹-۷۵۰-۷۵۱-۷۵۲-۷۵۳-۷۵۴-۷۵۵-۷۵۶-۷۵۷-۷۵۸-۷۵۹-۷۶۰-۷۶۱-۷۶۲-۷۶۳-۷۶۴-۷۶۵-۷۶۶-۷۶۷-۷۶۸-۷۶۹-۷۷۰-۷۷۱-۷۷۲-۷۷۳-۷۷۴-۷۷۵-۷۷۶-۷۷۷-۷۷۸-۷۷۹-۷۸۰-۷۸۱-۷۸۲-۷۸۳-۷۸۴-۷۸۵-۷۸۶-۷۸۷-۷۸۸-۷۸۹-۷۹۰-۷۹۱-۷۹۲-۷۹۳-۷۹۴-۷۹۵-۷۹۶-۷۹۷-۷۹۸-۷۹۹-۸۰۰-۸۰۱-۸۰۲-۸۰۳-۸۰۴-۸۰۵-۸۰۶-۸۰۷-۸۰۸-۸۰۹-۸۱۰-۸۱۱-۸۱۲-۸۱۳-۸۱۴-۸۱۵-۸۱۶-۸۱۷-۸۱۸-۸۱۹-۸۲۰-۸۲۱-۸۲۲-۸۲۳-۸۲۴-۸۲۵-۸۲۶-۸۲۷-۸۲۸-۸۲۹-۸۳۰-۸۳۱-۸۳۲-۸۳۳-۸۳۴-۸۳۵-۸۳۶-۸۳۷-۸۳۸-۸۳۹-۸۴۰-۸۴۱-۸۴۲-۸۴۳-۸۴۴-۸۴۵-۸۴۶-۸۴۷-۸۴۸-۸۴۹-۸۵۰-۸۵۱-۸۵۲-۸۵۳-۸۵۴-۸۵۵-۸۵۶-۸۵۷-۸۵۸-۸۵۹-۸۶۰-۸۶۱-۸۶۲-۸۶۳-۸۶۴-۸۶۵-۸۶۶-۸۶۷-۸۶۸-۸۶۹-۸۷۰-۸۷۱-۸۷۲-۸۷۳-۸۷۴-۸۷۵-۸۷۶-۸۷۷-۸۷۸-۸۷۹-۸۸۰-۸۸۱-۸۸۲-۸۸۳-۸۸۴-۸۸۵-۸۸۶-۸۸۷-۸۸۸-۸۸۹-۸۹۰-۸۹۱-۸۹۲-۸۹۳-۸۹۴-۸۹۵-۸۹۶-۸۹۷-۸۹۸-۸۹۹-۹۰۰-۹۰۱-۹۰۲-۹۰۳-۹۰۴-۹۰۵-۹۰۶-۹۰۷-۹۰۸-۹۰۹-۹۱۰-۹۱۱-۹۱۲-۹۱۳-۹۱۴-۹۱۵-۹۱۶-۹۱۷-۹۱۸-۹۱۹-۹۲۰-۹۲۱-۹۲۲-۹۲۳-۹۲۴-۹۲۵-۹۲۶-۹۲۷-۹۲۸-۹۲۹-۹۳۰-۹۳۱-۹۳۲-۹۳۳-۹۳۴-۹۳۵-۹۳۶-۹۳۷-۹۳۸-۹۳۹-۹۴۰-۹۴۱-۹۴۲-۹۴۳-۹۴۴-۹۴۵-۹۴۶-۹۴۷-۹۴۸-۹۴۹-۹۵۰-۹۵۱-۹۵۲-۹۵۳-۹۵۴-۹۵۵-۹۵۶-۹۵۷-۹۵۸-۹۵۹-۹۶۰-۹۶۱-۹۶۲-۹۶۳-۹۶۴-۹۶۵-۹۶۶-۹۶۷-۹۶۸-۹۶۹-۹۷۰-۹۷۱-۹۷۲-۹۷۳-۹۷۴-۹۷۵-۹۷۶-۹۷۷-۹۷۸-۹۷۹-۹۸۰-۹۸۱-۹۸۲-۹۸۳-۹۸۴-۹۸۵-۹۸۶-۹۸۷-۹۸۸-۹۸۹-۹۹۰-۹۹۱-۹۹۲-۹۹۳-۹۹۴-۹۹۵-۹۹۶-۹۹۷-۹۹۸-۹۹۹-۱۰۰۰-۱۰۰۱-۱۰۰۲-۱۰۰۳-۱۰۰۴-۱۰۰۵-۱۰۰۶-۱۰۰۷-۱۰۰۸-۱۰۰۹-۱۰۱۰-۱۰۱۱-۱۰۱۲-۱۰۱۳-۱۰۱۴-۱۰۱۵-۱۰۱۶-۱۰۱۷-۱۰۱۸-۱۰۱۹-۱۰۲۰-۱۰۲۱-۱۰۲۲-۱۰۲۳-۱۰۲۴-۱۰۲۵-۱۰۲۶-۱۰۲۷-۱۰۲۸-۱۰۲۹-۱۰۳۰-۱۰۳۱-۱۰۳۲-۱۰۳۳-۱۰۳۴-۱۰۳۵-۱۰۳۶-۱۰۳۷-۱۰۳۸-۱۰۳۹-۱۰۴۰-۱۰۴۱-۱۰۴۲-۱۰۴۳-۱۰۴۴-۱۰۴۵-۱۰۴۶-۱۰۴۷-۱۰۴۸-۱۰۴۹-۱۰۵۰-۱۰۵۱-۱۰۵۲-۱۰۵۳-۱۰۵۴-۱۰۵۵-۱۰۵۶-۱۰۵۷-۱۰۵۸-۱۰۵۹-۱۰۶۰-۱۰۶۱-۱۰۶۲-۱۰۶۳-۱۰۶۴-۱۰۶۵-۱۰۶۶-۱۰۶۷-۱۰۶۸-۱۰۶۹-۱۰۷۰-۱۰۷۱-۱۰۷۲-۱۰۷۳-۱۰۷۴-۱۰۷۵-۱۰۷۶-۱۰۷۷-۱۰۷۸-۱۰۷۹-۱۰۸۰-۱۰۸۱-۱۰۸۲-۱۰۸۳-۱۰۸۴-۱۰۸۵-۱۰۸۶-۱۰۸۷-۱۰۸۸-۱۰۸۹-۱۰۹۰-۱۰۹۱-۱۰۹۲-۱۰۹۳-۱۰۹۴-۱۰۹۵-۱۰۹۶-۱۰۹۷-۱۰۹۸-۱۰۹۹-۱۱۰۰-۱۱۰۱-۱۱۰۲-۱۱۰۳-۱۱۰۴-۱۱۰۵-۱۱۰۶-۱۱۰۷-۱۱۰۸-۱۱۰۹-۱۱۱۰-۱۱۱۱-۱۱۱۲-۱۱۱۳-۱۱۱۴-۱۱۱۵-۱۱۱۶-۱۱۱۷-۱۱۱۸-۱۱۱۹-۱۱۲۰-۱۱۲۱-۱۱۲۲-۱۱۲۳-۱۱۲۴-۱۱۲۵-۱۱۲۶-۱۱۲۷-۱۱۲۸-۱۱۲۹-۱۱۳۰-۱۱۳۱-۱۱۳۲-۱۱۳۳-۱۱۳۴-۱۱۳۵-۱۱۳۶-۱۱۳۷-۱۱۳۸-۱۱۳۹-۱۱۴۰-۱۱۴۱-۱۱۴۲-۱۱۴۳-۱۱۴۴-۱۱۴۵-۱۱۴۶-۱۱۴۷-۱۱۴۸-۱۱۴۹-۱۱۵۰-۱۱۵۱-۱۱۵۲-۱۱۵۳-۱۱۵۴-۱۱۵۵-۱۱۵۶-۱۱۵۷-۱۱۵۸-۱۱۵۹-۱۱۶۰-۱۱۶۱-۱۱۶۲-۱۱۶۳-۱۱۶۴-۱۱۶۵-۱۱۶۶-۱۱۶۷-۱۱۶۸-۱۱۶۹-۱۱۷۰-۱۱۷۱-۱۱۷۲-۱۱۷۳-۱۱۷۴-۱۱۷۵-۱۱۷۶-۱۱۷۷-۱۱۷۸-۱۱۷۹-۱۱۸۰-۱۱۸۱-۱۱۸۲-۱۱۸۳-۱۱۸۴-۱۱۸۵-۱۱۸۶-۱۱۸۷-۱۱۸۸-۱۱۸۹-۱۱۹۰-۱۱۹۱-۱۱۹۲-۱۱۹۳-۱۱۹۴-۱۱۹۵-۱۱۹۶-۱۱۹۷-۱۱۹۸-۱۱۹۹-۱۲۰۰-۱۲۰۱-۱۲۰۲-۱۲۰۳-۱۲۰۴-۱۲۰۵-۱۲۰۶-۱۲۰۷-۱۲۰۸-۱۲۰۹-۱۲۱۰-۱۲۱۱-۱۲۱۲-۱۲۱۳-۱۲۱۴-۱۲۱۵-۱۲۱۶-۱۲۱۷-۱۲۱۸-۱۲۱۹-۱۲۲۰-۱۲۲۱-۱۲۲۲-۱۲۲۳-۱۲۲۴-۱۲۲۵-۱۲۲۶-۱۲۲۷-۱۲۲۸-۱۲۲۹-۱۲۳۰-۱۲۳۱-۱۲۳۲-۱۲۳۳-۱۲۳۴-۱۲۳۵-۱۲۳۶-۱۲۳۷-۱۲۳۸-۱۲۳۹-۱۲۴۰-۱۲۴۱-۱۲۴۲-۱۲۴۳-۱۲۴۴-۱۲۴۵-۱۲۴۶-۱۲۴۷-۱۲۴۸-۱۲۴۹-۱۲۵۰-۱۲۵۱-۱۲۵۲-۱۲۵۳-۱۲۵۴-۱۲۵۵-۱۲۵۶-۱۲۵۷-۱۲۵۸-۱۲۵۹-۱۲۶۰-۱۲۶۱-۱۲۶۲-۱۲۶۳-۱۲۶۴-۱۲۶۵-۱۲۶۶-۱۲۶۷-۱۲۶۸-۱۲۶۹-۱۲۷۰-۱۲۷۱-۱۲۷۲-۱۲۷۳-۱۲۷۴-۱۲۷۵-۱۲۷۶-۱۲۷۷-۱۲۷۸-۱۲۷۹-۱۲۸۰-۱۲۸۱-۱۲۸۲-۱۲۸۳-۱۲۸۴-۱۲۸۵-۱۲۸۶-۱۲۸۷-۱۲۸۸-۱۲۸۹-۱۲۹۰-۱۲۹۱-۱۲۹۲-۱۲۹۳-۱۲۹۴-۱۲۹۵-۱۲۹۶-۱۲۹۷-۱۲۹۸-۱۲۹۹-۱۳۰۰-۱۳۰۱-۱۳۰۲-۱۳۰۳-۱۳۰۴-۱۳۰۵-۱۳۰۶-۱۳۰۷-۱۳۰۸-۱۳۰۹-۱۳۱۰-۱۳۱۱-۱۳۱۲-۱۳۱۳-۱۳۱۴-۱۳۱۵-۱۳۱۶-۱۳۱۷-۱۳۱۸-۱۳۱۹-۱۳۲۰-۱۳۲۱-۱۳۲۲-۱۳۲۳-۱۳۲۴-۱۳۲۵-۱۳۲۶-۱۳۲۷-۱۳۲۸-۱۳۲۹-۱۳۳۰-۱۳۳۱-۱۳۳۲-۱۳۳۳-۱۳۳۴-۱۳۳۵-۱۳۳۶-۱۳۳۷-۱۳۳۸-۱۳۳۹-۱۳۴۰-۱۳۴۱-۱۳۴۲-۱۳۴۳-۱۳۴۴-۱۳۴۵-۱۳۴۶-۱۳۴۷-۱۳۴۸-۱۳۴۹-۱۳۵۰-۱۳۵۱-۱۳۵۲-۱۳۵۳-۱۳۵۴-۱۳۵۵-۱۳۵۶-۱۳۵۷-۱۳۵۸-۱۳۵۹-۱۳۶۰-۱۳۶۱-۱۳۶۲-۱۳۶۳-۱۳۶۴-۱۳۶۵-۱۳۶۶-۱۳۶۷-۱۳۶۸-۱۳۶۹-۱۳۷۰-۱۳۷۱-۱۳۷۲-۱۳۷۳-۱۳۷۴-۱۳۷۵-۱۳۷۶-۱۳۷۷-۱۳۷۸-۱۳۷۹-۱۳۸۰-۱۳۸۱-۱۳۸۲-۱۳۸۳-۱۳۸۴-۱۳۸۵-۱۳۸۶-۱۳۸۷-۱۳۸۸-۱۳۸۹-۱۳۹۰-۱۳۹۱-۱۳۹۲-۱۳۹۳-۱۳۹۴-۱۳۹۵-۱۳۹۶-۱۳۹۷-۱۳۹۸-۱۳۹۹-۱۴۰۰-۱۴۰۱-۱۴۰۲-۱۴۰۳-۱۴۰۴-۱۴۰۵-۱۴۰۶-۱۴۰۷-۱۴۰۸-۱۴۰۹-۱۴۱۰-۱۴۱۱-۱۴۱۲-۱۴۱۳-۱۴۱۴-۱۴۱۵-۱۴۱۶-۱۴۱۷-۱۴۱۸-۱۴۱۹-۱۴۲۰-۱۴۲۱-۱۴۲۲-۱۴۲۳-۱۴۲۴-۱۴۲۵-۱۴۲۶-۱۴۲۷-۱۴۲۸-۱۴۲۹-۱۴۳۰-۱۴۳۱-۱۴۳۲-۱۴۳۳-۱۴۳۴-۱۴۳۵-۱۴۳۶-۱۴۳۷-۱۴۳۸-۱۴۳۹-۱۴۴۰-۱۴۴۱-۱۴۴۲-۱۴۴۳-۱۴۴۴-۱۴۴۵-۱۴۴۶-۱۴۴۷-۱۴۴۸-۱۴۴۹-۱۴۵۰-۱۴۵۱-۱۴۵۲-۱۴۵۳-۱۴۵۴-۱۴۵۵-۱۴۵۶-۱۴۵۷-۱۴۵۸-۱۴۵۹-۱۴۶۰-۱۴۶۱-۱۴۶۲-۱۴۶۳-۱۴۶۴-۱۴۶۵-۱۴۶۶-۱۴۶۷-۱۴۶۸-۱۴۶۹-۱۴۷۰-۱۴۷۱-۱۴۷۲-۱۴۷۳-۱۴۷۴-۱۴۷۵-۱۴۷۶-۱۴۷۷-۱۴۷۸-۱۴۷۹-۱۴۸۰-۱۴۸۱-۱۴۸۲-۱۴۸۳-۱۴۸۴-۱۴۸۵-۱۴۸۶-۱۴۸۷-۱۴۸۸-۱۴۸۹-۱۴۹۰-۱۴۹۱-۱۴۹۲-۱۴۹۳-۱۴۹۴-۱۴۹۵-۱۴۹۶-۱۴۹۷-۱۴۹۸-۱۴۹۹-۱۵۰۰-۱۵۰۱-۱۵۰۲-۱۵۰۳-۱۵۰۴-۱۵۰۵-۱۵۰۶-۱۵۰۷-۱۵۰۸-۱۵۰۹-۱۵۱۰-۱۵۱۱-۱۵۱۲-۱۵۱۳-۱۵۱۴-۱۵۱۵-۱۵۱۶-۱۵۱۷-۱۵۱۸-۱۵۱۹-۱۵۲۰-۱۵۲۱-۱۵۲۲-۱۵۲۳-۱۵۲۴-۱۵۲۵-۱۵۲۶-۱۵۲۷-۱۵۲۸-۱۵۲۹-۱۵۳۰-۱۵۳۱-۱۵۳۲-۱۵۳۳-۱۵۳۴-۱۵۳۵-۱۵۳۶-۱۵۳۷-۱۵۳۸-۱۵۳۹-۱۵۴۰-۱۵۴۱-۱۵۴۲-۱۵۴۳-۱۵۴۴-۱۵۴۵-۱۵۴۶-۱۵۴۷-۱۵۴۸-۱۵۴۹-۱۵۵۰-۱۵۵۱-۱۵۵۲-۱۵۵۳-۱۵۵۴-۱۵۵۵-۱۵۵۶-۱۵۵۷-۱۵۵۸-۱۵۵۹-۱۵۶۰-۱۵۶۱-۱۵۶۲-۱۵۶۳-۱۵۶۴-۱۵۶۵-۱۵۶۶-۱۵۶۷-۱۵۶۸-۱۵۶۹-۱۵۷۰-

قدرت رکھنے والا آدمی نہیں دیکھا۔

امام سیوطیؒ اس حدیث کی طرف اشارہ فرماتے ہیں کہ جس کو ابو ہریرہؓ نے روایت کیا ہے جو مسلم شریف کے ص ۳۱۲ میں ہے لو کان الدین عند الثریا لحدیث کہ اگر دین ثریا پر ہوگا تو ایک شخص اہل فارس کا اس کو حاصل کرے گا۔

حدیث۔ لو کان الدین عند الثریا لذهب به رجل من فارس او قال من ابناء فارس

حتى یتناوله۔ ۲۵

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر دین ثریا کے پاس بھی ہو تو ایک شخص اہل فارس میں کا اس کو ضرور حاصل کرے گا۔

چنانچہ علامہ جلال الدین سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث ایسی اصل ہے جس پر امام ابو حنیفہ کی بشارت اور فضیلت تامہ کے لئے اعتماد کیا جائے۔

امام جلال الدین سیوطیؒ کے شاگرد رشید علامہ محمد بن یوسف دمشقی شافعی فرماتے ہیں جو ہمارے استاد نے کہا ہے کہ اس حدیث سے امام حنیفہ ہی مراد ہیں یہی ظاہر اور صحیح ہے اس میں کسی قسم کا شک و شبہ نہیں کیونکہ ابنائے فارس میں کوئی شخص امام اعظمؒ کے مرتبہ تک نہیں پہنچ سکا اسی طرح حافظ بن حجر مکی شافعی اور عبد اللہ الوہاب شعرانی شافعی وغیرہ نے بھی امام ابو حنیفہؒ کو اس حدیث کا مصداق بتایا ہے پس اتنے بڑے بڑے اماموں کے مقابلہ میں کسی کا قول معتبر نہیں۔

پس خلاصہ کلام یہ ہے کہ امام حنیفہؒ ثقہ، عادل، ضابطہ متقن، حافظ حدیث، متقی، ورع، امام مجتہد، زاہد، تابعی عالم، عامل ہیں ان کے زمانہ میں ان کے برابر عالم عامل، فقیہ عبادت گذار کوئی دوسرا نہ تھا۔ کوئی جرح مفسر نقاد ان رجال سے ان کے حق میں ثابت نہیں۔ ابن عدی دارقطنی وغیرہ متعصبین کی جرح مع مبہم ہونے کے مقبول نہیں، دشمنوں اور حاسدوں کے اقوال کا اعتبار نہیں جو اوراق گذشتہ میں مفصل معلوم ہو چکا ہے۔

حواله جات

- ١ موطا امام مالك كتاب الصلاة، باب ماجاء في الانصات يوم الجمعة والامام يحطب ص، ٩٩ ناشر، دارالافاق الجديد، بيروت، سن طباعت ١٩٤٩-
- ٢ مصنف شيخ الاسلام برهان الدين ابوالحسن علي بن ابي بكر الفرغاني المرغيناني هداية اولين، ص ١٤١، كتاب الصلاة، ناشر اشرفي بك دپو ديوبند، سن طباعت ١٣٠١هـ-
- ٣ محمد بن اسماعيل بن ابراهيم، الجامع المسند الصحيح المختصر من امور رسول الله، كتاب الاذان، باب مايقول اذا سمع المنادي جلد ١، ص ٨٦، ناشر كتب خانة رشيدية دہلي-
- ٤ محمد امين الشهير بابن عابدين، كتاب الصلوة، باب الاذان، كتاب در مختار، ج ٢، ص ٤٠ ناشر مكتبة زكريا ديوبند، سن طباعت ١٩٩٦ء- مطابق ١٣١٤هـ-
- ٥ ابو عبد الله محمد بن يزيد القزويني، سنن ابن ماجه، ص ٤٩، باب ماجاء في الاستماع للخطبة والا نصات لها، ناشر، اشرفي بك دپو ديوبند-
- ٦ ابو عبد الله محمد بن يزيد القزويني، سنن ابن ماجه، ص ٤٩ باب ماجاء في الاستماع للخطبة والا نصات لها، ناشر اشرفي بك دپو، ديوبند-
- ٧ امام محمد، كتاب موطا امام محمد، كتاب باب الصلوة، باب وقوت الصلوة، ص ٣١، ناشر الجمهورية العربية المتحدة، المجلس الاسلامي الاعلى للشئون سن طباعت، ١٣٨٤هـ- مطابق ١٩٦٨ء-
- ٨ الشيخ محمد امين الشهير بابن عابدين، كتاب، الثامي، كتاب الصلوة، جلد ١/ ص ٢٣٠، ناشر، مكتبة لعمانية ديوبند-

- ۹۔ الشیخ شہیر بابن عابدین کتاب، الشامی، کتاب الصلوٰۃ جلد ۱/ص ۲۴۰، مکتبہ نعمانیہ دیوبند۔
- ۱۰۔ امام ابوالحسن مسلم بن حجاج القشیری، کتاب، الصحیح لمسلم، ج ۱، ص ۱۳۸، باب عن البول فی الماء الراکد، ناشر کتب خانہ رشید دہلی
- ۱۱۔ ابو جعفر احمد بن محمد، کتاب، شرح معانی الآثار، باب سور الکلب ص ۱۳، ناشر، مکتبہ آصفیہ واقعہ، دہلی ۱۳۴۸ھ۔
- ۱۲۔ امام محمد، کتاب، موطاء امام محمد، کتاب الصلوٰۃ، باب صلاۃ العیدین و امر الخطبۃ ص ۸۸ مطبع المجلس الاعلیٰ للشئون الاسلامیہ، سن طباعت، ۱۳۸۷ھ مطابق ۱۹۶۷ء
- ۱۳۔ سورۃ طلاق پارہ ۲۹ آیت ۱
- ۱۴۔ محمد بن اسماعیل، کتاب، الجامع الصحیح باب جواز الطلاق الثلاث عز وجل جلد ۲۔ ص ۷۹، ناشر مکتبہ رشید دہلی
- ۱۵۔ محمد بن اسماعیل، کتاب، الجامع الصحیح، جلد ۲ ص ۷۹ باب جواز الطلاق الثلاث عز وجل، ناشر مکتبہ رشیدیہ دہلی۔
- ۱۶۔ محمد بن اسماعیل، کتاب، الجامع الصحیح، جلد ۲ ص ۷۹ باب جواز الطلاق الثلاث عز وجل، ناشر، کتب خانہ رشیدیہ دہلی
- ۱۷۔ شاہ معین الدین احمد ندوی، کتاب، تابعین، ص ۶، مطبع معارف شہر اعظم گڑھ سن طباعت ۱۳۷۶ھ-۱۹۵۶ء۔
- ۱۸۔ کتاب، الموسوعۃ الفقہیہ، یرصد رھا المجلس الاعلیٰ للشئون الاسلامیہ القاہرہ ج ۱، ص ۲۷۶ اشاعت ۱۳۸۶ھ
- ۱۹۔ پ ۲۱، سورہ احزاب رکوع ۲۔

- ۲۰ پ ۲۸ سورہ جمعہ آیت ۹۔
- ۲۱ ابو عبد اللہ بن یزید القزوینی کتاب سنن ابن ماجہ، باب فرض الجمعة ص ۷۵، ناشر اشرفی بک ڈپو دیوبند۔
- ۲۲ الایۃ پ ۲۸ سورہ جمعہ، آیت ۹۔
- ۲۳ ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب، سنن نسائی، کتاب الجمعة ص ۱۵۴، ناشر: اشرفیہ دیوبند۔
- ۲۴ سلیمان ابن اشعث سنن ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ، باب الجمعة للمملوک والمرأة ص ۱۵۳، ناشر: یاسر ندیم اینڈ کمپنی دیوبند۔
- ۲۵ امام ابوالحسن مسلم بن حجاج القشیری، الصحیح لمسلم، باب فضل فارس، ج ۲، صفحہ ۳۱۲ ناشر مکتبہ رشیدہ دہلی۔

باب سوم

فتویٰ کی تشریح

فتویٰ یہ فتی سے مشتق ہے جس کا مادہ ”ف، ت، ی“ ہے اور اس کا معنی ”طاقتور نو جوان“ کے ہیں، چونکہ فتویٰ کے ذریعہ مشکل مسئلہ کو بیان کیا جاتا ہے، جس کے ذریعہ اس میں ایک قسم کی مضبوطی پیدا ہوتی ہے۔

فتویٰ کا لغوی معنی:

افتیٰ یفتی ای احدث حکماً، یعنی حکم کو بیان کرنا۔ ۱

فتویٰ کا اصطلاحی معنی:

تبیین الحکم الشرعی عن الدلیل لمن سأل عنه، یعنی حکم شرعی کو پوچھنے والے کے لیے دلائل کے ساتھ بیان کرنا۔ ۲

قرآن میں بھی یہ لفظ اسی معنی میں استعمال ہوا ہے چنانچہ ارشاد ربانی ہے ویستفتونک فی النساء، قل اللہ یفتیکم فیہنّ وما یتلّٰ علیکم فی الکتاب۔ ۳

اور لوگ آپ سے عورتوں کے بارے میں حکم دریافت کرتے ہیں، آپ فرما دیجیے کہ اللہ تعالیٰ ان کے بارے میں حکم دیتے ہیں اور وہ آیات بھی جو قرآن کے اندر تم کو پڑھ کر سنائی جاتی ہے۔

دوسری جگہ جو کلامہ کے سلسلے میں آیت نازل ہوئی ہے

یستفتونک ط قل اللہ یفتیکم فی الکلالہ۔ ۴

ترجمہ: لوگ آپ سے حکم دریافت کرتے ہیں، آپ فرمادیجیے کہ اللہ تم کو کلالہ کے باب میں حکم دیتے ہیں۔

کسی چیز کا شرعی حکم جاننے کے تعلق سے سوال و جواب کا سلسلہ عہد رسالت سے جاری ہے، اور آپ سے صحابہ کرام اپنے پیش آمدہ مسائل کے متعلق حکم دریافت کرتے اور آپ ان تمام صحابہ کرام کو جوابات دیتے، آنحضرتؐ کے بعد اس عظیم الشان منصب پر آپ کے جلیل القدر صاحب بصیرت صحابہ کرام فائز ہوئے جو صاحب فتویٰ تھے، ان کے تعداد کے متعلق حافظ ابن القیم کا بیان ہے کہ وہ ایک سو تیس ہیں جن میں صحابہ و صحابیات دونوں شامل ہیں اور ان ایک سو تیس میں سے سات بہت ہی زیادہ مشہور ہیں، اور ان کے فتاویٰ کتب حدیث میں بکثرت موجود ہیں، ان سات کے نام یہ ہیں:

(۱) حضرت عمرؓ (۲) حضرت علیؓ (۳) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ (۴) ام المومنین حضرت عائشہؓ (۵) حضرت زید بن ثابتؓ (۶) حضرت عبداللہ بن عمرؓ (۷) حضرت عبداللہ بن عباسؓ، پھر ان حضرات اور دوسرے صحابہ کرام کے ذریعہ دینی علوم میں نشوونما پائی اور اس طرح چراغ سے چراغ جلتا چلا گیا، چنانچہ صحابہ کرام کے بعد تابعین، تابعین کے بعد تبع تابعین، پھر اس کے بعد علماء فقہاء نے یہ سلسلہ جاری رکھا، اور یہی سلسلہ چل کر ہمارے اس دور تک پہنچا ہے، جس کا سب سے بڑا مرکز اس وقت عالم اسلام میں دارالعلوم دیوبند ہے۔ ۵۔

دارالعلوم دیوبند کا قیام

حجۃ الاسلام حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ (المتوفی ۱۲۹۷ھ) نے اپنے چند ساتھیوں اور عقیدت مندوں کے ساتھ مل کر ۱۵ محرم ۱۲۸۳ھ کو ایک دینی ادارہ کی ”مدرسہ اسلامی عربی“ کے نام سے داغ بیل ڈالی جس نے تھوڑے ہی عرصہ میں دارالعلوم کی حیثیت اختیار کر لی، اور اس اسلامی یونیورسٹی میں جہاں دوسرے شعبہ جات قائم ہوئے وہیں ”دارالافتاء“ کا قیام بھی عمل میں آیا۔

دارالافتاء کا قیام

دارالعلوم دیوبند کے ابتدائی ادوار میں باضابطہ طور پر دارالافتاء کا کوئی شعبہ قائم نہیں ہو سکا تھا، دارالعلوم دیوبند کے اساتذہ ہی اپنی تدریسی خدمات کے ساتھ ساتھ افتاء کے فرائض بھی انجام دیتے تھے، لیکن ۱۳۰۱ھ میں شوریٰ میں ایک تجویز کے ذریعہ اس کام کے لیے حضرت مولانا یعقوب صاحب صدر مدرس کو بڑی حد تک اسباب سے فارغ کر دیا، اور فتویٰ کا کام ان سے لیا جانے لگا، ان کے وصال کے بعد یہ کام مختلف لوگوں سے لیا گیا، مگر یہ سب حضرات مدرسین ہی تھے ۱۳۰۴ھ میں دارالافتاء کی ضرورت اور قیام کا اشتہار دے دیا گیا، اس شعبہ کی اہمیت بیان کی گئی، لیکن ۱۳۰۹ھ تک باضابطہ اس کے قیام کی کوئی صورت پیدا نہ ہو سکی چنانچہ سب سے پہلے جس شخص کا اس عظیم منصب پر تقرر عمل میں آیا، وہ مفتی عزیز الرحمن صاحب ہیں، ابتداء میں مفتی عزیز الرحمن صاحب کا تقرر دارالعلوم دیوبند میں نائب مہتمم کے عہدہ پر ہوا تھا، اس عہدہ پر ان کا تقرر ۲۷ ربیع الاول ۱۳۰۹ھ کو عمل میں آیا، اور ڈیڑھ سال سے زیادہ آپ اس عہدہ پر فائز رہے، مگر دوسرے ہی سال اراکین مجلس شوریٰ نے ۷ رذوالقعدہ ۱۳۱۰ھ میں دارالعلوم دیوبند کے سرپرست مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے خدمت میں لکھا، کہ مہتمم مدرسہ کو نائب کی ضرورت نہیں ہے، اس لیے تحریر فرمایا جائے کہ مفتی عزیز الرحمن صاحب سے کیا کام لیا جائے، پھر اسی خط کے اخیر میں ان کی توجہ اس طرف مبذول کرائی کہ مفتی مقرر نہ ہونے کی وجہ سے مستفتیوں کو جواب دیر میں ملتا ہے، جس سے ان کا ہرج ہوتا ہے چنانچہ ۹ رذوالقعدہ ۱۳۱۰ھ کو حضرت گنگوہیؒ کا یہ جواب موصول ہوا کہ

”بندہ کے نزدیک مولوی عزیز الرحمن صاحب کو اہتمام سے جدا کر کے افتاء مدرسہ و اسباق طلبہ دیے جاویں اور اعانت مدرسین کی کریں اور لاریب جواب فتویٰ دیر میں ملنے سے بسبب عدم فرصتی مدرسین کے مدرسہ کو بدنامی ہے۔ اور کام افتاء کا ایسا نہیں ہے کہ باوجود شغل درس کے اس کو کر سکے۔“

(نقل خط حضرت گنگوہیؒ از رجسٹر تجاویز شوریٰ ص ۱۰۳)

اس خط کا ملنا تھا کہ دارالعلوم دیوبند میں ”دارالافتاء“ قائم ہو گیا، اور اس طرح مفتی عزیز الرحمن صاحب اپنی وفات ۱۳۴۶ھ تک مسند افتاء پر فائز رہے۔ (☆ ۶ مفتی ظفیر الدین صاحب کتاب فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج ۱، ناشر نیشنل پرنٹنگ پریس دیوبند سن طباعت ۱۳۸۲ھ-۱۹۶۲ء)

دارالعلوم دیوبند کے مفتیان کرام کے اسمائے گرامی:

۱۳۴۷ھ میں حضرت مولانا اعجاز علی صاحب ”صدر مفتی“ اور مولانا مفتی ریاض الدین صاحب ”مفتی کی حیثیت سے دارالافتاء کے ذمہ دار بنائے گئے یہ دور ۱۳۴۸ھ تک رہا۔

۱۳۴۹ھ میں تنہا حضرت مولانا مفتی ریاض الدین صاحب کی ذمہ داری میں دارالافتاء آ گیا۔

۱۳۵۰ھ میں حضرت مفتی محمد شفیع صاحب ”صدر مفتی“ کے عہدہ پر فائز کئے گئے آپ اس عہدہ پر ۱۳۵۴ھ تک فائز رہے۔

۱۳۵۵ھ میں حضرت مولانا محمد سہول صاحب ”صدر مفتی“ مقرر کئے گئے آپ ۱۳۵۷ھ تک صدر مفتی کے عہدے پر رہے۔

۱۳۵۸ھ میں حضرت مولانا کفایت اللہ صاحب ”میرٹھی مفتی“ مقرر کئے گئے آپ صرف ایک سال تک رہے۔

۱۳۵۹ھ میں دوبارہ مولانا محمد شفیع صاحب مفتی مقرر کئے گئے اور ۱۳۶۱ھ تک آپ مفتی رہے۔

۱۳۶۲ھ میں حضرت مولانا محمد فاروق صاحب ”امیٹھوی“ حضرت مولانا صدیق احمد صاحب مفتی مالیر کوٹلہ دارالعلوم دیوبند کے مفتی مقرر کئے گئے آپ ۱۳۶۳ھ تک رہے

۱۳۶۴ھ میں پھر مولانا محمد اعجاز علی صاحب ”مفتی“ مقرر کئے گئے آپ ۱۳۶۶ھ تک مفتی رہے۔

اس کے بعد دارالعلوم دیوبند کے مہتمم حضرت قاری طیب صاحب ”کے حسب ہدایت اور مجلس شوریٰ دارالعلوم دیوبند کے اصرار پر حضرت مفتی مہدی حسن صاحب“ کو ۱۳۶۷ھ مطابق ۱۹۴۶ء میں

صدر مفتی کے طور پر مقرر فرمایا۔

مفتی صاحب کے زمانہ صدارت میں دارالافتاء دارالعلوم دیوبند سے ۱۵۳۲۲ فتاویٰ جاری ہوئے جو ابھی تک غیر مطبوعہ اور غیر مدون ہیں، جب ہمیں اپنی تھیسس کے لیے مفتی صاحب کے فتاویٰ پر نظر ڈالنے کی ضرورت پڑی تو ہم نے اس کے لیے دارالعلوم دیوبند جانے کا قصد کیا، اور نائب مہتمم حضرت مولانا عبدالحق سنبھلی صاحب کی اجازت سے دارالافتاء نے ہمیں مفتی صاحب کے فتاویٰ کا ایک رجسٹر فوٹو کاپی کے لیے عنایت کیا، جس کا ہم نے بغور مطالعہ کیا، اس رجسٹر کے اندر جو فتاویٰ درج ہیں وہ بیشتر انسان کے معاشرتی زندگی میں پیش آنے والے مسائل مثلاً نکاح و طلاق میراث نیز صلوة و صوم و حج اور کنویں کی پاکی اور ناپاکی کے بارے میں ہے، مفتی صاحب کے زمانے میں کنویں کی پاکی اور ناپاکی کا مسئلہ عوام کے ساتھ بکثرت پیش آنے والے مسائل میں سے ایک تھا، جس کا شرعی حکم معلوم کرنے کے لیے عوام کو ضرورت پیش آتی تھی، ہم نے ان سب کو علیحدہ علیحدہ باب اور فصل کے تحت ذکر کیا ہے، مثلاً نکاح کے بارے میں فتویٰ، طلاق کے بارے میں فتویٰ، میراث کے بارے میں فتویٰ، اور پھر متفرق مسائل۔

مذکورہ رجسٹر میں جو فتاویٰ درج ہیں ان میں سے اکثر فتاویٰ ایسے ہیں کہ ان کا کوئی حوالہ درج نہیں ہے اس سلسلے میں ہم نے یہ کوشش کی ہے کہ تمام مسائل کے حوالے ان کے مآخذ مصادرتک بھی ان کے ساتھ ذکر کر دیے جائے تاکہ رجوع کرنے میں کسی کو کوئی دقت پیش نہ آئے۔

مفتی صاحب کا طرز فتویٰ:

مذکورہ رجسٹر پر غائر نظر ڈالنے سے یہ اندازہ ہوتا ہے مفتی صاحب کے اندر علم کی گہرائی و پختگی اور مطالعہ کی وسعت تھی، آپ کا انداز فکر سلجھا ہوا، صاف ستھرا، اور پختہ تھا، کہیں کسی مسئلہ میں آپ نے تذبذب کی رائے اختیار نہیں کی، بلکہ مسائل کی تہہ تک پہنچ جاتے ہیں اور جو جواب تحریر فرماتے ہیں، وہ ہر پہلو سے ٹھوس اور مکمل ہوتا ہے، کمال یہ ہے کہ آخری عمر تک آپ کا حافظہ بہت قوی تھا انداز سلیس اور جامع، معمولی پڑھا لکھا آدمی آسانی کے ساتھ آپ کا جواب سمجھ لیتا ہے، کسی کو کوئی الجھن پیش نہیں

آتی ہے۔

مفتی صاحب سوال پڑھ کر پہلے سائل کی علمی قدر و منزلت کا اندازہ لگایا کرتے تھے، پھر اسی کے مطابق جواب تحریر فرماتے تھے، مفتی صاحب کے جواب سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ کہیں آپ نے اپنی بات کو مدلل اور حوالوں کے ساتھ ذکر کیا، اور کہیں سرسری طور پر صرف جواب پر اکتفا کیا ہے، یہ فرق صرف سائل کے فرق مراتب کے لحاظ کی وجہ سے ہے، اور فتویٰ ہمیشہ مفتی بہ قول پر دیتے تھے۔

فتاوے کے لیے اکثر آپ کے پیش نظر درمختار، شامی، اور فتاویٰ عالمگیری جیسی کتابیں ہوتی تھیں اسی وجہ سے بکثرت انہیں کتابوں کا حوالہ دیا گیا ہے۔

نکاح سے متعلق فتاویٰ

السوال :- کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کی ماں نے اپنی بیٹی ہندہ کے بجائے زینب بنت خالد کو بکر کی ماں کو دکھایا اور زینب کے دھوکہ میں بکر کا نکاح ہندہ سے ہو گیا ہے۔

الجواب :- صورت مسئلہ میں ہندہ بنت زید کے بجائے زینب بنت خالد کو دکھایا تھا اور نکاح ہندہ سے کر دیا ایجاب و قبول سب ہندہ کے نام سے ہوا ہے تو نکاح صحیح ہو گیا ہندہ بکر کی بیوی ہوگی اب بکر کو اختیار ہے کہ ہندہ کو اپنے نکاح میں رکھے یا طلاق دیدے ولولہ بنتان ار اذتزوج الکبریٰ فغلط فسماہا باسم الصغریٰ صح للصغریٰ۔

السوال :- عرض ہے کہ بیوی کے انتقال کے بعد بیوی کی بڑی بہن جو بیوہ ہے اس سے نکاح جائز ہے یا نہیں مہربانی کر کے جواب دیجئے۔

الجواب :- بیوی کے انتقال کے بعد اس کی بیوہ بہن سے نکاح حلال اور جائز ہے۔
ماتت امراته له التزوج باختها بعد يوم من موتها۔

السوال :- کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں شفیع اللہ کی دو بیویاں تھیں، زہرہ بیگم اور خاتون بیگم دونوں کا انتقال ہو چکا ہے، خاتون بیگم کے بطن سے ایک لڑکا شفیع اللہ کا ہے، جس کا نام کلیم اللہ ہے، زہرہ بیگم کے بطن سے ایک لڑکی شفیع اللہ کی ہے، جس کا نام بدر النساء ہے، اور بدر النساء کے بطن سے ایک لڑکی فاطمہ ہے، جو شفیع اللہ کی نواسی ہے، دریافت ہے کہ کیا از روئے شرع وحدیث کلیم اللہ کا نکاح فاطمہ بیگم نواسی شفیع اللہ کے ساتھ جائز ہو سکتا ہے۔

الجواب :- حامداً او مصلياً و تسليماً۔ کلیم اللہ کا نکاح فاطمہ خاتون سے جائز نہیں ہے اس لیے کہ فاطمہ خاتون کلیم اللہ کی علاقہ بھانجی ہے اور علاقہ بھانجی سے نکاح حرام ہے، قال فی الرد المختار اسباب التحريم انواع قرابته و مصاهرة (الی ان قال) و بنات الاخوة والاخوات۔

السوال :- ایک مسلمان نے ایک ٹھکرائن کو بلا نکاح رکھ لیا، اس کے بطن سے ایک لڑکی پیدا ہوئی، تو اس کے باپ نے اس فاطمہ نامی لڑکی سے بھی تعلق رکھ لیا، جس سے اس کو اپنے باپ کا حامل

رہ گیا، اور بھاگ کر اوپر گاؤں میں آئی، اور برائے نام دلیا نامی نیم پاگل سے عقد کر دیا، اور لوگ زنا کرتے رہے، اب شوہر اول، دلیا سے طلاق نامہ لکھوایا، اور ایک ہفتہ کے اندر ہی الطاف سے نکاح کر دیا اب فاطمہ کا عندالشرع کیا حکم ہے، اور مندرجہ مسئلوں کا عندالشرع حکم بتلائیے:

(۱) بغیر عدت پوری کئے جو الطاف سے نکاح قیس نے فاطمہ کا کر دیا تھا، وہ نکاح درست ہوا کہ نہیں۔

(۲) کیا اب بغیر الطاف کے طلاق دیئے ہوئے قیس اس کی لڑکی سے عقد کر سکتا ہے یا نہیں۔

(۳) کیا الطاف کا نکاح اب بھی قائم سمجھا جاوے گا، جبکہ بغیر عدت پوری ہوئے فاطمہ کا اس سے نکاح ہو گیا تھا، حالانکہ اب عدت دلیا سے طلاق ہونے کے بعد پوری ہو چکی ہے۔

(۴) کیا قیس جس نے اس لڑکی کو منہ بولی لڑکی بنالیا تھا، اور اعلان بھی کر دیا تھا، ایسی لڑکی سے نکاح کر سکتا ہے۔

(۵) جب قیس کے پاس ایک آزاد خاندانی عورت پہلے سے موجود ہے، تو ایک ولد الحرام لڑکی (فاطمہ) کو نکاح میں رکھنا شرعی لحاظ سے جائز ہوگا، جس کی حیثیت ایک لاوارث لونڈی کی ہے۔

(۶) قیس کو سمجھایا گیا کہ وہ فاطمہ کو طلاق دینے کے لیے تیار ہیں، اور انشاء اللہ طلاق دیں گے پھر ایک مسئلہ درپیش ہے کہ اگر لڑکی کی شادی کسی تیسرے ضرورت مند نیک آدمی سے بعد میعاد عدت گزارنے کے کرنی ہو تو کیا اس بات کی ضرورت باقی ہے، کہ الطاف سے بھی پہلے طلاق حاصل کیا جاوے جس کے نکاح کو لوگ ناجائز قرار دیتے ہیں، جو بغیر عدت گزارے ہوا تھا، نکاح نہیں مانا جائے گا، الطاف ایک شرابی آدمی ہے، فاطمہ غالباً اس کے ساتھ رہنا چاہتی ہے۔

الجواب:- وہ مسلمان جنہوں نے اپنی ولد الحرام لڑکی کے ساتھ ناجائز تعلق رکھا وہ گنہگار ہے، اس سے توبہ کرنی چاہیے۔

اگر دلیا کی شادی باہوش زمانہ میں ہوئی ہے، تو صحیح و درست ہے، اور لوگوں نے دلیا سے طلاق نامہ لکھوایا، اور دلیا نے طلاق دیدی تو عورت پر طلاق واقع ہوگئی، عدت کے بعد دوسرے سے عقد جائز

ہے، عدت میں جائز نہیں ہے:-

- (۱) قیس نے فاطمہ کا نکاح بغیر عدت پوری کئے کر دیا ہے، وہ شرعاً صحیح نہیں ہوا بلکہ فاسد ہے۔
- (۲) بغیر الطاف کے طلاق دیئے ہوئے قیس اس لڑکی سے نکاح کر سکتا ہے۔
- (۳) اب الطاف کا عقد قائم نہیں رہا، اس لیے کہ پہلا نکاح فاسد تھا اس کو توڑنا واجب تھا۔
- (۴) منہ بولی لڑکی سے نکاح کر سکتے ہیں، شرعاً اس میں کوئی خرابی نہیں ہے۔
- (۵) ایک آزاد عورت کے ماتحت ولد الحرام لڑکی کو نکاح میں رکھنا جائز ہے، لیکن دونوں کے حقوق عدل اور مساوات کے ساتھ پوری کرنا ضروری ہے ورنہ گنہگار ہوگا۔
- (۶) اگر قیس طلاق دینے کے لیے تیار ہے تو طلاق دینے کے بعد عدت گزر جانے پر کسی اور شخص سے وہ عورت نکاح کر سکتی ہے، الطاف سے ایام عدت میں نکاح ہوا اگر الطاف نے یہ سمجھتے ہوئے کہ ایام عدت میں نکاح کرنا جائز نہیں، پھر نکاح کر لیا تو وہ نکاح باطل ہے، اس میں وطی کرنا زنا ہے، جو موجب حد ہے، اور اگر الطاف نے لاعلمی میں نکاح کیا تو وہ نکاح فاسد ہے، اس کو طلاق دینی ہوگی، اور عورت ایام عدت گزار کر پھر نکاح ثانی کر لے:

اما نکاح منکوحۃ الغیر و معتدّۃ فالدخول فیہ لا یوجب العدة ان
علم أنها للغیر لا نه لم یقل أحد بحوازه فلم ینعقد أصلاً قال فعلى هذا
یفرق بین فاسده و باطله فی العدة ولهذا یجب الحد مع العلم بالحرمة
لانه زنا کما فی القنیة وغیرها۔ ان الدخول فی النکاح الفاسد موجب
للعدة وثبوت النسب ومثل له فی البحر-۱۰

بہر حال دوسرے کی منکوحہ (شادی شدہ) اور معتدہ عورت (جو عدت گزار رہی ہو) سے نکاح کرنا، اس میں دخول سے عدت واجب نہیں ہوتی بشرطیکہ اُسے معلوم ہو کہ یہ دوسرے کی ہے کیونکہ اس کے جواز کا کوئی قائل نہیں لہذا یہ (نکاح) سرے سے ہی منعقد نہیں ہوگا، فرمایا اسی بنیاد پر عدت کے سلسلے

میں نکاحِ فاسد اور نکاحِ باطل کے درمیان تفریق کی جائیگی، یہی وجہ ہے کہ حرمت کا علم ہونے کے ساتھ ساتھ حد بھی واجب ہوگی، اس لیے کہ یہ زنا ہے جیسے کہ قنیہ اور اس کے علاوہ کی کتاب میں ہے۔

بیشک دخول نکاحِ فاسد میں عدت اور ثبوت نسب کے لیے موجب بنتا ہے:

السوال:- گذارش ہے کہ ہندہ بڑی اور خالدہ چھوٹی دونوں بہنیں ہیں، اور ہندہ کی شادی شیخ بدرالدین سے ہوئی، اور خالدہ کی شادی شیخ شہاب الدین سے ہوئی ہے، ہندہ کو ایک لڑکا عبدالمنان پیدا ہوا، اور عبدالمنان کو لے کر ہندہ باپ کے یہاں رہی، وہاں خالدہ کو بھی لڑکا پیدا ہوا، جس کا نام محمد حسین ہے، اس کو ہندہ نے روتے ہوئے دیکھ کر دودھ پلایا ہے، اس کے بعد ہندہ کو ایک لڑکی بی بی وظیفہ پیدا ہوئی ہے، اتفاق سے وظیفہ کو لے کر ہندہ باپ کے یہاں گئی تھی، وہاں خالدہ کے دوسرے لڑکا مبارک پیدا ہوا، مبارک کو روتے دیکھ کر اس کو بھی دودھ پلایا ہے، اس کے بعد ہندہ کو لڑکی پیدا ہوئی، جس کا نام بی بی رخشی ہے، تین چار سال کے بعد باپ بدرالدین نے رخشی کا نکاح محمد ابراہیم سے کر دیا، اس کے بعد ہندہ کو ایک لڑکی رقیہ پیدا ہوئی، اس کے بعد بی بی تیسن پیدا ہوئی، اس کے بعد پھر بی بی حمیدہ پیدا ہوئی، اور بدرالدین فوت ہو گئے، بھائی قادر برادر بدرالدین بھی قضاء کر گئے، اب قادر کی اولاد چار ہیں، اس کے زیر سایہ ہندہ رہتی ہے، باپ بھی قضاء کر گئے ایک بھائی حکیم ہے، اب ملاحظہ کیجئے اصل مسئلہ۔

خالدہ اور شہاب الدین نے ہندہ کو اپنے گھر بلایا، اور کہا کہ تم اپنی دونوں لڑکیوں کا نکاح مسنون یعنی رقیہ اور تیسن کا ہمارے دونوں لڑکے محمد حسین اور مبارک سے کر دو، ہندہ نے کہا کہ اپنے بھائی سے دریافت کر لو، لیکن ابھی بات میری نہیں سنی، اور قاضی اور دو گواہوں کو بلا کر ہم سے اقرار کر لیا، اور ہم نے اقرار بھی کر لیا، اور ہندہ کو یہ معلوم نہیں تھا کہ دودھ سے نکاح جائز نہیں ہوتا ہے، نکاح کا خطبہ پڑھا کر نکاح کر دیا، اب اس حالت میں شریعت کیا کہتی ہے نکاح جائز ہوا یا نہیں۔

الجواب:- اگرچہ ان لڑکیوں نے خالدہ کا دودھ نہیں پیا ہے، اور محمد حسین اور مبارک نے ہندہ کا دودھ پیا ہے، پس ہندہ محمد حسین اور مبارک کی رضاعی ماں ہے، ہندہ کی جتنی اولاد ہے محمد حسین اور مبارک پر حرام ہے، ہندہ کی کسی لڑکی سے یہ دونوں نکاح نہیں کر سکتے ہیں، پس مذکورہ دونوں نکاح حرام

ہیں، ہندہ کے اقرار نکاح کر لینے سے حلال نہ ہوں گے، فوراً اس نکاح کو فسخ کر دینا چاہیے۔

السوال:- جناب مفتی فاروق صاحب نے خیرن باکرہ سے نکاح کیا، جو چار اولاد کے بعد رحلت کر گئی، پھر فاروق نے خیرن کی خالہ زاد بہن آسیہ سے نکاح کیا، جس سے اب ۱۴ عدد بچے ہیں، آسیہ کو پہلے خاوند سے ایک لڑکی شمیمہ ہے، اب ارادہ ہے کہ خیرن مرحومہ کی پہلے لڑکے اقبال کا رشتہ آسیہ کے پہلے خاوند کی لڑکی شمیمہ سے کرے یعنی فاروق اپنے پہلے مرحومہ بیوی کے لڑکے اقبال کی شادی موجودہ بیوی کے پہلے خاوند کی لڑکی شمیمہ سے کرنا چاہتا ہے، کیا از روئے شرع یہ نکاح جائز ہے یا نہیں۔

الجواب:- خیرن کے لڑکے اقبال کی شادی آسیہ کی لڑکی شمیمہ سے جو پہلے خاوند کی لڑکی ہے، جائز ہے، حرمت کی کوئی وجہ نہیں ہے، بالفرض خیرن لڑکا ہوتا تو آسیہ سے اس کا نکاح جائز ہوتا، اسی طرح خیرن کے لڑکے کا آسیہ کی لڑکی شمیمہ سے نکاح جائز ہے، واحل لکم ماوراء ذلکم میں داخل ہے۔

السوال:- کیا فرماتے ہیں، علماء دین و مفتیان شرع اس مسئلہ میں واقعہ یوں ہے کہ ایک غیر شادی شدہ لڑکا ہے، اور ایک غیر شادی شدہ لڑکی بھی ہے، دونوں میں کچھ خوشگوار تعلقات ہو گئے ہیں، لیکن کوئی کبیرہ گناہ سرزد نہیں ہوا ہے، نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ دونوں آپس میں شادی بیاہ کرنا چاہتے ہیں، مگر ان دونوں کے والدین اس چیز کو پسند نہیں فرماتے ہیں، تو اس بارے میں اسلام کس قسم کی اجازت دیتا ہے، عند الشرع کیا حکم ہے۔

الجواب:- اجنبی اور غیر محرم لڑکی کے ساتھ خوشگوار تعلقات پیدا ہونا ہی گناہ کبیرہ ہے، اسی کا نتیجہ تو یہ ہے کہ آپس میں نکاح کے لئے دونوں تیار ہیں، بالغ لڑکی پر والد کی ولایت مستحبہ ہے، جبر یہ نہیں ہے، مذکورہ لڑکا اگر لڑکی کا کفو ہے، اور ایجاب و قبول شرائط نکاح گواہوں کے سامنے ہو تو نکاح صحیح ہو جائے گا، باپ کو روکنے کا حق نہیں ہے کہ ولایت جبر یہ نہیں ہے، اور اگر غیر کفو ہے تو نکاح جائز نہیں ہوگا، مذکورہ لڑکے اور لڑکی کو اپنی شیطانی خواہش کو پورا کرنے کے لئے ایسی صورت نہ اختیار کرنی چاہئے، کہ ہمیشہ کے لئے خاندان یا والدین کی بے عزتی ہوتی رہے۔

السوال:- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نور النساء ایک بالغہ مطلقہ عورت اپنے باپ کے گھر عدت گزارنے کے بعد ایک سال نو مہینہ رہی، اسی اثناء میں باپ کے جوار میں چند زنا کے حادثہ ظہور میں آئے، حتیٰ کہ ایک غیرہ شادی شدہ نے بچہ جنا، گھر میں ماں نہیں ہے بلکہ جوان بھائی وغیرہ رہتے ہیں، باپ بے عزتی کے ڈر سے نکاح نہیں کرتا ہے، مگر باپ کے گھر سے تقریباً ایک فرلانگ دور رہنے والا عطاء الرحمن نامی ایک شخص کو اپنا شوہر تجویز کر کے باپ سے بار بار مطالبہ کیا، کہ میرا نکاح عطاء الرحمن سے کرادو، نہیں تو میں بھاگ کر اپنا نکاح کر لوں گی، پھر تم مجھ کو ملامت مت کرنا، بالآخر خدا کی نافرمانی سے بچنے کے لئے اللہ اور اس کے رسول کے حکم کو ترجیح دیتی ہوں، قاضی کے گھر پہنچ کر مولانا صاحب کو وکیل بنائی اور باہوش و حواس عطاء الرحمن سے قاضی نے تین چار شاہدوں کی موجودگی میں نکاح نور النساء کا عطاء الرحمن سے کرادیا ہے، اب خود اپنی اجازت سے بالغہ لڑکی نے نکاح پڑھوایا ہے، اب سوال یہ ہے کہ شرعاً اس عاجزہ کا نکاح عطاء الرحمن مذکور سے ولی اقرب باپ کے موجود ہوتے ہوئے جو کہ اس نکاح سے ناراض تھے نکاح درست ہوایا نہیں۔

الجواب:- بالغہ عورت پر والد کی ولایت جبریہ نہیں ہے، بلکہ مستحبہ ہے، حرہ بالغہ عورت کو اپنے نکاح کا اختیار ہے، اور جب ایسی صورت ہو کہ باپ کے کہنے پر بھی باپ اپنی عزت کی خاطر نکاح نہیں کرتا ہے، اور زنا میں مبتلا ہونے کے خوف سے اس نے عطاء الرحمن کفو سے نکاح کر لیا ہے، مذکورہ نکاح جائز اور صحیح ہو گیا ہے، باپ کو اس پر کوئی حق نہیں، شرعاً باپ غافل ہے، اور نکاح سے مانع ہے، جو ظلم ہے، نکاح درست ہے۔

السوال:- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زاہدہ خاتون اپنے باپ کے یہاں سے جا کر اپنے ننیہال میں رہنے لگی، نانانے زاہدہ خاتون کا نکاح نابالغی میں کر دیا ہے، حالانکہ اس نکاح سے باپ راضی نہیں تھا، اور اب تک ناراض ہے، بالغ ہونے کے بعد لڑکی مذکورہ کی رخصتی بھی ہو گئی، اور وہ اپنے شوہر کے یہاں آتی جاتی رہی، ایسی صورت میں جو نکاح مذکورہ کا اس کے نانانے کر دیا تھا، وہ صحیح و جائز ہے یا نہیں۔

الجواب:- نانا نے جو نکاح نابالغی میں کر دیا تھا، اور اس کا جائز ہونا نابالغہ کے باپ کی اجازت پر موقوف تھا، اگر وہ جائز رکھتا تو جائز ہوتا اور اگر رد کر دیتا تو رد ہو جاتا لیکن باپ نے نکاح کو رد نہیں کیا، اور صریحی اجازت بھی نہیں پائی گئی، لڑکی بالغ ہو گئی اور بالغ ہوتے ہی اس نے بھی رد نہیں کیا ہے بلکہ رخصتی ہونے پر شوہر کے یہاں آتی جاتی رہی جس سے اس کی رضامندی ثابت ہے کہ نکاح کو بلوغ کے بعد اس نے جائز رکھا ہے، اس لئے نکاح مذکور صحیح ہو گیا ہے، باپ کی ناراضی کا ذکر تو سوال میں مذکور ہے لیکن رد مذکور نہیں ہے پھر رخصتی کے وقت بھی اس کے باپ کا رد مذکور نہیں ہے مگر کفو میں نکاح ہوا اس لئے نکاح درست ہے بالغ ہونے کے بعد لڑکی خود مختار ہے باپ یا کسی اور ولی کی بالغہ پر ولایت جبریہ نہیں ہے، بلکہ مستحبہ ہے۔

السوال:- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کے یہاں شادی ہے، وہاں ڈھولک بھی بجی ہے، اور رسم دلہا دلہن کے اپٹن بھی ملا لڑکیوں کو مائیوں بٹھایا وغیرہ وغیرہ اور بارات میں بلجہ وغیرہ بھی بجا تو کیا ایسی شکل میں شادی میں شرکت کرنا اور کھانا وغیرہ کھانا از روئے شریعت کیسا ہے۔ جس شادی میں بلجہ ولاؤڈ اسپیکر وغیرہ بجے تو وہاں جا کر نکاح پڑھانا چاہئے یا نہیں اس کی کیا صورت ہے اس وقت دو فیصدی ایسا ہوتا ہے کہ شادی میں ڈھولک بھی بجتی ہے اور لاؤڈ اسپیکر اور بلجہ وغیرہ بھی بجایا جاتا ہے وہاں نکاح پڑھانے جانا چاہئے یا نہیں۔

زید کے یہاں جو شادی تھی بکرنے اس میں شرکت نہیں کی ہے اور کھانا وغیرہ بھی نہیں کھایا ہے وہاں بلجہ اور ڈھولک بھی بجی تھی کہا کہ ایسی جگہ کھانا جائز ہے اور شادی کے سلسلہ سے ہی زید نے بکر کو کچھ روپیہ بطور عطیہ دیا تو کیا بکر کے لیے وہ روپیہ لینا جائز ہے یا نہیں۔

الجواب:- جب پہلے سے علم ہے کہ بلجہ وغیرہ بجتا ہے ڈھولک سارنگی بج رہی ہے ہندوانہ رسمیں شادی میں ادا کی جا رہی ہے تو اس میں شرکت جائز نہیں ہے، اگر پہلے سے علم نہیں شریک ہونے کے بعد علم ہوا، اگر قدرت چلے آنے پر ہے تو وہاں سے چلا آئے اور اگر قدرت نہ ہو تو دل میں برا سمجھتا رہے اور نکاح ہوتے ہی وہاں سے چلا آئے۔

۲- اگر نکاح پڑھانے پر مقرر ہو تو نکاح جا کر پڑھا دے اور فوراً وہاں سے چلا آئے اور تو اور توبہ واستغفار کرے اگر مقرر نہیں ہے تو نکاح پڑھانے ہرگز نہ جائے۔

۳- جب علم تھا کہ شادی میں خدا رسول کے خلاف امور کئے جاتے ہیں، تو پھر ایسی جگہ کھانے کے لئے جانا حمیت اسلامی کے خلاف ہے، اور اگر کھانے کے لئے گیا ہے اور جہاں پر کھانا کھایا جاتا ہے وہاں پر ڈھولک سارنگی وغیرہ اور کوئی ناجائز شے نہیں بچ رہی ہے، تو کھانا جائز ہے، مقتدی اور پیشوا کو کھانے نہ جانا چاہئے، اسلامی شان کا تقاضہ تو یہی ہے کہ روپیہ نہ لینا چاہئے زید لڑکے کی شادی کی خوشی میں دے رہا ہے فی نفسہ اس کا لینا مباح ہے، لیکن اس کا انتظام کرنا چاہئے کہ دیکھو شادی میں شرکت نہیں کی ہے کھانا نہیں کھایا کتنے بڑے متقی ہیں اور پیسہ دیا تو لے لیا کہ طعنے صرف بکر پر نہیں ہے بلکہ بکر کے ذریعہ دوسرے نیک لوگوں پر ہونگے جو اسے ناجائز امور سے منع کرتے ہیں۔

السوال:- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں زید کا نکاح بکر کی لڑکی سے عرصہ آٹھ سال پہلے ہوا تھا، جو رخصتی کے بعد ایک سال تک زید کے گھر رہی اس کے بعد اپنے میکے جا کر بیٹھ گئی، اور بکر کے گھر سے ایک عرصہ تک زید نے لانے کی کوشش کی، لیکن بکر نے نہ بھیجی اور خلع کیلئے دعویٰ دائر کر دیا ہے، جو لڑکی کے یہ کہنے سے خارج ہو گیا ہے، کہ میں طلاق نہیں چاہتی بعد اس کے زید نے بھی ہر ممکن کوشش لانے کی کی، مگر بکر نے نہ بھیجی نکاح کو تقریباً آٹھ سال ہو چکے ہیں لیکن وہ غلط فتویٰ لے کر یہ چاہتا ہے کہ زید کے گھر نہ بھیجوں اور کچھ روپیہ لے کر لڑکی کو کسی دوسری جگہ بھیج دوں کیا بکر کا ایسا کرنا از روئے شریعت کیسا ہے، اور کیا اس کا نکاح ثانی درست ہو سکتا ہے۔

الجواب:- بکر کا لڑکی کو روکنا اور خاوند کے پاس نہ بھیجنا ناجائز اور خلاف شریعت ہے، بکر اس میں سخت گنہگار ہے، خصوصاً ایسی حالت میں کہ لڑکی عدالت میں کہہ چکی ہے کہ میں طلاق نہیں چاہتی ہوں، کسی ولی کو نکاح ہو جانے کے بعد حق نہیں ہے کہ عورت کو اس کے خاوند سے علیحدہ رکھے اس کے پاس جانے نہ دے یہ سراسر ظلم ہے جو شریعت کے خلاف ہے زید کے طلاق دیئے بغیر کسی دوسری جگہ اس عورت کا نکاح کرنا حرام اور ناجائز ہے نکاح ثانی درست نہیں ہے۔

السوال :- کیا فرماتے ہیں علمائے دین بیچ اس مسئلہ کے کہ دو بھائی شیخ منیر اور شیخ بلدار ہیں شیخ منیر کا لڑکا اور شیخ بلدار کی لڑکی ہے اس لڑکے کی شادی شیخ بلدار کی لڑکی سے ہو سکتی ہے یا نہیں یہ لڑکی اس لڑکے کی چچا زاد خالہ ہے اس صورت میں یہ نکاح جائز ہے یا نہیں لڑکی اور لڑکے کے دودھ میں اشتراک نہیں ہے۔

الجواب :- نکاح جائز ہے حرمت کی کوئی وجہ نہیں ہے واحل لکم ما وراء ذلکم۔ الے میں داخل ہے یہ حقیقی خالہ نہیں ہے جس سے نکاح حرام ہے چچری خالہ ہونی ہے اس سے نکاح جائز ہے لہذا منیر کے نواسہ کا نکاح بلدار کی لڑکی سے ہو سکتا ہے۔

طلاق سے متعلق فتاویٰ



DS-4077

السوال:- کیا فرماتے ہیں علمائے دین بچ اس مسئلہ کے کہ میرے مکان میں ارہر کٹ کر آیا ہوا تھا، اس کو میں نے جھاڑ کر مکان کے اندر ڈال دیا تھا، جو کہ قریب چار روز بدستور پڑا رہا، اور میری بیوی نے اس کا کچھ خیال نہ کیا میں روزانہ کہتا رہا کہ اس کو صاف کر کے رکھ دو، مگر باوجود اس تنبیہ کے اس پر کچھ اثر نہیں ہوا، میری والدہ میرے برابر والے مکان میں رہتی تھی، پھر میں نے اپنی والدہ سے کہا کہ اس کام کو آپ ہی کرادیں تو زیادہ بہتر ہوگا، وہ تیار ہو گئی، مگر میری بیوی نے اس کو قسم دے دی کہ تم اس کام کو مت کرو، میں کروں گی، والدہ صاحبہ واپس چلی گئیں، صبح کو میں جنگل میں اپنی کھیتی کے کام سے چلا گیا وہاں سے ایک گاڑی لکڑی کی لے کر مکان پر پہونچا، اور مجھ کو بھوک بھی زیادہ لگ رہی تھی مکان کے اندر داخل ہوتے ہی دیکھا تو اناج ایسے ہی پڑا ہوا تھا، اور دوپہر کے لئے کھانا وغیرہ تیار نہ تھا، مجھ کو بہت زیادہ غصہ آیا پھر میں نے برابر والے مکان سے اپنی والدہ کو بلالیا، اور وہ اناج صاف کرنے لگی مجھ کو اس پر غصہ آیا، اس وقت میں نے تین مرتبہ کہہ دیا کہ تجھ پر طلاق ہے، میری طرف سے والدہ اس وقت گھر میں تھیں، عندالشرع طلاق واقع ہوئی یا کہ نہیں ہوئی۔

الجواب:- کرر لفظ الطلاق وقع الكل وان نوى التاكيد دين (درمختار) وكذا لو اطلق انتباه اى بان لم ينو استينافاً ولا تاكيداً لان الاصل عدم التاكيد (درمختار) رجل قال لامرأته انت طالق انت طالق فقال عنيث بالاولى الطلاق والثانية والثالثة افها مها صدق ديانة في القضاء طلقت ثلاثاً ۱۲ قضاء عورت پر تین طلاق واقع ہوگی اب بغیر حلالہ کے آپ کے لئے حلال نہیں ہے۔ ولا ينكح مطلقه من نكاح صحيح نافذ بها اى بالثلاث حتى يطأها غيره ولو الغير مراهما بنكاح نافذ (الى قوله) تمضى عدته اى الثانى الخ- ۱۳

ترجمہ: اگر لفظ طلاق مکرر (بار بار) کہہ دیا، تو ساری طلاقیں واقع ہوگی، اگر دوسرے الفاظ طلاق سے تاکید کی نیت کی، تو دیانتہ اس کی تصدیق کی جائے گی، اور ایسے ہی اگر طلاق جیسے الفاظ کہہ دیئے یعنی

نہ تو استیناف کی نیت کی اور نہ ہی تاکید کی، (یعنی قضاء، طلاق ہوگی اور دیانۃ تصدیق کی جائے گی) اس لئے کہ اصل عدم تاکید ہے، ایک آدمی نے اپنی بیوی سے کہا انت طالق طالق، انت طالق، پھر کہنے لگا کہ میں نے پہلے سے طلاق مراد لی ہے، اور دوسرے اور تیسرے سے اس کا مفہوم مراد لیا ہے، تو دیانۃ اس کی تصدیق کی جائے گی لیکن قضاء اس پر تین طلاق واقع ہوں گی۔ نہیں نکاح کرے گی مطلقہ ثلاثہ (یعنی جس عورت کو نکاح صحیح غیر موقوف کے بعد تین طلاقیں دی گئیں ہوں) یہاں تک کہ کوئی دوسرا (نکاح صحیح نافذ کر کے) اس کے ساتھ وطی کرے اگرچہ وہ دوسرا مراہق ہی ہو (یعنی قریب البلوغ شخص) پھر دوسرا شوہر اس کو طلاق دے اور وہ عدت گزار کر دوبارہ اس سے نکاح کر سکتی ہے۔

السوال:- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں:

کہ ہندہ نے اپنی لڑکی خالدہ بالغہ کی زید سے شادی کر دی ہے، سال بھر خالدہ شوہر کے پاس رہی، اب ہندہ کہتی ہے کہ ہم نے زید کو دودھ پلایا ہے، پہلے پہل یہاں دودھ کے مسئلہ سے کوئی واقف نہ تھا عام رواج تھا، جب کہ ہندہ کو معلوم ہوا کہ دودھ پلانے سے نکاح درست نہیں ہوتا ہے، تو اپنے لڑکی خالدہ کو شوہر کے یہاں سے بلایا اور اب جانے نہیں دیتی ہے، ہندہ سے کہا جاتا ہے کہ کیوں نہیں جانے دیتی ہو کیا کوئی لڑائی جھگڑا تو نہیں ہوئی ہے، تو وہ قسم خدا اور رسول کی کھاتی ہے، کہ ہم نے صرف دودھ کی وجہ سے روکا ہے، اس لئے گزارش ہے کہ ایسی حالت میں اب شریعت کیا حکم دیتی ہے۔

الجواب:- اگر زید ہندہ کے قول کی تصدیق کرتا ہے، تو نکاح کا فسخ کرنا ضروری ہے، اس لئے کہ خالدہ رضاعی بہن ہے، جس سے نکاح حرام ہے، اور اگر زید تصدیق نہیں کرتا ہے بلکہ ہندہ کو اس قول میں جھوٹا جانتا ہے تو نکاح برقرار ہے، ہندہ کے قول کا اعتبار نہیں ہے ثبوت رضاعت کے لئے دو عادل مرد یا عورت کا قول سال بھر کے بعد بغیر تصدیق شوہر کے معتبر نہیں۔

السوال:- خاوند لاپتہ ہو گیا ہے آٹھ سال انتظار کر کے عورت نے دوسرے سے نکاح

کر لیا ہے بچے بھی پیدا ہوئے ہیں، پانچ چھ سال کے بعد پہلا خاوند آ گیا ہے، اب دوسرے خاوند کا نکاح باقی رہے گا یا فسخ ہو جائے گا۔

الجواب:- اگر بچہ پیدا ہونے کے بعد پہلا شوہر واپس آ گیا ہے تو دوسرا نکاح فوراً ختم ہو جائے گا، اب اگر پہلا شوہر عورت کو رکھنا چاہتا ہے تو بچے دوسرے شوہر کے حوالے کئے جائیں گے، اور عورت پہلے شوہر کو دلانی جائے گی، پہلے شوہر کو نکاح کی ضرورت نہیں ہوگی، اور اگر رکھنا نہیں چاہتا ہے تو عورت کو طلاق دیدے عدت کے ختم کے بعد دوسرے شوہر سے از سر نو جدید نکاح کرے بغیر نکاح کے جائز نہیں ہوگی۔ ۱۴

السوال:- کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرح متین اس مسئلہ میں کہ تین برس سے کچھ زیادہ ہوا، کہ ایک لڑکی کی شادی ایک لڑکے سے ہوئی لڑکی اپنے سسرال چلی گئی، اور شادی لڑکی اور لڑکے دونوں کے گارجین کی منظوری سے ہوئی ہے مگر رخصتی کے کچھ دنوں کے بعد لڑکا گھر سے فرار ہو گیا ہے، اور لڑکی کے خسر نے لڑکی کو تنگ کیا تو وہ وہاں سے اپنے میکے چلی آئی ہے، اور ابھی تک وہ لڑکی اپنے میکے ہی میں ہے، اور آج تک لڑکی کے سسرال سے کوئی پوچھنے والا بھی نہیں آیا ہے، اور لڑکے کے متعلق اتنا معلوم ہے کہ وہ کلکتہ میں ہے، اور درمیان میں ایک مرتبہ اپنے گھر بھی آیا تھا مگر دو چار روز کے بعد چلا گیا، اس کے بعد سے پھر نہیں آیا ہے مگر یہ معلوم نہیں ہے کہ لڑکا کلکتہ میں کس جگہ پر رہ رہا ہے، اور کون سا کام کر رہا ہے کہ اس سے جا کر بات کی جائے اب لڑکی اور اس کے گارجین دوسری شادی کرنا چاہتے ہیں تو کیا لڑکی کی دوسری شادی ایسی حالت میں کرنا درست ہے یا کہ نہیں، اور یہ معاملہ کس طرح طے ہو سکتا ہے اور کیا لڑکی کی شادی کرنے کی کوئی دوسری صورت نکل سکتی ہے۔

الجواب:- جب تک شوہر طلاق نہ دے لڑکی کی دوسری شادی جائز نہیں ہے، جب شوہر کلکتہ میں ہے تو مفقود نہیں ہے بلکہ غائب غیر مفقود ہے، جب وہ دو چار روز کے لئے گھر آیا تھا تو اس کے گھر والوں سے پتہ دریافت کر کے خط و کتابت کرنی چاہئے یا آدمی جا کر وہاں معاملہ طے کرے، اور اگر خلع پر راضی نہ تو لڑکی مہر معاف کر دے اور شوہر بدلہ میں طلاق دیدے تو خلع کر لینا چاہئے، اور اگر عورت کو رکھنے پر راضی ہو تو عورت کو بھیج دینا چاہئے، اس کے پاس یا پھر جو طلاق کے حصول کا ممکن طریقہ ہو اس کو اختیار کرنا چاہئے، بغیر ان صورتوں کے دوسرا نکاح جائز نہیں ہے یا پھر مسلمان حاکم اور

مسلمان پنچایت جو فیصلہ کرے اس پر عمل کرنا چاہئے۔

السوال:- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں۔

زید نے اپنی آنکھوں کے سامنے اپنی بیوی کو زنا کراتے دیکھا، اور زید غصہ کی تاب نہ لاسکا اور فوراً اس کو تین سے زیادہ طلاق دیدیا، اب زید کی بیوی اپنے میکہ میں ہے، اور اپنے دین مہر کا مطالبہ کرتی ہے، ایسی حالت میں زید پر کیا لازم ہے وضاحت فرمائی جاوے۔

۲- زید مذکور کے کئی لڑکے نابالغ ہیں، اور ماں کو طلاق دیدی گئی ہے مگر ان بچوں کو کھانا پکا کر کھلانے والا کوئی نہیں ہے، زید کے بچوں کے نام کافی جائداد جو پچھانے بہہ کردی ہے، اگر یہ بچے اپنی مطلقہ ماں کو اسی گھر میں پھر لے آئیں تو جائز ہے یا نہیں، اور وہ گھر بھی زید ہی کا بنوایا ہوا ہے۔

الجواب:- جب تین سے زیادہ بار اپنی عورت کو طلاق دیدی تو تینوں طلاق واقع ہو کر عورت حرام مغلطہ ہوگئی بغیر حلالہ کے اب عورت حلال نہیں ہے۔ ولا ینکح مطلقہ من نکاح صحیح نافذ بها ای بالثلاث حتی یطأها غیرہ ولو الغیر مراہقاً بنکاح نافذ۔ ۱۵

عورت کو مہر کے مطالبہ کا حق ہے، زید کو مہر ادا کرنا چاہئے، اور عورت کو نفقہ بھی دینا چاہئے۔

۲- بچے اپنی مطلقہ ماں کو گھر میں لا کر مذکورہ ضرورت کے لئے رکھ سکتے ہیں، مگر اس شرط کے ساتھ عورت پردے میں رہے، اور اس کے ساتھ زید کا اختلاط نہ رہے کہ وہ اجنبی اور غیر محرم عورت ہوگئی ہے، اور اگر پردہ نہیں ہو سکتا، اور زید اس سے بچ نہیں سکتا تو اس گھر میں رکھنا جائز نہیں ہے، کرایہ کے مکان میں علیحدہ رہے، نابالغ بچوں کی پرورش کا خرچ زید کے ذمہ ہوگا۔

وفی المجتبى الافضل الحیلولة بستر ولو فاسقاً فباء مراة قال ولها ان یسکنا بعد الثلاث فی بیت واحد اذالم یلتقیا التقاء الازواج ولم یکن فیہ خوف فتنه انتھی و سئل شیخ الاسلام عن زوجین افترقا ولکل منهما ستون سنة و بینهما اولاد تتعذر علیها مفارقتهم فیسکنان فی بیتهم ولا یجتمعان فی فراش ولا یلتقیان التقاء الازواج هل لهما ذلک قال

نعم و اقره المصنف - ۱۶

ترجمہ: مجتبیٰ میں ہے کہ مطلقہ مغلظہ اور اس کے شوہر کے درمیان پردہ کے ذریعہ آڑ پیدا کرنا افضل ہے، اور شوہر فاسق ہو، تو ایسی صورت کسی معتمد عورت کے ذریعہ ان کے درمیان آڑ پیدا کی جائے۔ صاحب مجتبیٰ کا کہنا ہے کہ میاں بیوی کو تین طلاق کے بعد ایک ہی گھر میں رہنا جائز ہے۔ بشرطیکہ وہ دونوں آپس میں نہ ملنے پائیں، اور کسی قسم کے خوف کا فتنہ نہ ہو (انتہی)

شیخ الاسلام سے یہ مسئلہ پوچھا گیا کہ میاں بیوی کے درمیان تفریق ہوئی، اور ان میں سے ہر ایک کی عمر ۶۰ برس کی ہے، اور ان کے اتنے بچے ہیں، کہ جن کی جدائیگی ان کے لئے متعذر ہے، پس وہ بچوں کے گھر ہی میں رہتے ہیں اور اس دوران ایک ہی بستر میں نہیں رہتے اور نہ ہی ایک دوسرے سے ملتے ہیں، تو کیا ایسا کرنا ان کے لئے درست ہے۔

شیخ الاسلام نے جواب میں ہاں کہہ دیا اور مصنف نے اس کو برقرار رکھا۔

السوال:- گذارش ہے کہ دو بچوں کا نکاح بچپن میں ہوا تھا، پھر دونوں رشتہ داروں میں نفاق پیدا ہو گیا ہے، نوبت نکاح کو توڑنے کی آگئی دونوں کی طرف سے جو شخص مرد عورت ان میں جو ان تھے، ان کو تو شرعاً طلاق ہو گئی باقی جو بچے تھے ان کو شرعاً طلاق ہوئی یا نہیں، اور ہمارے یہاں تبادلہ میں شادی ہوتی ہیں، اس لئے تکلیف دی ہے۔

الجواب:- جوڑ کے نابالغ ہیں اور ان کے نکاح ہو چکے ہیں اگر وہ نابالغ اپنی عورتوں کو طلاق دے دیں وہ طلاق واقع نہیں ہوئی نابالغ کے طلاق دینے سے طلاق واقع نہیں ہوتی اور نہ نابالغ لڑکے کے اولیاء کی طلاق بچوں کی عورتوں پر واقع ہوگی، عورتیں نابالغ کے نکاح میں باقی ہیں دوسری جگہ شادی کرنا جائز نہیں ہے۔

ولا يقع طلاق المولى على امرأة عبده والصبي والمجنون۔ ۱۷

ترجمہ: مولیٰ کی طلاق واقع نہیں ہوگی اپنے غلام اور صبی اور مجنون کی عورت پر۔

السوال:- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص اپنی زوجہ کو طلاق کی نیت سے تحریری تین طلاق دیا ہے۔ مگر زبان سے کچھ نہیں کہا ہے تو اس صورت میں مذکورہ عورت پر تینوں واقع ہوں گی یا کہ نہیں۔ بینوا بالذلیل وتوجروا

الجواب: جس طرح زبانی طلاق دینے سے طلاق واقع ہو جاتی ہے اس طرح تحریری طلاق دینے سے طلاق واقع ہو جائے گی پس جس شخص مذکور نے طلاق کی نیت سے اپنی عورت کو تحریری تین طلاق دیدی ہیں تو تینوں واقع ہو جائے گی اب بغیر حلالہ کے عورت حلال نہیں ہوگی۔ ثم الموسومة لاتخلوا اما ان ارسل الطلاق بان كتب اما بعد فانت طالق من فرقت الكتابة۔ الخ۔ ۱۸

ترجمہ: پھر موسومہ دو حال سے خالی نہیں ہے۔ یا تو طلاق کو مطلق لکھا ہو (یعنی کسی چیز کے ساتھ اس کو مقید نہیں کیا) بہر حال طلاق کو لکھ کر بھیجا اما بعد انت طالق لکھنے کی وجہ سے تفریق ہو جائے گی ہاں جبر و اکراہ اور زبردستی عورت کو طلاق لکھوانے سے اور زبان سے نہ کہنے سے طلاق واقع نہ ہوگی۔

فلوا کره على أن يكتب طلاق امرأته فكتب لا تطلق الخ۔ ۱۹

ترجمہ: اگر مجبور کر دیا اس بات کہ اپنی بیوی کو طلاق نامہ لکھے اور اس نے لکھا تو طلاق واقع نہیں ہوگی۔

السوال:- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ محمد ادریس نے اپنی زوجہ صفیہ بی بی کو طلاق نامہ بذریعہ تحریر روانہ کر دیا ہے، طلاق نامہ پاتے ہی صفیہ بی بی نے خوراک و پوشاک اور دین مہر کا مطالبہ کا مقدمہ دائر کر دیا ہے، اور طلاق نامہ میں تین طلاق لکھی ہوئی تھی جس کو سن کر شوہر محمد ادریس نے انگوٹھا لگایا ہے۔ کچھ حضرات نے طلاق کو باطل قرار دیتے ہوئے محمد ادریس کو اپنی زوجہ صفیہ بی بی کو حوالہ کرنے کی تلقین کی ہے کہ ساٹھ (۶۰) مسکینوں کو کھانا کھلا کر اپنے فرائض سے سبکدوش ہوں۔ طلاق کو باطل و ناجائز قرار دینے والے اور کفارہ کا حکم کرنے والے کا کیا حکم ہے۔

۱- کہ محمد ادریس پر صفیہ بی بی حلال ہے یا حرام

۲- طلاق کو باطل اور ناجائز قرار دینے والے اور کفارہ کا حکم صادر کرنے والے نے صحیح راہ اختیار کیا یا

غلط از روئے شریعت کیا حکم ہے۔

الجواب:- مذکورہ واقعہ میں محمد ادریس نے طلاق نامہ سن کر جس میں تین مرتبہ طلاق کہی ہے سمجھ کر گواہوں کے سامنے دستخط کئے ہیں اور اس کو رجسٹری کر کے عورت کے پاس بھیج دیا ہے تو عورت پر تین طلاق ہو گئیں اب بغیر حلالہ کے عورت محمد ادریس کے لئے حلال نہیں ہے۔

ثم الموسومة لاتخلوا اما ان ارسل الطلاق بان كتب اما بعد فانت طالق فكما كتب هذا يقع الطلاق وتلزمها العدة من وقت الكتابه الخ۔ ولو قال للكتاب اكتب طلاق امراتی فهو اقرار بالطلاق انه اقرار انه كتابة وقع الطلاق الخ۔ كرى لفظ وقع الكل و ان نوى التاكيد دين۔ الخ۔ وكذلك اذا اطلق اشباه اى بان لم ينوا استينافاً او تاكيداً الا ان الاصل عدم التاكيد الخ۔ ولا ينكح مطلقة من نكاح صحيح نافذ بها اى الثلاث حتى يطأها غيره ولو الغير مراهقاً يجامع مثله بنكاح نافذ تمضى عدته اى الثانى۔ ۲۰

محمد ادریس پر صفیہ بی بی حرام ہے۔ اس کو چاہئے کہ فوراً اپنے پاس علیحدہ کر دے ورنہ حرام کا مرتکب رہے گا۔

ترجمہ: پھر موسومہ کی دو حالتیں ہیں (۱) یا تو طلاق کو مطلق لکھا ہو (یعنی کسی چیز کے ساتھ اس کو مقید نہیں کیا) یا اس طور کہ اما بعد کے بعد صرف انت طالق لکھ دیا۔ پس جیسے ہی اس نے یہ لکھ دیا۔ تو طلاق واقع ہو جائے گی، اور عورت کو لکھنے کے وقت سے ہی عدت گزارنی لازمی ہوگی اور اگر کاتب سے کہہ دیا کہ میری بیوی کو طلاق نامہ لکھ دو تو یہ طلاق کا اقرار سے لفظ طلاق کو مکرر کہہ دیا تو ساری طلاق واقع ہوں گی۔ اور اگر تاکید کی نیت کر لی تو دیانۃً اس کی تصدیق کر دی جائے گی۔

اور ایسے ہی اگر طلاق جیسے الفاظ کہہ دیے یعنی نہ تو استیناف کی نیت کی اور نہ تاکید کی (یعنی قضاء طلاق واقع ہوگی، اور دیانۃً تصدیق کی جائے گی) اس لئے کہ اصل تاکید ہے ایک آدمی نے اپنی بیوی سے کہا، انت طالق انت طالق انت طالق پہلے کہنے لگا کہ میں نے پہلے سے طلاق مراد لی ہے، اور

دوسرے تیسرے سے اس کا مفہوم مراد لیا ہے، تو دینا اس کی تصدیق کی جائے گی اور قضاء اس پر تین طلاق واقع ہو جائے گی۔

۲۔ طلاق کو شرعاً و قانوناً باطل اور ناجائز قرار دینا اور ساٹھ (۶۰) مسکینوں کو بطور کفارہ کے کھانا کھلانے کا حکم کرنا غلط درغلط ہے، سب کو توبہ کرنی چاہئے کہ ناجائز اور حرام کو جائز قرار دے کر زنا کرانے کے سبب بنتے ہیں۔ حافظ محمد رفیق کو بھی توبہ کرنی چاہئے ورنہ ان کی امامت مکروہ ہے۔

السوال:- گذارش ہے کہ زینب النساء بنت حبیب اللہ کی شادی قمر الدین بن قربان علی سے ہوئی تھی، ایک سال کے اندر آپس میں کچھ نا اتفاقی ہو گئی اس بناء پر قمر الدین بن قربان علی اپنی زوجہ زینب النساء بنت حبیب اللہ کو تین طلاق لکھ کر بذریعہ رجسٹری روانہ کر دیا ہے، لڑکے کا تحریر حسب ذیل ہے۔ عرض ہے کہ آپ کا بھیجا ہوا کارڈ ملا آپ کے کارڈ سے معلوم ہوا کہ جو سوال کرو گے اس کا جواب دوں گا، مجھے آپ سے نہ تو سوال کرنا ہے، اور نہ جواب دینا ہے مجھے ساری باتیں معلوم ہیں سب باتیں معلوم کر کے تب آپ کے پاس خط لکھتا ہوں، بہر حال آپ اپنی بہن کے لئے کوئی انتظام کر لیجئے گا میرے بھروسہ پر نہ رہے گا۔ مجھے نہ کوئی سوال کرنا ہے اور نہ جواب دینا ہے آپ جانیں آپ کا کام جانے تو اس مضمون سے طلاق واقع ہوئی یا کہ نہیں۔

الجواب:- جب قمر الدین اس تحریر کو لکھنے والا ہے تو اس کی عورت زینب النساء پر تین طلاق واقع ہو گئیں، اور عورت مغلط ہو گئی اب بغیر حلالہ شرعیہ کے عورت اس کے لئے حلال نہیں ہے، عدت کے بعد دوسرے شخص سے نکاح کرے، اور دوسرا شوہر محبت اور جماع کے بعد طلاق دے، اور طلاق کی عدت ختم ہو پھر پہلے شوہر سے نکاح کر سکتی ہے۔

السوال:- جناب مفتی صاحب ہمارے ہندوستان میں جو قانون رائج ہے، اس میں بہت سی ایسی چیز ہے جس سے شریعت میں شبہ پڑتا ہے، مثلاً ایک بالغ لڑکی کی شادی ہوئی، اور وہ لڑکی اپنے شوہر کے یہاں گئی ہے، اور کچھ مدت رہنے کے بعد باپ کے یہاں چلی آئی، اور اس کے بعد تقریباً گیارہ سال رہی وہ لڑکی کورٹ میں اپنی طلاق کے لئے مقدمہ دائر کیا، کورٹ نے اس کے شوہر کو حاضر

ہونے کے لئے خط بھیجا، اور وہ خط ملنے پر کورٹ میں حاضر ہوا، اور درخواست کیا کہ ہماری بیوی کو طلاق میں کچھ مہلت دیجیے تاکہ ہم سوچ کر جواب دیں، پھر اس کے پاس خط بھیجا، اور وہ تاریخ پر حاضر نہیں ہوا ہے، اس لئے حاکم نے طلاق نامہ لکھ دیا ہے، اور اس لڑکی کا دوسرا نکاح کر دیا ہے، آپ شریعت میں یہ نکاح درست ہوا یا نہیں۔

الجواب:- اگر حاکم غیر مسلم تھا مگر شریعت کے قاعدے کے مطابق فیصلہ نہیں کیا، اور شوہر کے جواب حاصل کرنے سے پہلے فیصلہ کر دیا تو یہ طلاق دینا صحیح نہیں ہوا، اور طلاق واقع نہیں ہوئی۔ اور دوسرا نکاح ناجائز ہوا، عورت کو دوسرے شوہر سے علیحدہ کر دینا چاہئے، اول شوہر سے طلاق حاصل کر کے عدت کے بعد دوبارہ اس شخص ثانی سے نکاح کرنا چاہئے، پہلا نکاح توڑنا جواز کے لئے کافی نہیں ہے، اگر مسلمان حاکم میسر نہ ہو تو مسلم پنچایت کے ذریعہ فیصلہ کرانا چاہئے، پنچایت شریعت کے مطابق فیصلہ کر لے گی۔

السوال:- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں۔

جمیلہ خاتون کا نکاح اس کے ماموں نے مل کر کر دیا ہے اور اس کے والدین و بھائی وغیرہ موجود ہیں، لیکن بوقت نکاح وہاں نہیں تھے، اور اس نکاح پر راضی بھی نہ تھے نکاح کو پانچ سال ہو گئے ہیں، شوہر اس کو اپنے مکان پر لیجانا بھی نہیں چاہتا ہے، اور نہ اس کو نان و نفقہ دیتا ہے اور جمیلہ خاتون اس کے مکان پر جانا بھی نہیں چاہتی ہے بلکہ طلاق لینا چاہتی ہے، کیونکہ بار بار پنچایت کے ذریعہ تمام جھگڑا طے کرا کر باپ نے جمیلہ کو رخصت کیا اس کے شوہر نے قاعدہ سے نہ رکھا ہے، اور زرد کو ب بہت کرتا ہے اب وہ جمیلہ کو کسی بھی طرح سے لیجانا نہیں چاہتا ہے، تو ایسی صورت میں جمیلہ اپنی زندگی کیسے گزارے اور کیسے چھٹکارہ حاصل کرے، اور دوسرا نکاح کر سکتی ہے یا نہیں۔

الجواب:- نکاح تو ہو ہی گیا ہے اور جمیلہ کو اس کے والد نے رخصت بھی شوہر کے یہاں کر دیا ہے، اب عورت مذکورہ کے لئے کسی ممکن طریقہ سے طلاق حاصل کر لی جائے۔ شوہر کو خلع پر راضی کیا جائے کہ جمیلہ اپنا مہر معاف کر دے، اور شوہر اس کے بدلے میں تین طلاق دیدے اگر یہ کوئی

صورت ممکن نہ ہو تو پھر عورت مسلمان حاکم اور اس کے ممکن نہ ہونے کی صورت میں مسلمان پنچائیت کی عدالت میں حقوق زوجیت ادا کرنے کا دعویٰ کرے، اور جیلہ ان امور کو ثابت کرے اگر شوہر اس کی ادائیگی پر تیار نہ ہو تو اسے طلاق دلوادی جائے، اگر طلاق بھی نہ دے تو حاکم مسلم پنچائیت طلاق واقع کر کے، دونوں میں تفریق کر دے اس کے بعد عدت طلاق گزار کر دوسرا عقد کرنا جائز ہوگا۔ پنچائیت دیندار اور معزز مسلمانوں کی ہو۔ اس میں ایک معاملہ فہم عالم بھی ہوتا کہ شریعت کے مطابق فیصلہ ہو غیر مسلم حاکم کا فیصلہ غیر معتبر ہے۔

السوال:- عرض ہے کہ عرصہ دس گیارہ سال کا ہوا ہے کہ ہندہ کا نکاح زید کے ساتھ ہوا ہے اور ہندہ کے لطن سے زید کا ایک لڑکا اور ایک لڑکی ہے زید نے اتنے عرصہ میں تین سال تک ہندہ کو رکھا باقی تمام عرصہ ہندہ اپنے میکے میں رہی۔ زید ہندہ کو نہ تو نان و نفقہ دیا ہے اور نہ معافی مانگی ہے ہندہ کے والد با اجازت ہندہ کے عدالت میں دعویٰ نفقہ کر دیا ہے زید نے ایک ماہ کی مہلت طلب کی جو رو برو پنچائیت کے چیرمین نے حکم سنایا کہ تمہیں دو ماہ کی مہلت دی گئی اگر دو ماہ کے اندر تم اپنی بیوی اور بچوں کو نہیں لے گئے تو ڈگری کر دی جاوے گی جب وہ دو ماہ کی اطلاع کرنے کے بعد نہیں لے گیا تو ڈگری کر دی گئی اور جب زید لینے نہیں آیا ہے تو عدالت نے تین سال کی دس روپیہ ماہوار کے اعتبار سے ڈگری کر دی ہے، اور درمیان میں اشتہار بھی شائع کرایا جب وہ شوہر بار بار اطلاع پر حاضر نہ ہوا تو عدالت نے یکطرفہ ڈگری دے دی ہے، اب علماء سے درخواست ہے کہ طلاق واقع ہوگی یا نہیں شرعی حکم سے اطلاع فرمائیں۔

الجواب:- مکرر اطلاع دینے اور مہلت دینے کے باوجود زید اور اس کے والد حاضر عدالت نہ ہوئے، اور مہینوں کی مہلت اور مقدمہ کی آخری تاریخ کے باوجود مسلمان جج صاحب نے جو فیصلہ فریقین میں تفریق کا کیا ہے، اور اس کی طرف سے عورت پر طلاق واقع کر دی تو تفریق صحیح اور درست ہوگی۔ عدت کے بعد دوسرا عقد کر سکتی ہے، اور اگر حاضر نہ ہونے پر صرف نکاح کی اجازت دیدی تو تفریق صحیح نہیں ہوئی قاعدہ سے فیصلہ جج کو بھیجنا چاہئے تھا تا کہ معلوم ہوتا کہ کن اسباب وجوہ کی کی بنیاد

پر جج صاحب نے دونوں میں تفریق کا حکم کیا ہے، تاکہ اس پر غور ہو سکتا۔

السوال:- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں جس کی نقل پیش خدمت ہے کہ رشیدہ بی کو طلاق دی ہے، رشیدہ بی کو طلاق دی رشیدہ بی کو طلاق دی اس خط کو بھوپال کے مفتی اعظم کی خدمت میں پیش کیا اس پر انہوں نے فتویٰ دیا کہ قطعی ہو گئی، اس کے بعد حمید خان نے اپنی درخواست ثانی مفتی اعظم بھوپال کی خدمت میں پیش کر دی جس کی نقل درج ذیل ہے۔

نقل درخواست استعفیٰ ملاحظہ ہو:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں قبل ازیں ایک خط اپنا لکھا ہوا پیش کر کے فتویٰ حاصل کیا تھا لیکن وہ خط میرے خسر کے نام تھا اس میں میری زوجہ کے نام اس طور پر لکھا تھا، کہ رشیدہ بی کو طلاق دی، اور یہ الفاظ تین مرتبہ لکھے ہوئے ہیں لیکن اس وقت وہ حالات جو میرے اوپر طاری تھے ذکر نہیں کیا گیا ہے۔

میں خدا کو حاضر و ناظر سمجھ کر اور قسم کھا کر کہتا ہوں کہ وہ خط کس وقت میں لکھا اور اس میں کیا لکھا ہے، اس کے متعلق آج تک میں صحیح طور پر بیان نہیں کر سکتا ہوں، وجہ یہ ہے کہ میرے اور ایک شخص کے درمیان دیوار کا جھگڑا ہے اس جھگڑے کے سلسلے میں اس شخص نے مجھ سے یہ کہا تھا کہ میرے ماموں پیر ہیں جو بھوپال میں رہتے ہیں ان سے کہہ کر میں تجھ کو پٹوا دوں گا، اور بے گھر کرادوں گا اس واقعہ کے مہینہ پندرہ دن بعد میرا دماغ ماؤف ہو گیا اور میں اپنے ہوش میں نہ رہا، اور بے ہوشی کے عالم میں یہ واقعہ خط بھی ہوا اور مجھے ذاتی طور پر اپنی بیوی سے ناکسی قسم کی رنجش تھی اور نہ طلاق دینے کا قصد تھا، اسی دوران میں میں نے اپنی نوکری سے بلا وجہ اپنے آفیسر کو بھی استعفیٰ نامہ دیدیا ہے، اس کے متعلق بھی میں نہیں کہہ سکتا ہوں کہ کیوں دیا اور کیسے دیا ہے، کیونکہ اس وقت میں صحیح دماغ میں نہیں تھا۔ غالباً مجھ پر کوئی عمل یا جنتر منتر ایسا کیا گیا کہ میں خود کو بھول گیا، اور میں یہ نہ سمجھ سکا کہ جو فعل میں کر رہا ہوں وہ میرے لیے مفید ہے یا مضر ہے، تقریباً یہ حالت میری دو ماہ تک رہی ہے اور اب چھاڑ پھونک گنڈے کی وجہ سے میری حالت کچھ درست ہو چکی ہے، اور اسی درستی دماغ کے بعد مجھے حالات مذکورہ بالا کا علم ہوا اور اب

بھی میں مکمل درست نہیں ہوا ہوں۔ ایسی صورت میں جب کہ صحیح دماغ نہ تھا، اور نہ خط مذکورہ ہی کا ہوش تھا کہ کب اور کس وقت اور کس حالت میں کس کو لکھا، تو ایسی صورت میں لفظ طلاق جو میرے علم سے باہر ہے شرعاً جائز ہے یا کہ نہیں۔

الجواب:- محمد حمید خان جو خط اپنے خسر کے نام لکھا ہے اس کی تحریر اتنی صاف ہے کہ اس میں کسی قسم کا شبہ یا پھر دماغ کے معطل ہونے کا شبہ نہیں ہو سکتا، اس خط کی بنا پر جس کا اقرار بھی حمید خان کو ہے طلاق مغلطہ ان کی عورت پر واقع ہو گئی، اور جو فتویٰ مفتی صاحب نے دیا ہے وہ صحیح بغیر حلالہ کے عورت حلال نہیں ہو سکتی، اور جو درخواست دی ہے جس میں خرابی دماغ کا دعویٰ ہے اس کے لئے شہادت کی ضرورت ہے جو موجود نہیں ہے، اس لئے غیر معتبر ہے، اگر اس کا ثبوت ہو جاوے تو وہ حکم صحیح ہوگا جو اس درخواست کے بعد کیا گیا ہے، ہر حکم ثبوت دعویٰ پر ہوگا بغیر ثبوت کے صحیح نہیں ہے، درخواست میں زمانہ بھی مذکور ہے، اتنے عرصے میں کسی نے بھی یہ نہیں کہا ہے کہ حمید خان کا دماغ خراب ہو گیا ہے، اور وہ اپنے ہوش و حواس میں نہیں ہیں۔

السوال:- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میں صفیہ نام کی ایک لڑکی ہوں، میرے شوہر کا نام مظہر سبحان ہے، میرا سسرال اور میکہ محمد پور ہے اور مظہر سبحان گورکھپور میں عرصہ سے نوکر ہے، اور میں بھی انہی کے ساتھ تھی، تو میرے یہاں شکیل احمد اور میری والدہ گھومنے آئی تھی، تو میرے بھائی شکیل سے اور مظہر سبحان سے کچھ تکرار ہو گئی تو وہ بہت غصہ میں تھے تو انہوں نے مجھ سے کہا کہ تم اگر اپنے باپ کے سامنے ہو تو تم پر ایک طلاق سمجھو، میں ان کے اس جملہ سے خاموش ہو گئی ہوں، اس لئے کہ بات کہیں اور نہ بڑھ جائے تو پھر انہوں نے مجھ سے کچھ بات کہنے کے بعد کہا کہ گھبراؤ نہیں میں تم کو سڑا کر ماروں گا، تو اس کا جواب ہم نے یہ دیا ہے، کہ ہم نے آپ پر وقف کر دیا ہے تو اس کا جواب انہوں نے یہ دیا کہ کیا تم زبردستی ہمارے سر پر مسلط ہو کر رہنا چاہتی ہو، میں نے طلاق دیا تو پھر بھائی صاحب سے انہوں نے کہا کہ تم اپنی بہن کو لے کر ابھی میرے گھر سے نکل جاؤ میں نے ان کو دیدیا ہے، اس کے بعد میری طرف مخاطب ہو کر کہا میں نے تم کو آزاد کر دیا ہے، اور تم یہاں سے چلی جاؤ، جب وہ گھر سے

باہر کرنے لگے تو میں اپنے بھائی کے ساتھ چلی آئی، اور اپنے میکے میں باپ بھائی کے سامنے ہوں اچھا اس لفظ کو انہوں نے کئی مرتبہ کہا کہ تم سے مجھ کو کوئی مطلب نہیں ہے، نکل جاؤ ہمارے گھر سے وہاں میری والدہ اور ماموں زاد بھائی اور میرے بھائی تھے، اب عندالشرع کیا حکم ہے۔

الجواب:- اس کے کہنے سے ”میں نے تم کو طلاق دی“ ایک طلاق رجعی واقع ہوگئی اس کے بعد کہا میں نے تم کو آزاد کر دیا ہے، تم یہاں سے چلی جاؤ، اس سے ایک اور طلاق رجعی واقع ہوگئی ہے، کہ آزاد کرنا ہمارے عرف میں صریح طلاق میں مستعمل ہے، اس سے ایک طلاق اور واقع ہوگئی، پس مذکورہ صورت میں دو طلاق رجعی واقع ہوگئی۔ یہاں سے جو کہا ہے کہ میں نے اس کو دیدیا ہے۔ یہ پہلی طلاق کی خبر ہے، اس سے کوئی جدید طلاق واقع نہ ہوگی۔ یہ قول کہ تم اپنے بھائی باپ کے سامنے ہو تو ایک طلاق سمجھوں سامنے ہونے پر اس سے طلاق واقع نہ ہوگی طلاق دینے سے طلاق واقع ہوتی ہے، اس لئے ہمارے نزدیک دو طلاق رجعی واقع ہوئیں، عدت میں رجوع کر سکتا ہے، عدت کے بعد جدید نکاح کر کے رکھ سکتا ہے۔ ہاں اگر زوج اقرار کرے کہ ان لفظوں سے جدید انشاء طلاق مقصود تھا، تو پھر تین طلاق واقع ہو کر عورت حرام ہو جائے گی، اور بغیر حلالہ کے حلال نہ ہوگی اور اگر عورت کو یقین ہے، کہ مجھ کو شوہر نے تین طلاق دی ہیں، تو اپنے نفس پر قدرت نہ دے، واللہ اعلم۔

سوال:- نصیر الدین بحالت نشہ میں

اپنے ماموں کے کپڑے کی دوکان پر برادرِ نسب سے تکرار اور جھگڑا کر کے سیدھا اپنے سسرال کے مکان پر پہونچا، جہاں اس کی بیوی موجود تھی، وہاں پر عبدالقادر کی لڑکی کے چچا کے لڑکے جتنے ماموں ہوتے ہیں، نصیر الدین کے حالات کو دیکھ کر وہ بھی اپنے بھائی کے مکان پہونچے نصیر الدین نے عبدالقادر سے بیہودہ گفتگو شروع کر دیا، اسی وقت میری بیوی کو میرے ہمراہ روانہ کر دو، اگر میری بیوی کو ہمراہ نہ بھیجو گے تو طلاق دوں گا، اس پر عبدالقادر صاحب اپنی بھتیجی کو نصیر الدین کے بھائی کے ہمراہ نصیر الدین کے مکان روانہ کر دیا ہے، اسی دوران گفتگو میں نصیر الدین نے عبدالقادر سے مخاطب ہو کر آئندہ سے اس مکان میں اور یا آپ کی دوکان پر آؤں تو ماں سے زنا کرنے جیسا ہوگا، عبدالقادر نے

نصیر الدین کو اس وجہ سے وہیں سسرال میں روک رکھا ہے، کہ یہ بچے ہوا ہے اس کے ہوش و حواس بالکل ٹھیک نہیں ہیں، اس اثناء میں کہیں اپنی بیوی کو زرد و کوب نہ کرے اسی اثناء میں نصیر الدین ہر ایک سے غضبناک گفتگو کرتا رہا، اسی گفتگو سے نصیر الدین کو برادر نسبتی نے کہا کہ ایسی زندگی سے موت بہتر ہے، تو نے ہماری دوکان کو کوڑا کا ڈھیر بنا دیا ہے، اس پر غضبناک ہو کر نصیر الدین نے اپنے ہوش و حواس کھومیٹھا جب ایسا ہے، تو طلاق ہے، طلاق ہے، طلاق ہے، اس طریقہ سے متعدد بار طلاق دیتا رہا، اس وقت اس کی زوجہ موجود نہیں تھی نصیر الدین کے مکان پر چلی گئی تھی اسی وقت مقامی ذی اثر حضرات کافی موجود تھے، ان میں دو کو بطور گواہ کے رکھا سید مخدوم صاحب کو یہ کہہ کر گواہ رکھا کہ آپ میرے بھی استاد ہو، اور میرے والد کے بھی استاد ہو، اور دوسرے گواہ فقیر محمد صاحب ان صاحب کو یہ کہہ کر گواہ رکھا کہ آپ نائب صدر پنچایت ہیں، اس وقت نصیر الدین کا نشہ اتارنے کے لئے ایک گھڑا پانی ڈالا گیا ہے، پانچ منٹ کھڑا ہا سسرال کے مکان سے سیدھا اپنے مکان چلا گیا، اور اپنی بیوی اور والدہ سے یہ کہا کہ میں اپنی بیوی کو طلاق دے چکا ہوں، اس پر جامعہ نظامیہ سے استفتاء معلوم کیا ہے، اس نے تین طلاق کے وقوع کا حکم دیا ہے آپ بھی اپنی رائے مطلع فرمائیے عورت کا بغیر حلالہ کے دوسری جگہ نکاح کر دیا ہے۔

الجواب:- جامعہ نظامیہ کا جو فتویٰ ہے صحیح ہے، عورت حلال نہیں ہے، دوسرا نکاح صحیح نہیں ہوا ہے، فوراً عورت کو علیحدہ کر دینا چاہئے، خفیہ کے نزدیک نشہ کی حالت میں طلاق دینے سے طلاق واقع ہو جاتی ہے، صدیق صاحب کا جواب صحیح نہیں ہے، کہ خفی مذہب میں تین طلاق ایک نہیں ہوتی بلکہ تینوں واقع ہوتی ہیں، یہی جمہور صحابہ اور تابعین اور ائمہ مسلمین کا مذہب ہے۔

السوال:- کیا فرماتے ہیں علمائے دین مندرجہ ذیل مسئلہ میں۔ زید کا بیان ہے کہ ایک ماہ پہلے بیوی سے تکرار کرتے ہوئے کہہ دیا تھا، کہ میں نے تجھے چھوڑ دیا ہے، بعض علماء سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ طلاق رجعی پڑ گئی ہے، پھر کسی بات پر بیوی سے تکرار ہو گئی، تو میں نے کہا کہ اگر ایسا کرے گی تو میں تجھے چھوڑ دوں گا، پھر کہا سنتی ہو میں نے تجھے چھوڑ دیا ہے، میں نے تجھے چھوڑ دیا ہے۔

نوٹ: تو دوسرے جملے یعنی سنتی ہو میں نے تجھے چھوڑ دیا ہے، کہا کہ یہ جملہ پہلے جملہ کی تاکید ہے،

اور تنبیہ کیلئے کہا تھا، ہندہ کا بیان ہے کہ مجھ کو چھوڑ دیا ہے، مگر یہ یاد نہیں کہ کتنے مرتبہ کہا ہے، میں اس وجہ سے روری تھی کہ مجھ کو میرے شوہر نے مارا تھا۔

بیان:- ۲

زید میرے گھر آیا، اور اس نے یہ بیان دیا ہے، کہ میں نے اپنی بیوی سے جھگڑا اور تکرار کر کے کہا کہ تجھ کو چھوڑ دوں گا، دیکھوں میں تجھ کو چھوڑ دیا ہوں۔

بیان:- ۳

بیان قاری عبدالغنی صاحب: آٹھ بجے شب میں، میں زید کے یہاں گیا اور اس کو پوچھا کہ تم نے اپنی بیوی سے کیا کہا ہے، اس نے کہا کہ میں نے کہا ہے، کہ تجھ کو میں نے چھوڑ دیا ہے، میں نے پوچھا کہ کتنے مرتبہ کہا ہے، تو انہوں نے کہا کہ دو تین مرتبہ، اور جس وقت بیان لے رہا تھا دو تین آدمی موجود تھے۔ عند الشرح کیا حکم ہے۔

الجواب:- میں نے تجھ کو چھوڑ دیا، عرف میں طلاق صریحی ہے، اس سے ایک طلاق رجعی واقع ہوگی، ایک پہلے دے چکا ہے، جس سے رجعت کر لی تھی، اس لئے دو طلاقیں ہوں گی۔ پھر قاری عبدالغنی صاحب کے سامنے جو پہلی مرتبہ بیان دیا ہے، اس میں اقرار ہے، دو تین مرتبہ کہا ہے، جس کی وجہ سے عورت مذکورہ پر تین طلاق واقع ہوگی، قاری عبدالغنی صاحب کے ساتھ عورتیں بھی ہیں، اس لئے ایک دو عورتوں کے سامنے اقرار ہے، اس لئے شہادت مکمل ہے۔ لہذا تین طلاق ہوگی اب بغیر حلالہ کے عورت حلال نہیں ہے۔ بعد کا بیان غلط ہے۔

فاذا قال رها کردم ای سرحتك يقع به الرجعی مع انه اصله كناية ايضاً وماذاك
الا لا نه غلب في عرف الناس الفرس استعماله في الطلاق وقد مر ان الصريح مالم يستعمل
الا في الطلاق من ای لغة كانت الخ۔ ۲۱

ترجمہ: اگر کہا کہ میں نے (تجھ کو) رہا کر دیا، تو اس سے طلاق رجعی واقع ہوگی۔ جب کہ اصل

میں یہ کنایہ ہے مگر اہل فارس کے یہاں اس کا استعمال چوں کہ طلاق کے سلسلے میں ہوتا ہے، اس لئے طلاق رجعی واقع ہوگی، اور یہ بات گذر چکی ہے کہ صریح کا استعمال صرف طلاق کے سلسلے میں ہی ہوتا ہے، چاہے کوئی سی بھی زبان ہو۔

السوال:- نقل طلاق نامہ۔ نقل جوابی پوسٹ کارڈ

بعد آداب کے ضروری تحریر یہ ہے کہ آپ کی لڑکی خاتون بی بی کا طلاق نامہ نیچے دستخط کئے ہوئے گواہوں کے سامنے لکھ دیا ہوں، آپ برائے مہربانی اس کو پڑھ کر اپنی لڑکی کو سنا دیجئے گا، اور دین مہر معاف کر اکر اسکے انگوٹھے کا نشان ساتھ کے جوابی کارڈ پر میرے پاس روانہ کریں، آپ کے دیئے ہوئے سب ہی سامان موجود ہے، وہاں سے لے جائے گا، اور اگر کچھ سامان ملنے میں اڑچن ہو تو مجھے لکھو۔ طلاق نامہ خاتون بی بی کا یہ ہے میں خلیل میاں کی لڑکی خاتون بی بی کو خوشی سے طلاق دیا ہے، میں خلیل میاں کی لڑکی خاتون بی بی کو خوشی سے طلاق دیا، میں نے خلیل میاں کی لڑکی خاتون بی بی کو خوشی سے طلاق دیا۔

دستخط

محمد مصطفیٰ صاحب

عرض ہے کہ ایک شخص نے اپنی منکوحہ بیوی کو کارڈ اور لفافے سے اطلاع دی ہے، جس کی نقل شامل ہے، گواہوں سے دریافت کیا ہے، تو وہ لاعلمی ظاہر کرتے ہیں، ایسی صورت میں طلاق واقع ہوئی یا کہ نہیں۔

الجواب:- اگر شوہر اپنی تحریر کارڈ اور لفافہ کا مقرر و معترف ہے، کہ میں نے یہ طلاق نامہ لکھا ہے یا لکھ دیا ہے، تو عورت پر طلاق واقع ہوگئی ایسی صورت میں گواہ ہو یا نہ ہو طلاق واقع ہو جائے گی، جس طرح زبانی طلاق واقع ہوتی ہے، اسی طرح تحریری طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ وقع الطلاق ان اقرا نہ کتابہ وان لم یقرانہ کتابہ ولم تقم بینة لاتطلق قضاء ولا دیا نة و کذا کل کتاب لم

یکتبه بخط ولم یملہ نفسہ لایقع الطلاق مالم یقرأ نہ کتابہ۔ ۲۲

(۱) طلاق واقع ہو جائے گی، اگر اس نے اس بابت کا اقرار کیا کہ یہ اسی کا خط ہے اور اگر اس نے اس بات کا اقرار نہیں کیا، اور ہر کوئی گواہ بھی نہیں ہے، تو نہ قضاء طلاق واقع ہوگی نہ دیا نہ۔

ایسے ہی ہر وہ خط جس کو اس نے تحریر نہ کیا ہو اور نہ ہی اس کو خود لکھوایا ہو تو ایسی صورت میں طلاق واقع نہیں ہوگی جب تک نہ اس کا اقرار کرے کہ یہ اس کا خط ہے۔

السوال:- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں زید نے ایک تحریر مندرجہ ذیل مضمون کی لکھی ہے، میں شیخ چاند ولد شیخ کیشکال ضلع جگدیش پور کا ہوں میرن بی میری زوجہ منکوحہ جو میرے نکاح میں آج دن تک تھیں، اور ہیں سو میرے نکاح کا مہر جو میرے ذمہ تھا معاف کرا کر میرن بی بنت سعید اللہ خان کو ہوش و حواس کے ساتھ پنچوں کے روبرو آج کلیم مارچ کو اختیار دیتا ہوں، کہ اگر میں کسی قسم کی تکلیف دوں تو اس کو پورا اختیار ہوگا، کہ مجھے تین طلاق دیکر بعد عدت گزار کے دوسرا نکاح کر سکتی ہے مجھے کسی قسم کا روک و ٹوک نہ رہے گا، تحریر لکھ دی تاکہ سند ہوا زروئے شرع اس تحریر سے طلاق واقع ہوگی یا کہ نہیں۔

الجواب:- مرد طلاق کا محل نہیں ہے، اس لئے میرن بی کو شیخ چاند پر طلاق دینے کا اختیار دینا لغو ہے، اس سے عورت پر طلاق واقع نہ ہوگی، اسلام میں مرد عورت کو طلاق دیا کرتا ہے، عورت مرد کو طلاق نہیں دیتی لہذا مذکورہ واقعہ میں اگر عورت نے شوہر کو طلاق دیدی تو عورت پر طلاق واقع نہ ہوگی۔

السوال:- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زیب النساء کی شادی سالو پسر کلی کے ساتھ ہوئی ہے جو کہ عرصہ آٹھ دس سال ہو گیا ہے آج تک وہ لڑکا اپنی بیوی کو رخصت کرا کر اپنے گھر نہیں لے گیا ہے، اور نہ نان و نفقہ دیا ہے، اگر بی زیب النساء نے یہ کہا کہ تم طلاق دیدو ہم مہر معاف کر دیں گے، مگر اس نے یہ بھی نہیں کیا ہے، اب زیب النساء نے ارادہ کر لیا ہے، کہ میں علماء سے معلوم کر کے عقد ثانی کر لوں گی اب عند الشرع زیب النساء کے لئے کیا حکم ہے۔

الجواب:- جب شوہر طلاق بھی نہیں دیتا ہے، اور رخصت کرا کر بھی نہیں لے جاتا ہے، اور حقوق زوجیت نفقہ وغیرہ بھی نہیں ادا کرتا ہے، لہذا ایسی صورت میں عورت کو چاہئے کہ مسلمان حاکم کی عدالت میں اور اس کے نہ ہونے کی صورت میں مسلمانوں کی پنچائیت میں اپنا مقدمہ پیش کرے، پنچائیت دیندار اور معزز مسلمانوں کی ہو، اس میں ایک معاملہ فہم عالم کا شریک ہونا بھی ضروری ہے، تاکہ فیصلہ شریعت کے مطابق ہو حاکم یا پنچائیت اس سے حقوق زوجیت ادا کرنے کے لئے کہے اگر شوہر اس پر راضی نہ ہو تو طلاق دلوادے، اگر طلاق بھی نہ دے تو حاکم یا پنچائیت اس کی طرف سے فوراً طلاق واقع کر کے تفریق کر دے، اس تفریق کے بعد عدت طلاق گزار کر عورت دوسرا عقد کر سکتی ہے۔

السوال:- ایک لڑکا اپنی سسرال گیا اور سسرال والے اس کے چال و چلن سے ناراض تھے یعنی اس لڑکے کا چال و چلن خراب تھا، سسرال والوں نے اس لڑکے سے زبردستی اسٹامپ کے کاغذ پر دو گواہوں کے سامنے انگوٹھا لگوایا ہے، لڑکے نے زبان سے کچھ نہیں کہا ہے، اب یہ بتلائیے کہ اس طرح انگوٹھا لگوانے سے طلاق پڑے گی یا کہ نہیں اور نکاح ٹوٹے گا۔

الجواب:- اس طرح زبردستی کاغذ پر طلاق کے لئے انگوٹھا لگوانے سے طلاق واقع نہیں ہوئی، جب تک زبان سے طلاق نہ دے لہذا مذکورہ صورت میں طلاق واقع نہیں ہوئی، عورت نکاح میں باقی ہے، دوسری جگہ اس کا عقد نہیں ہو سکتا۔

فلو اکره علی ان یکتب طلاق امرأته فکتب لا تطلق۔ ۲۳

ترجمہ: پس اگر اسے مجبور کیا جائے اس پر کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق نامہ لکھے چنانچہ اس نے لکھ دیا تو اس کی بیوی پر طلاق واقع نہیں ہوگی۔

السوال:- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ رحیم الدین نے نظیرہ بی بی کو گھر دامادی کی شرط پر شریعت کے مطابق صرف ساڑھے تین روپیہ یعنی مقدار دس درہم پر عقد کیا، دو سال بعد ایک لڑکی پیدا ہوئی وہ زندہ ہے، رحیم الدین نے دل بہلانے کے لئے دو تولہ سونا دیا ہے، اور اپنے مکان

میں لے گیا، اب شوہر کے مکان میں رہنے لگی ہے، مگر بوجہ ظلم و ستم دیور اور اس کے اہل و عیال نظیرہ بی بی کو اپنے اس خاوند کے گھر میں رہنا مشکل ہو گیا ہے، نیز کھانے پینے اور دنیاوی کاروبار میں ہر طرح اس پر ظلم و ستم ہونے لگے، اور وہ بالکل مجبور ہو کر اپنے ماں باپ کے گھر چلی گئی اب نظیرہ بی بی چھ سال سے ماں باپ کے گھر میں ہیں۔ اس چھ سال میں رحیم الدین نے نہ خوراک دیا ہے، اور نہ پوشاک نیز دونوں ماں بیٹی کا رحیم الدین نے کوئی خبر گیری نہیں لیا ہے، اسی وجہ سے نظیرہ بی بی کے وارث رحیم الدین کے یہاں گئے کہ طلاق دے دیا آباد کرو، تو شوہر نے کہا کہ دو ہزار چھ سو روپے دید و ورنہ ہم طلاق ہمیشہ کے لئے نہیں دیں گے، رحیم الدین کی اس بات پر جانے والے شرمندہ ہو کر واپس ہو گئے ہیں، اب نظیرہ بی بی رحیم الدین سے خلاصہ پانے کے لئے قاضی صاحب کے پاس درخواست دیا ہے کہ میں ایک نوجوان لڑکی ہوں میرا اس طرح گزارنا مشکل ہے، اور مجھے خوف ہے کہ کہیں میں معصیت میں مبتلا نہ ہو جاؤں اس درخواست پر قاضی مذکور نے نوٹس دیکر تاریخ مقرر کیا، اور دونوں کے مربیوں سمیت رحیم الدین کو جمع کیا، اور حالات لکھ کر مجسٹریٹ کو رپورٹ پیش کیا مجسٹریٹ مذکور نے قاضی صاحب کے رپورٹ کے مطابق یہ حکم دیا، کہ نظیرہ بی بی کسی دوسرے شخص سے نکاح کر سکتی ہے، اب سوال یہ ہے کہ مجسٹریٹ کا حکم از روئے شریعت نظیرہ بی بی کو دوسرے کسی شخص سے نکاح کر دینا جائز ہے یا کہ نہیں۔

الجواب:- اس صورت واقعہ میں اب بہتر یہ ہے، کہ چند معزز دیندار مسلمانوں کو جن میں مذکورہ قاضی صاحب اور ایک سمجھ دار عالم بھی ہو، پنچ اور حکم مقرر کر کے ان کے سامنے قاضی صاحب کی رپورٹ پیش کر کے رحیم الدین کو بلا کر اس کے سامنے اس سے کہہ کر طلاق دلوائیں، اگر وہ طلاق نہ دے تو پنچ اس کی طرف سے طلاق واقع کر کے نکاح فسخ کر دیں، نظیرہ بی بی عدت گزار کر دوسرا عقد کر سکتی ہے، چونکہ رحیم الدین حقوق زوجیت اور نفقہ چھ سال سے ادا نہیں کرتا ہے، اس لئے پنچائیت اس کی عورت پر طلاق واقع کر دے۔

السوال:- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ محمد صادق کی زوجہ حبیبہ جو کہ پندرہ سال سے اس کے گھر میں ہیں، اور محمد صادق اس سے بہت پریشان ہے، اس کو کسی قیمت پر گھر میں

رکھنا نہیں چاہتا ہے، اس کو طلاق دیکر اپنی سالی سے نکاح کرنا چاہتا ہے، کیا عند الشرح اس کو طلاق دیکر اپنی سالی سے نکاح کر سکتا ہے یا کہ نہیں اور بچوں کو پرورش کے لئے کون ذمہ دار ہوگا۔

الجواب:- اگر نباہ نہ ہو سکتا ہو اور عورت تکلیف دینے والی ہو تو اس کو طلاق دینا جائز ہے، اور عدت ختم ہونے کے بعد اس کی بہن سے نکاح کر سکتا ہے، لیکن طلاق کے بعد وہ عورت اجنبی اور غیر محرم ہوگی۔ بیوی جیسا اس سے گھلاملا رہنا حرام ہوگا۔ ہاں بچوں کے لئے ماہانہ مقرر کر سکتا ہے۔

السوال:- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ لڑکائیہ کہتا ہے، کہ میں تجھ کو طلاق نہ دوں گا، اور نہ لے جاؤں گا محبوس کر کے اسی طرح رکھوں گا، اور زبردستی کر کے اپنا مہر معاف کرالیا ہے، اس وقت جان کا خطرہ تھا کیا مہر معاف ہو سکتا ہے۔ لڑکی کی زبانی معلوم ہوا ہے۔

(۲) لڑکا طلاق نہ دے تو کیا لڑکی اپنا نکاح فسخ کر سکتی ہے یا کہ نہیں

(۳) لڑکی کے ماں باپ بہت نادار ہیں لڑکی کو ہمراہ رکھ کر کیسے زندگی گذاریں، اور دیگر اولاد بھی ہے۔

(۴) لڑکی کو اس کے باپ نے تین برس تک کسی صورت سے رکھا، اب بہت مجبور ہے، اور عمر لڑکی کی صرف ۲۲ سال ہے۔

(۵) لڑکی گھر جانے پر رضا مند نہیں ہے کہتی ہے، کہ جان کا خطرہ ہے، اگر جبریہ رخصت کرو گے تو کنواں میں کود جاؤں گی۔

(۶) لڑکی نے ایک تحریر بطور نوٹس اپنے شوہر کو روانہ کر دی کہ تم اپنا چال چلن درست نہیں کرتے ہو لہذا تم سے اپنا نکاح خارج کرتی ہوں، تین آدمی کے اوپر کیا نکاح باقی رہا یا ٹوٹ گیا۔ کہ تم نہ میرے شوہر نہ تمہاری بیوی۔

(۷) لڑکا جواری اور چوروں کی صحبت میں رہتا ہے۔

(۸) لڑکے کے والد نوٹس کی اطلاع پا کر آئے تھے، تو کہتے تھے کہ مہر معاف کرو اور میں جا کر طلاق

دلادوں گا، جبکہ طلاق نہ دلایا تو مہر واجب ہے، یا کہ غیر واجب ہے۔

(۹) تین سال کے نان و نفقہ کا دعویٰ دائر ہے، اور مہر فاطمی پانسو روپیہ ہے۔

(۱۰) مہر قبل جماع ادا کرنا چاہئے یا جب دل چاہے تب ادا کرنا چاہئے، صحبت مہر نہ دینے پر جائز ہے۔ یا کہ نہیں

الجواب:- جبر و اکراہ اور ماردھاڑ کر کے مہر معاف کرانے سے مہر معاف نہیں ہوتا ہے، اس لئے مہر معاف نہیں ہوا ہے مہر واجب الادا ہے۔

(۲) لڑکا طلاق نہ دے تو خود لڑکی نکاح فسخ نہیں کر سکتی ہے، مسلمان حاکم یا مسلمان پنچائیت کے ذریعہ دعویٰ کر کے فسخ کر سکتی ہے، اس لئے قضاء قاضی شرط ہے۔

(۳) ایسی حالت میں کسی ممکن طریقہ سے طلاق حاصل کر لی جاوے، لڑکی خلع کرا لے۔

(۴) اس لئے تو اور زیادہ حصول طلاق کی کوشش کرنی چاہئے۔

(۵) ایسی حالت میں شوہر پر ادائے حقوق زوجیت کا دعویٰ کرنا چاہئے اور طلاق حاصل کرنا چاہئے۔

(۶) اس طرح عورت کے نوٹس دینے سے نکاح سے خارج نہیں ہوئی اور طلاق نہیں پڑی نکاح میں باقی ہے۔

(۷) ایسی حالت میں نباہ نہ ہو سکتا ہو تو دعویٰ کر کے نکاح فسخ کر لیا جائے۔

(۸) جب مہر کے بدلہ میں طلاق نہیں دی تو مذکورہ صورت میں مہر معاف نہیں ہوا شوہر کے ذمہ باقی ہے۔

(۹) یہ دعویٰ جائز نہیں ہے تین سال گزشتہ کا نان و نفقہ شرعاً وصول نہ کیا جاوے گا دعویٰ خارج ہو جائے گا۔

(۱۰) مہر قبل جماع بھی ادا کرنا جائز ہے، اور بعد جماع بھی ادا کرنا جائز ہے، مہر کے بارے میں نکاح کے وقت جس شرط پر مہر مقرر ہوا ہے، اس کے مطابق عمل کیا جاوے گا، قبل جماع ادائیگی مہر جائز

ہے۔ بہتر ہے کہ جماع سے پہلے مہر ادا کرے۔

السوال:- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں۔

(۱) ایک لڑکانے خط تحریر کیا جس میں درج کیا، کہ ہزاری تم کو اطلاع دی جاتی ہے کہ تمہاری لڑکی اصغری بیگم کو میں نے طلاق طلاق طلاق دیا اب تم کو اختیار ہے جہاں چاہو شادی کر سکتے ہو۔

(۲) پھر اس نے طلاق طلاق طلاق کاٹ دیا خط زمین پر ڈال دیا اور تین آدمیوں سے زبانی کہا تھا کہ میں نے اپنی بیوی کو طلاق دیدیا ہے۔

(۳) بذریعہ کارڈ طلاق دیا ہے اور اس کے بعد چار ماہ تک لڑکی کو اپنے گھر میں لا کر رکھا تھا بعد میں لڑکی کے وارث آئے اور لڑکی کو لے کر جانے لگے تو پھر دوبارہ طلاق دیکر رخصت کر دیا ہے پہلی طلاق صحیح ہے یا دوسرا طلاق جب کہ چار ماہ بعد لائے ہیں تو ہمبستری ضرور ہوئی ہوگی، طلاق کے بعد لڑکی سے ہمبستری جائز ہے یا کہ نہیں جائز ہے۔

الجواب:- جب تحریر کا اقرار اور گواہ بھی موجود ہیں تو تین طلاق پہلی ہی تحریر سے واقع ہوگئی بغیر حلالہ کے عورت حلال نہیں ہے، چونکہ طلاق تحریری بغیر کسی شرط کے لکھی تھی اس کے لکھتے ہی طلاق واقع ہوگئی، اگر بعد میں اس نے طلاق کے لفظ کو کاٹ دیا اس کے کاٹنے کا اعتبار نہیں ہے۔ وان كانت موسومة لا تخلوا اما ان ارسل الطلاق بان كتب اما بعد فانت طلاق فكما كتب هذا يقع الطلاق وتلزمها العدة من وقت الكتابة۔ ۲۴

طلاق واقع ہوگئی اور چار ماہ بعد بغیر حلالہ کے عورت کو اپنے گھر میں رکھ لیا، گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوا تو بہ کرنا ضروری ہے، پہلی طلاق صحیح ہے، لکھنے کے بعد گواہوں کے سامنے اقرار بھی کر چکا ہے کہ میں نے اپنی عورت کو طلاق دیدی ہے تو پہلی طلاق صحیح ہوگی، اس کے بعد چار ماہ میں تین حیض آچکے ہیں تو عدت بھی ختم ہو چکی ہے، اور عورت غیر محرم ہو چکی تھی اب اس پر دوسری مرتبہ کی طلاق واقع نہیں ہوئی۔ لہذا عورت نکاح میں باقی نہیں تھی۔

السوال:- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں۔

صورت یہ ہوئی کہ زید اپنے گھر گیا ہے، اور اندر داخل ہونے والا تھا کہ بیوی نے روک دیا، اور کہا کہ خبردار جو اندر مکان میں داخل ہوا، نہ تو کچھ کرتا ہے، اور نہ کماتا ہے ویسے ہی پھرتا رہتا ہے، اندر داخل نہیں ہو سکتا ہے زید نے اس کے جواب میں یہ کہا کہ اچھا تو میری ماں اور میں تیرا لڑکا دو مرتبہ کہا اور کہا کہ بس تو مجھے بخش دے۔

الجواب:- اگر واقعہ اسی طرح ہے۔ اور کوئی لفظ استعمال نہیں کیا ہے پس غصہ میں اتنا ہی بولا ہے تو اس الفاظ کے کہنے سے عورت پر طلاق واقع نہیں ہوئی عورت نکاح میں باقی ہے کہ یہ جملہ گالی کی جگہ پر عورت کے لئے استعمال ہوا ہے کنایات طلاق میں داخل نہیں ہے، اس لئے طلاق واقع نہیں ہوتا ہے، عورت کے لئے ایسے لفظ استعمال کرنا مکروہ ہے۔

السوال:- عرض خدمت میں ہے اب سے تقریباً تیس سال پہلے جب میرے لڑکے کی عمر صرف پانچ سال تھی، اپنے مرحوم دوست کے یہاں اس نابالغ کی شادی رسم کے مطابق ایک چھوٹی بچی سے کر دی تھی، جس کی ماں دوسری تھی، مرحوم دوست کی بات کو نبھانے کی خاطر اس کی لڑکی اپنے گھر میں رکھے ہوا ہوں، دونوں کے تعلقات یعنی لڑکے لڑکی کے پچھلے بیس سال سے بہت ہی خراب ہے، اور ایک لڑکی بھی ہوئی ہے، جواب بیس سال کی ہوگی، لڑکا دوسرا نکاح کرنا چاہتا ہے، اور اس رشتہ کو قبول نہیں کرتا ہے، کیا طلاق بہتر ہوگی۔

الجواب:- جب بیس سال سے شوہر اور عورت کے تعلقات ہیں، اور آپس میں نباہ کی صورت مشکل ہے، جس سے امساک بالمعروف فوت ہو رہا ہے، شوہر اس کو نہیں چاہتا ہے، ایسی حالت میں طلاق دیدینا بہتر ہے، تاکہ دونوں کی زندگی خوشگوار ہو جاوے۔

ورنہ لڑکی کی خصوصیت کے ساتھ اس طرح زندگی گزارنی دشوار ہے جب تک طلاق نہ ہوں۔ دوسری شادی کرنا چاہتا ہے اور اس کو رکھنا چاہتا ہے تو طلاق دیدے تاکہ عدت کے بعد عورت اپنا دوسرا

انتظام کر لے، ورنہ اس دور پر فتن میں حفاظت اور بے خاوند کے رہنا دشوار تر ہے۔

السوال:- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں زید نے اپنی زوجہ منکوحہ کو غصہ کی حالت میں دو گواہوں کی موجودگی میں ایک جلسہ میں تین مرتبہ طلاق دیدی ہے، کیا طلاق واقع ہوئی یا کہ نہیں۔ اگر ہوئی تو کس طرح ہوئی۔

الجواب:- حنفی مذہب میں جب شوہر اپنی منکوحہ کو گواہوں کے روبرو تین طلاق دیدی تو تینوں واقع ہو گئیں، اب عورت بغیر حلالہ شرعیہ کے زید کے لئے حلال نہیں ہے یہی جمہور صحابہ اور ائمہ مسلمین کا مذہب ہے۔

ولا ینکح مطلقۃ من نکاح صحیح نافذ بها ای بالثلاث حتی یطاہا غیرہ ولوا لغير
مراہقا بنکاح نافذ۔ ۲۵

السوال:- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ محمد یعقوب نے اپنی بیوی کو کچھ بات ہونے پر ایک طلاق دیا ہے، اور کچھ عرصہ کے بعد آپس میں بات چیت ہونے پر دوسری طلاق دیدیا، اب محمد یعقوب اپنی بیوی کو رکھ سکتا ہے یا نہیں۔

الجواب:- مذکورہ صورت میں محمد یعقوب کی عورت پر دو طلاق رجعی واقع ہو گئی عدت میں رجوع کر سکتا ہے، زبان سے کہہ دے کہ میں نے نکاح میں لوٹا لیا، یا تنہائی میں میاں بیوی جیسے تعلقات ہوتے ہیں محبت وغیرہ کر لی۔ رجعت ہو جائے گی، عورت نکاح میں باقی رہے گی، اگر عدت ختم ہو چکی ہے، تو عورت کی رضا مندی سے دوبارہ نکاح کر کے رکھ سکتا ہے، اس میں حلالہ کی ضرورت نہیں ہے۔

السوال:- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میری دختر کبریٰ بی بی کا عقد تقریباً سات سال ہوئے مرزا محمد امین کے ساتھ ہوا لڑکی رخصت کر دی گئی، تقریباً تین سال کے بعد معلوم ہوا کہ محمد امین اور ان کے والدین وغیرہ کے خیالات لڑکی کے خلاف ہیں، جن کی وجہ سے لڑکی کے ساتھ اس کے شوہر اور سسرال والوں کا برتاؤ اور سخت ہو گیا ہے، لڑکی برابر یہ کوشش کرتی رہی کہ کسی طرح

ان لوگوں کے خیالات اور برتاؤ ٹھیک ہو جاوے اور میرے ساتھ جو سختی برتی جاتی ہے، دور ہو جائے اور خیالات اور برتاؤ خوشگوار ہو جاویں ہر طرح کی سختی اور برے برتاؤں کو برداشت کرتی رہی، اس نا موافقت اور سختی کو دیکھتے ہوئے مرزا محمد امین کے والدین نے لڑکی کو اس کے میکے یعنی میرے گھر بھیج دیا ہے، جب عرصہ تک اس کو بلایا نہ گیا، تو لڑکی خود ہی اپنے سسرال چلی گئی ہے، ڈیڑھ سال اس طرح سے گزرے، مگر محمد امین کی سختی بڑھتی گئی ہے، اور لڑکی سے محمد امین نے بہت ترش روئی سے کہا ہے، کہ تم اپنے میکے چلی جاؤ، اور اب ہمارے یہاں نہ آنا، اور اپنے والدین سے کہا کہ ہم اس کو نہ رکھیں گے، اس کے بعد لڑکی اپنے میکے چلی آئی ہے، اور از خود اپنی سسرال نہیں گئی ہے، اور نہ محمد امین اور نہ ان کے والدین نے بلایا ہے، جب اس کشیدگی کو عرصہ ہو گیا ہے، تو میں نے محمد امین کے گھر کچھ لوگوں کو جمع کیا ہے، یہ کچھ لوگ میری طرف کے تھے، اور کچھ آدمی محمد امین کے تھے تاکہ بطور پنچ کے اس معاملہ کا فیصلہ کریں، اور ہم دونوں فریق اس فیصلہ پر عمل کر کے اس ناگوار صورت حال ختم کر دیں، پنچوں نے تمام حالات معلوم کر کے فیصلہ کیا ہے، کہ ان حالات میں کبریٰ بی بی اور محمد امین خوشگوار رہیں نہیں پیدا ہو سکتی ہے لہذا بہتر یہی ہے کہ محمد امین کبریٰ بی بی کو طلاق دیدے، تاکہ لڑکی کے والدین سے کہیں، اور اپنی لڑکی کا نکاح کر دے محمد امین یہ فیصلہ سن کر خاموش تھا، کہ اس کی ماں پنچوں کو مخاطب ہو کر کہا کہ ہمارے خاندان میں طلاق لینے اور دینے کا رواج نہیں ہیں، اور نہ پنچوں کا فیصلہ مانا جائے گا سات سال سے لڑکی اپنے والدین کے یہاں ہے لہذا ایسی صورت میں ارشاد فرماویں کہ کہیں اور لڑکی کا عقد کر دیا جائے۔

الجواب:- جب محمد امین نے اپنی عورت سے یہ کہا کہ تم اپنے میکے چلی جاؤ اب ہمارے یہاں نہ جانا۔ اس سے قسم کے ساتھ دریافت کرنا چاہیے، کہ کس نیت سے کہا تھا اگر وہ قسم کے ساتھ یہ کہہ دے کہ میں نے طلاق دینے کی نیت سے کہا ہے، تو اس سے ایک طلاق واقع ہو گئی عدت کے بعد دوسرا عقد کر سکتی ہے، اگر وہ انکار کر دے کہ طلاق کی نیت نہیں تھی، تو طلاق واقع نہ ہوگی کسی ممکن طریقہ سے طلاق حاصل کرنا چاہئے، اگر وہ طلاق بھی نہیں دیتا ہے، اور حقوق زوجیت ادا ہی نہیں کرتا ہے، تو ایسی صورت میں مسلمان حاکم اور اس کے ممکن نہ ہونے کی صورت میں چند دیندار معزز مسلمانوں کی

پنچائیت میں تفریق کا دعویٰ کرنا چاہئے، اور جملہ امور کا ثبوت بہم پہنچانا چاہئے۔ مسلمان حاکم یا پنچائیت شوہر سے کہے کہ حقوق زوجیت ذمہ داری کے ساتھ ادا کرو یا طلاق دیدو اگر کسی بات پر راضی نہ ہو تو حاکم یا پنچائیت اس کی طرف سے طلاق واقع کر کے دونوں میں تفریق کر دے پھر عدت طلاق گزار کر دوسری جگہ نکاح جائز ہوگا۔

السوال:- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں ایک لڑکی کا شوہر چار سال سے فرار ہے اور لڑکی بالغ ہے، ایک دو مرتبہ شوہر کے گھر بھی جا چکی ہے، اور وہ لڑکا جب گھر سے گیا تھا ناراض ہو کر تو وہ سانس کا مریض تھا، اب چار سال سے اس کا کوئی پتہ نہیں ہے کہ زندہ ہے یا مر گیا ہے فرمائیے کہ وہ لڑکی اپنا دوسرا نکاح کر سکتی ہے یا نہیں۔

الجواب:- جب تک شوہر طلاق نہ دے یا مر نہ جائے یا کسی شرعی طریقہ سے دونوں میں تفریق نہ ہو جاوے لڑکی دوسرا نکاح نہیں کر سکتی ہے، مذکورہ واقعہ میں لڑکی مسلمان حاکم کی عدالت میں دعویٰ کرنے نفقہ کی مجبوریوں کو اور شوہر کے لاپتہ ہونے کو ثابت کرے ثبوت کے بعد حاکم تلاش کرائے اخبارات میں شائع کرائے، اگر پتہ ملنے سے مایوسی ہو جاوے تو مزید ایک سال انتظار کرے اگر ایک سال کے اندر شوہر واپس آجائے فیما۔ ورنہ عورت کی دوسری درخواست پر دونوں میں تفریق کر دے اس تفریق کے بعد عورت عدت طلاق گزار کر دوسرا عقد کر سکتی ہے، اگر مسلمان حاکم میسر نہ ہو تو چند معزز دیندار مسلمانوں کو جن میں ایک عالم بھی ہو بیچ مقرر کر کے ان سے مذکورہ طریقہ پر فیصلہ کرائے اگر قرآن خارجیہ سے حاکم یا پنچائیت کے نزدیک بظن غالب گم شدہ کی موت ثابت ہو جائے تو بلا مدت مقررہ کے بھی موت کا حکم کر سکتا ہے اس کے بعد عدت موت گزار کر دوسرا عقد کر سکتی ہے۔

السوال:- کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ زید نے خاتون کو طلاق دے دی ہے، اور خاتون زید سے کن چیزوں کا مطالبہ کر سکتی ہے مطلب مہر۔ عدت کا خرچہ وغیرہ عند الشرع کیسا ہے۔

الجواب:- اپنا مہر اور اسباب چیز جو والدین کے یہاں سے لائی ہے، طلب کر سکتی ہے، کہ یہ دونوں چیزیں عورت کی ملک ہیں نیز عدت طلاق کا نفقہ بھی حسب حیثیت طلب کر سکتی ہے، لیکن

اسی وقت کہ عدت باقی ہو اگر عدت ختم ہو چکی ہے، عدت کے بعد نفقہ شوہر سے ساقط ہو جائے گا۔

السوال :- گزارش ہے کہ شوہر نے اپنی بیوی کو عرصہ ۴۱ سال کا ہوا طلاق دیدی تھی، اور پھر شوہر نے دوسرے آدمی سے نکاح حلالہ کرایا، اور پھر طلاق دلوا کر اپنا نکاح کر لیا ہے، پہلے نکاح کے مہر مبلغ پانچ سو روپے تھے، اور حلالہ کے بعد کے مہر دو سو روپے باندھے گئے ہیں۔ اب شوہر نے پھر اپنی بیوی کو دو مختلف تاریخوں میں بذریعہ نوٹس طلاق دیدی ہے، پہلا نوٹس ۱۰ نومبر ۱۹۶۲ء کو اور دوسرا نوٹس یکم اپریل ۱۹۶۴ء کو دیا اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ دونوں نوٹس سے عورت کو طلاق ہو گئی ہے یا کہ نہیں اور عورت کے جو دو نکاح کے مہر ہیں یعنی پہلے نکاح کے اور حلالہ کے بعد کے نکاح کے، لے سکتی ہے یا نہیں اور عورت کی تین لڑکی ہیں ایک جوان اور دو بچی ان کا نفقہ بھی باپ پر ہے، یا کہ نہیں۔ حلالہ جب شوہر نے کسی دوسرے آدمی سے کرایا ہے تو حلالہ کا مہر کس کے ذمہ ہے اگر وہ جدید شوہر سے طلاق دلواتا ہے تو جدید شوہر کہتا ہے کہ میں مہر کا ذمہ دار نہیں ہوں اگر مہر لیتی ہے تو طلاق نہیں دیتا ہوں، اگر نہیں لیتی ہے، تو طلاق دیتا ہوں۔

الجواب :- جب کہ اس شخص نے بذریعہ ایک نوٹس ۱۰ نومبر کو طلاق دیا ہے اور دوسری نوٹس یکم اپریل کو دوبارہ یہ دیکھا جائے گا کہ ان دونوں نوٹس کے درمیان تین حیض گزر گئے یا نہیں، اگر تین حیض گزر گئے، تو وہ عورت پہلے نوٹس سے بائہ ہو گئی دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے، دوسرے نوٹس کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا۔ اور اگر تین حیض نہیں گزرے پھر دوسرے نوٹس سے طلاق دیا، اگر دونوں نوٹس میں طلاق رجعی لکھی ہے، تو دونوں نوٹس سے دو طلاقیں رجعی واقع ہوئیں، اب عدت تین حیض گزرنے کے بعد نکاح ثانی کر سکتی ہے، اگر تین طلاق لکھی ہے، تو تین طلاق واقع ہو گئیں۔ بدون حلالہ کے شوہر کے لئے حلال نہ ہوگی۔

وان كانت موسومة يقع الطلاق نوى اولم بنو ثم الموسومة لاتخلوا ما ان ارسل الطلاق

بان كتب اما بعد فانت طالق فکما كتب هذا يقع الطلاق وتلزمها العدة من وقت الكتابة۔ ۲۶

اور اگر رسالہ اور خط کے اوپر لکھا جائے فلا نہ اگر تیرے پاس میرا یہ خط پہونچے تو تجھے طلاق ہے،

پس اس عورت کو یہ خط پہونچتے ہی طلاق واقع ہوگی۔

ولو كتب على وجه الرسالة والخطاب كان يكتب يا فلانية ان اتاك كتابي هذا
فانت طالق طلقت بوصول الكتاب جوهرہ ۲۷

وہ عورت پہلے شوہر سے دونوں نکاح یعنی نکاح اول و بعد حلالہ والے نکاح کے مہر وصول کر سکتی ہے اس سے چھٹکارا نہیں ہے، اس عورت کے پاس تین لڑکیاں ہیں تو ان لڑکیوں کا خرچہ باپ کے ذمہ ہے، اگر ان لڑکیوں کے پاس مال نہیں ہے۔ اور ماں کو نو سال تک ان لڑکیوں کے پرورش کرنے کا حق ہوگا۔ اس کے بعد باپ کے ذمہ تمام انتظام ہوگا۔ نفقہ الا ولاد الصغار علی الأب لا یشار کہ فیہا احد کما لا یشار کہ فی نفقة الزوجة لقوله تعالى وعلى المولود له رزقهن والمولود له هو الأب۔ انما تجب النفقة علی الاب اذالم یکن للصغیر مال اما اذا کان فلا صل ان نفقة الانسان فی مال نفسه صغیراً کان او کبیراً۔ ۲۸

زوجہ ثانی نے جو نکاح کیا تھا، اس کا مہر زوج ثانی کے ذمہ واجب ہے، اس سے عورت مہر وصول کرے گی۔

السوال :- فاطمہ کی شادی مہر علی کے ساتھ ہوئی تھی، جب کہ یہ دونوں نابالغ لڑکی اور نابالغ لڑکے تھے، اور لڑکی کا باپ فوت ہو چکا ہے، صرف ماں کی اجازت سے نکاح ہوا تھا، جب سے لڑکا کہیں بھاگ گیا تھا، جو کہ ابھی تک کہیں باہر ہی ہے، جس کو گیارہ برس ہو گیا ہے، لڑکی نے ڈپٹی کے یہاں درخواست دیکر اپنا نکاح فسخ کر لیا ہے، اب چند روز ہوئے کہ وہ ممبئی میں ہے، اس کو طلاق دینے کے لئے کہا جاتا ہے، تو وہ طلاق بھی نہیں دیتا ہے، اب لڑکے کے باپ سے کہا جاتا ہے، تو وہ کہتا ہے ہم کو ایک ہزار روپیہ دیدو ہم دستخط کرا دیں، اور طلاق کے واسطے نہیں جانتے چاہے ہو چاہے نہ ہو اور عورت کا جب دوسرا نکاح کر دیا تھا، اس کے تین بچے بھی ہو گئے ہیں، پہلا شوہر طلاق نہیں دیتا ہے، عند الشرع کیا حکم ہے۔

الجواب:- غیر مسلم حاکم کی اجازت نکاح دینے سے پہلا نکاح ٹوٹا نہیں ہے، دوسرے شخص سے عورت کو علیحدہ کر دینا چاہئے، دوسرا نکاح فاسد ہے، پہلے شوہر سے جس طرح بھی ممکن ہو طلاق حاصل کر لیا جاوے، اس کے بعد دوسرا نکاح جائز ہوگا ورنہ نہیں۔ لڑکے کے باپ کو روپے دینے کا کوئی فائدہ نہیں ہے، لڑکا طلاق دے تو طلاق ہوگی ورنہ نہیں۔ مسلمان حاکم اس کے نہ ہونے پر مسلمانوں کی پنچائیت میں مقدمہ پیش کر کے شوہر سے طلاق حاصل کرنا، اور فیصلہ کرنا چاہئے بغیر اس صورت کے اور کوئی دوسری صورت ممکن نہیں۔

الجواب:- غیر مسلم حاکم کی اجازت نکاح دیدینے سے پہلا نکاح ٹوٹا نہیں ہے، دوسرے شخص سے عورت کو علیحدہ کر دینا چاہئے، دوسرا فاسد ہے، پہلے شوہر سے جس طرح بھی ممکن ہو طلاق حاصل کر لیا جاوے، اس کے بعد دوسرا نکاح جائز ہوگا ورنہ نہیں۔ لڑکے کے باپ کو روپے دینے کوئی فائدہ نہیں ہے، لڑکا طلاق دے تو طلاق ہوگی ورنہ نہیں۔ مسلمان حاکم اس کے نہ ہونے پر مسلمانوں کی پنچائیت میں مقدمہ پیش کر کے شوہر سے طلاق حاصل کرنا، اور فیصلہ کرنا چاہئے، بغیر اس صورت کے، اور کوئی دوسری صورت ممکن نہیں۔

السوال:- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی بیوی کو طلاق دیدیا ہے، لیکن دونوں کی رضامندی نہیں تھی، وجہ یہ ہوئی کہ لڑکا بیماری کی حالت میں تھا، لڑکی کے رشتہ دار آکر لڑکے کو مجبور کیا، اور زبردستی لڑکے سے طلاق دینے کو کہا مجبور ہو کر لڑکا خوف سے طلاق دے دیا ہے، اب لڑکا تندرست ہو گیا ہے اور چاہتا ہے کہ بیوی کو واپس بلا لوں۔ دریافت ہے، کہ اس کی بیوی کس طرح واپس ہوگی۔ اور جن لوگوں نے طلاق دلوائی ہے، اس کی کیا سزا ہے، چونکہ میاں بیوی راضی تھے عزیزوں نے مجبور ہو کر کے طلاق دلوایا ہے، اس میں شرعی مسئلہ کیا ہے۔

الجواب:- مذکورہ واقعہ میں طلاق واقع ہوگئی اگر تین طلاق دی ہیں، تو بغیر حلالہ شرعیہ کے عورت شوہر کے لئے حلال نہیں ہے، اگر ایک یا دو طلاق دی ہیں تو عدت میں رجوع کر سکتا ہے، اگر عدت ختم ہوگئی ہے تو رضامندی زوج نکاح جدید کر کے رکھ سکتا ہے، اس میں حلالہ کی ضرورت نہ ہوگی

سوال میں مذکور نہیں کہ کتنی طلاق دی ہیں۔

السوال:- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں زید کا نکاح مریم سے پندرہ سال پہلے ہوا تھا لیکن زید بالکل نامرد ہے، اور شرم کی وجہ سے لڑکی اس راز کو چھپاتی رہی، اب مرد کے عیب نامردی، کو اب جب کہ پندرہ سال گزر گئے ہیں، اس نے مجبوراً اب ظاہر کیا ہے، کہ میرا شوہر زید بالکل نامرد ہے، کسی کام کا نہیں ہے، اب میں ان کے پاس کسی قیمت پر رہنے کو تیار نہیں ہوں چاہے، کچھ بھی ہو جائے اور مریم کو شوہر زید رکھنے پر اصرار کر رہا ہے، کہ میں ہرگز نہیں چھوڑوں گا، اور ہرگز طلاق نہیں دوں گا، اب لڑکی ایک سال سے اپنے والدین کے یہاں ہے، اب لڑکی کے چھٹکارہ کی کیا شکل ہے، کہ پہلے شوہر زید کی زوجیت سے علیحدہ ہو کر دوسری جگہ نکاح کر لے۔

الجواب:- جب شوہر نامرد ہے، اور عورت کے قابل کسی طرح نہیں ہے، اور شوہر اس کو رکھتا بھی نہیں ہے، اور طلاق بھی نہیں دیتا ہے، تو عورت مسلمان حاکم اور اس کے ممکن نہ ہونے پر چند دیندار اور معزز مسلمانوں کی پنچائیت میں اپنا مقدمہ پیش کرے، اور شوہر کے نامرد ہونے کا ثبوت بھی پیش کرے اور جب نامردی کا ثبوت ہو جائے تو حاکم یا پنچائیت شوہر کو برائے علاج مزید ایک سال کی مہلت دے، اگر علاج کے بعد بھی عورت کے قابل نہ ہو تو عورت کی دوسری درخواست پر دونوں میں تفریق کر دے۔ اس کے بعد عدت طلاق گزار دوسرا عقد کر سکتی ہے، پنچائیت دیندار مسلمانوں کی ہونی چاہئے، نیز پنچائیت میں ایک عالم کا شریک ہونا بھی ضروری ہے، غیر مسلم حاکم کا فیصلہ معتبر نہیں ہے۔

السوال:- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی بیوی کے نام کو عنوان بنا کر ہندی میں ایک تحریر لکھی، اور اسی کو ٹائپ کر دیا ہے، جس کی صورت یہ تھی منور جہاں میں تم کو اس تحریر کے رو سے اطلاع دے رہا ہوں کہ میں دو سال سے برابر کوشش کر رہا ہوں، کہ تمہیں طلاق دیتا ہوں، اور شریعت کے حکم کے بموجب کہتا ہوں کہ میں نے تم کو طلاق دی میں نے تم کو طلاق دی یہ تحریر اگرچہ بیوی کو نہیں بھیجی گئی، لیکن بعض لوگوں کو یہ کہہ کر دکھائی گئی کہ میں نے طلاق نامہ لکھوا لیا ہے، جو

میں اس کو بھیج دوں گا۔

اس سلسلے میں حسب ذیل سوالات ہیں:

(۱) منور جہاں میں تمہیں طلاق دیتا ہوں، جس کے لئے عطف تفسیری ہے اور شریعت کے حکم کے بموجب کہتا ہوں، کہ خود منفرداً انشاء طلاق کے لئے متعین ہے، جس کے لئے کلام کے دوسرے قرینوں کا اعتبار نہیں ہے، اور نہ نیت کا یا خیریت کا محتمل بھی ہے، جس کے تعین کے لئے قرآن اور نیت کو بھی دیکھا جائے گا، جبکہ اس کے خبر ہونے کا قرینہ اس کی تفسیر ”کہتا ہوں“ کا عطف بھی ہے، اور آگے انشاء اللہ طلاق کے جملوں کی تین بار تکرار بھی ہے۔

(۲) اس خط میں کاتب جو اطلاع دینا چاہتا ہے، وہ الفاظ کو کہنے کی ہے جو آگے اس نے لکھے ہیں، یعنی میں تمہیں طلاق دیتا ہوں۔ جو واقعاً انشاء طلاق ہیں یا طلاق دینے کی اطلاع چاہتا ہے، اگر طلاق دینے کی اطلاع دینا چاہتا ہے تم جملہ ہوں کیا لاشیٰ اور ناقابل التفات ہے۔

(۳) دیکھتا ہوں کہ حقیقی معنی کیا تلفظ کرنے کے نہیں ہیں اور اس کو کسی دوسرے معنی پر مثلاً دیتا ہوں، وغیرہ پر عمل کرنے کے لئے کسی قرینہ کی ضرورت نہ ہوگی، حالانکہ پہلے ہی لفظ اطلاع دیتا ہوں، تو ایک طرح سے قرینہ بھی ہے، کہ یہاں یہ لفظ قرینہ اپنے حقیقی معنی میں استعمال ہو رہے ہیں، یہ بھی لفظ ملحوظ رہے کہ عوام یہی سمجھتے ہیں کہ طلاق دینے کے لئے بھی الفاظ طلاق کا تلفظ تو ضروری ہے، اور اسی عامیانہ خیال کو سامنے رکھتے ہوئے ہی کاتب نے ”کہا ہوں“ لکھا ہے۔

(۴) اگر واقعی طلاق دیتا ہوں منفرداً اطلاع نہیں ہے، اور کہتا ہوں کے معنی تلفظ کرنا ہیں اور انشاء طلاق کے لئے واقعی طلاق الفاظ میں نے تم کو طلاق دی ہیں تو استفسار یہ ہے کہ اگر کاتب نے واقع میں الفاظ طلاق زبان سے ادا نہیں کئے ہیں تو اس کا اپنے قول اور کہنے کی اطلاع دینا جھوٹ ہوگا یا طلاق ہوگی۔ سوال یہ ہے کہ آیا یہ اطلاع انشاء طلاق کی ہے، یا الفاظ طلاق کی زبان سے ادا کی اطلاع عربی میں اس کو کچھ اس طرح سے ادا کریں گے۔ اخبرك انی اطلقك

واقول لك انت طالق بينوا تو جبروا۔

الجواب:- مذکورہ واقعہ میں جب تحریر کا اقرار ہے لکھتے ہی عورت پر تین طلاق واقع ہوگئی، لفظی الٹ پھیر اور چنناں چنیں اور انشاء خبر کی کشمکش وغیرہ سب کو قائل کے قول میں نے تم کو طلاق دی، میں نے تم طلاق دی، میں نے تم کو طلاق دی۔ نے ختم کر دیا کہ اس تمام تحریر سے انشاء طلاق ہی مقصود ہے، اس لئے طلاق واقع ہوگئی ہے اب بغیر حلالہ کے عورت حلال نہیں ہے عرف اس طرح جاری ہے۔

السوال:- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں

آمنہ دختر کرامت خان کی شادی شمس العلماء کے ساتھ ہوئی تھی، آمنہ شادی کے بعد قریب پانچ سال اپنے شوہر کے پاس رہی ہے، دوسری تیسری رخصتی کے بعد شوہر نے لا پرواہی کرنا شروع کر دیا ہے، مگر میں یعنی آمنہ سبب حیا کے لا پرواہی برداشت کرتی رہی ہوں اور صبر کرتی رہی ہوں اسی اثنا میں ایک لڑکا پیدا ہوا ہے، جس کی عمر آج سات سال ہے جب سے نان و نفقہ میں سخت دشواری ہے، اور میرا شوہر، مجھ کو گھر سے نکال دیا ہے، اب مجبوراً میں اپنے میکے میں ہوں، لڑکے کی پیدائش کے دو سال بعد میرے والدین نے مجھ کو مجبور کر کے پھر دوبارہ پہنچا آئے، اور میں قریب ایک مہینے ہی رہی اس ایام میں میرے حمل قرار پایا ہے، شوہر نے اس حمل سے بھی انکار کر دیا ہے، اور مجھ کو گھر سے باہر نکال دیا ہے، اور میں میکے چلی آئی جہاں لڑکی پیدا ہوئی، اور آج تک میں میکے میں ہوں۔ اور شوہر اس وقت سے آج تک گھر میں نہیں ہے، لاپتہ ہے، معلوم نہیں ہے، زندہ ہے یا مر گیا ہے، اس لئے مجھ کو عقد ثانی کا حکم فرمایا جاوے۔

(۲) خدیجہ دختر حنیف کا نکاح عابد علی کے ساتھ ہوا تھا عابد علی لا پرواہی کر دیا ہے، اور باہر چلا گیا ہے، مجبور ہو کر خدیجہ نے دیوانی میں مقدمہ دائر کر دیا ہے، عابد علی حاضر نہیں ہوا ہے عدالت نے گزٹ کرادیا ہے، حاکم عدالت غیر مسلم تھا لڑکی کے حق میں شوہر کے حاضر عدالت نہ ہونے سے ڈگری دیدی ہے، اب لڑکی عقد ثانی کر سکتی ہے یا نہیں۔

الجواب:- جب تک شوہر طلاق نہ دے یا فوت نہ ہو جائے یا شرعی طریقہ پر تفریق نہ ہو جائے، دوسرا نکاح جائز نہیں ہے، جب شوہر لاپتہ ہے، اس کی موت اور زندگی کا حاکم کی عدالت میں دعویٰ کیا جائے، اور شوہر کے گم ہونے اور نفقہ وغیرہ کی مجبوریوں کا ثبوت پہنچایا جاوے ثبوت کے بعد حاکم تلاش کرا کے اخبار میں شائع کرائے، اگر اس کے پتہ اور نشان سے مایوسی ہو جائے تو ماحول پر نظر رکھتے ہوئے کم از کم مزید ایک سال مدت انتظار مقرر کرے، اگر ایک سال میں واپس نہ ہو تو عورت کی دوسری درخواست پر نکاح فسخ کر کے تفریق کر دے اس کے بعد عدت طلاق گزار کر دوسرا عقد کر سکتی ہے اگر حاکم کے نزدیک قرائن خارجہ سے بظن غالب موت ثابت ہو جائے تو موت کا حکم کر سکتا ہے اس کے بعد عدت موت چار ماہ دس روز گزار کر دوسرا عقد کر سکتی ہے، اس صورت میں مزید ایک سال مقرر کرنے کی ضرورت نہیں ہیں، اگر مسلمان حاکم میسر نہ ہو تو چند دیندار معزز مسلمانوں کی پنچایت مقرر کر کے جن میں ایک عالم معاملہ فہم بھی ہو، اس کی عدالت میں مقدمہ پیش کرے وہ پنچایت مذکورہ طریقہ پر فیصلہ کرے اس کے بعد دوسرا نکاح ہو سکے گا۔

(۲) غیر مسلم کا فیصلہ معتبر نہیں ہے، خدیجہ اس صورت میں دوسرا نکاح نہیں کر سکتی ہے، آپ مسلمانوں کی پنچایت میں پیش کر کے فیصلہ کرا لیں اس کے بعد دوسرا عقد کر سکتی ہے۔

میراث سے متعلق فتاویٰ

السوال:- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں۔

زید چھوٹا بھائی بکر بڑا بھائی، جن کی دو بہنیں ہندہ اور زینب، دونوں بہنیں حق پداری حاصل کر چکی ہیں۔ زید کا انتقال ہو گیا۔ زید کے نہ اولاد تھیں اور نہ بیوی تھی زید نے صرف ایک بھائی اور دو بہنیں چھوڑی ہیں زید کا ترکہ بصورت آٹھ سہام سے تقسیم ہوا۔ ۶ سہام بکر کو اور ایک ایک سہام دونوں بہنوں کو ملے تھے، لیکن مرحوم کا ترکہ تقسیم نہ ہونے پایا تھا کہ زید مرحوم کے بڑے بھائی بکر کا بھی انتقال ہو گیا ہے۔ بکر نے صرف اپنی ایک لڑکی اور دو حقیقی بہن چھوڑی ہیں ترکہ کیسے تقسیم ہوگا۔

الجواب:- مسئلہ ۸۔

زید متوفی

اخ بکر	اخ ت ہندہ	اخ ت زینب
۴	۲/۱	۲/۱
مسئلہ ۲-۴	بکر متوفی	
بنت	اخ ت	اخ ت
۲/۱	۱	۱

زید مرحوم کے ضروری حقوق ادا کرنے کے بعد ترکہ آٹھ حصوں پر تقسیم ہوگا، جن میں تین تین حصے ہر ایک بہن کو ملیں گے، اور دو حصے بکر کی لڑکی کو ملیں گے کذا فی کتب الفرائض۔

سوال میں مذکور ہے کہ زید کے انتقال پر چھ حصے بکر کو، اور ایک ایک سہام بہنوں کا مقرر کیا گیا تھا۔ یہ چھ سہام پر تقسیم ہوگا، دو سہام بکر کے، اور ایک ایک سہم ہر ایک بہن کا ہوتا ہے زید کے مال سے بکر نصف کا حقدار ہے ایک روپیہ میں سے آٹھ آنے بکر کا حق ہے، اور چار چار آنے ہر ایک بہن کا حق

ہے پھر بکر کے انتقال پر اس کی لڑکی نصف ترکہ کی حقدار ہے اور نصف کی حقدار اس کی دونوں بہنیں ہیں، بکر کو اپنے بھائی کے ترکہ سے آٹھ آنے ملے ان میں چار آنے کی حقدار اس کی لڑکی ہے اور دو دو آنے کی حقدار بہنیں ہیں۔

السوال:- محمد میاں کا انتقال ہو چکا ہے اور ان کی ایک بیوی زندہ ہے، اور وہ مرحوم کی حقیقی چچا کی لڑکی ہے، محمد میاں کی ایک حقیقی بہن زندہ ہے، اور اس کے تین لڑکے ہیں، اور ایک مرحوم بہن کے تین لڑکے اور ایک لڑکی ہے، اور اس کا شوہر بھی زندہ ہے، مرحوم محمد میاں کے حقیقی چچا کا پوتا احمد ظہور، اور دو پوتی حلیمہ اور عائشہ حیات سے ہے، اور ایک چچی کی پوتی زندہ ہے تو سوال یہ ہے، کہ مرحوم کے ترکہ میں سے ان میں سے کون کون وارث ہوں گے، اور ہر وارث کے حق میں کتنے حصے ہوں گے۔ ممبئی میں ایک مکان کرایہ پر لے رکھا ہے، جس کی قیمت دس ہزار روپے ہیں ممبئی میں ایک کرایہ کی دوکان ہے، جس کی قیمت بیس ہزار مل سکتی ہے، لیکن دوکان کی قیمت پندرہ ہزار ہے، مذکورہ کاروبار میں مرحوم کی بیوی کا آدھا حصہ تھا، بینک میں پندرہ سو روپے جمع ہیں، جو کہ محمد میاں ان کی بیوی یا دونوں میں سے کسی ایک کے نام سے لئے جاسکتے ہیں۔

الجواب:- مرحوم محمد میاں کے مال متروکہ میں ان کی بیوی اور ان کی بہن اور حقیقی چچا کا پوتا وارث ہوں گے، اور ہر وارث مندرجہ ذیل حصہ کا حقدار ہوگا۔

مسئلہ-۴

زوجہ	اخت	ابن ابن العم
۱	۲	۱

مرحوم کا جو بھی مال متروکہ ہو اس کے چار حصے کئے جائیں گے، اور ایک حصہ بیوی کو اور دو حصے بہن کو اور ایک حصہ پوتے کو دیا جائے گا۔ باقی سوال میں ان کے علاوہ جو لوگ ہیں سب مرحوم ہیں، کاروبار میں عورت کا آدھا حصہ ہونے کا ثبوت ہو تو اس کو علیحدہ کر کے میراث تقسیم ہوگی، بینک میں جو

روپیہ جمع ہیں، اس کے بھی چار حصے ہوں گے، غرض مکان جائیداد بینک میں جو روپے جمع ہے، اس کے بھی چار حصہ ہوں گے، ایک روپیہ میں سے چار آنہ عورت کا حق ہے، آٹھ آنہ بہن کا ہے اور چار آنہ چچا کے پوتے کا حق ہے۔

السوال:- کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک بیوہ نے نکاح ثانی کر لیا ہے، جس شوہر سے اس نے نکاح کیا ہے، اس کی پہلی بیوی سے بھی دو لڑکے ہیں، بیوہ کے بھائی نے کچھ سامان بطریق زیور وغیرہ بطور امانت بہن کے پاس رکھ دیا ہے، عرصہ دراز تک کوئی اولاد اس شوہر سے نہیں ہوئی ہے، اسی دوران میں شوہر کا انتقال ہو گیا ہے، اس کے بعد اس عورت کا بھی انتقال ہو گیا ہے، اور وہ سامان شوہر کے لڑکوں کے پاس رہا ہے، عورت کے بھائی کی تین لڑکیاں شادی شدہ ہیں، انتقال کی خبر معلوم ہونے پر پھوپھی کے یہاں گئیں، اور اپنے والد کا سامان طلب کیا۔ تو پہلی بیوی کے لڑکوں نے دینے سے انکار کر دیا، اس سامان میں کوئی چیز ان لڑکیوں کے والد کی کمائی کی نہیں ہیں، اس سامان کے حقدار کون ہیں، لڑکیاں مالک ہے یا ان کی سوتیلی اولاد مالک ہے۔

الجواب:- بیوہ مرحومہ کا جو اپنا ذاتی مال ہے، اس کے شوہر کے لڑکوں کا اس میں کوئی حق نہیں ہے، وہ بیوہ کے وارث نہیں ہیں، بیوہ کے وارث اس کے خاندان کے لوگ ہیں، اگر مرد و زن ذوی الفروض عصباب میں سے کوئی نہیں ہیں صرف بھائی کی لڑکیاں ہیں تو بیوہ کے سامان کی شرعی وارث وہ لڑکیاں ہیں سب سامان ان کو دیدیا جائے گا شوہر کے لڑکوں کو اس سے روکنے اور نہ دینے کا کوئی حق نہیں ہے، اسی طرح اگر بیوہ کا مہر نہیں ادا کیا ہوا ہے تو اس کی حقدار وہ لڑکیاں ہیں، اسی طرح بیوہ مرحومہ اپنے مرحوم شوہر کے مال میں آٹھویں حصہ کا حق رکھتی ہیں، اس کی وارث اور حقدار بھی بھائی کی لڑکیاں ہیں، امانت کا واپس کرنا ضروری ہے، کسی کا حق دانا ظلم ہے۔ قیامت کے روز سخت عذاب ہوگا جب تک حق والا معاف نہ کرے معاف نہ ہوگا۔

السوال:- گزارش ہے کہ ایک بیوہ عورت کی یہ خواہش تھی کہ میں حج کروں لیکن وہ انتقال کر گئی، دو حقیقی بہن اور دو سوتیلی بھائی اس کے موجود ہیں، اور مرحومہ کے بہن کے دو لڑکے بھی ہیں

مرحومہ کچھ زیارت اور کپڑے چھوڑ کر انتقال کیا ہے، اور روپیہ بھی ہیں عندالشرع ترکہ کیسے تقسیم ہوگا۔

الجواب:- عورت مذکورہ نے موت کے وقت حج کی وصیت نہیں کی ہے، کہ میری طرف سے حج کرا دینا، اس لئے کہ جو کچھ نقد وغیرہ چھوڑ کر گئی ہے وارثوں میں حصہ رسد تقسیم ہوگا، وارثوں کو اختیار ہے کہ اس کی خواہش کو پورا کریں یا نہ کریں ان پر جبر نہیں ہو سکتا ہے، مذکورہ ترکہ کے چھ حصہ ہوں گے۔ دودو حصے ہر ایک بہن کو ملیں گے اور ایک ایک سوتیلے بھائیوں کو ملے گا۔

السوال:- گذارش ہے شمس الدین نے اپنے انتقال کے وقت دو لڑکے اور تین لڑکیاں چھوڑیں، اس صورت میں کس کو کتنا حصہ ملے گا، لڑکیوں میں سے کسی نے کبھی بھی ترکہ میں سے کچھ نہیں لیا تھا، اور ہمیشہ آمدورفت رہی تھی کچھ دنوں کے بعد مرحوم کی لڑکیوں کا انتقال ہوتا ہے، تو مرحوم لڑکیوں کی اولاد حصہ کا مطالبہ کرتی ہیں ان کا حصہ از روئے شرع ہے یا نہیں۔

۲- شمس الدین کی لڑکیوں میں سے بڑی لڑکی کے انتقال کے وقت دو بہنیں اور ایک بھائی سفر علی موجود ہے، اور بڑے بھائی محرم علی کے لڑکے ہیں تو بھائی اور بہن کے موجودگی میں بھتیجے کو کچھ ملے گا۔

۳- محرم علی کے لڑکے ہیں اور زوجہ ہے اور لڑکی کی بھی ہے، اس صورت میں زوجہ کو کتنا ملے گا۔

۴- محرم علی کے انتقال کے بعد زوجہ نے اگر دوسرا نکاح کر لیا تو ترکہ میں زوجہ کو ملے گا یا نہیں،

الجواب:- مسئلہ:- ۷

متوفی شمس الدین

محرم علی	سفر علی	بنت	بنت	بنت
۲	۲	۱	۱	۱

ضروری حقوق ادا کرنے کے بعد مرحوم شمس الدین صاحب کا ترکہ سات ۷ حصوں پر تقسیم ہوگا، جن میں سے ہر ایک لڑکے کو دو دو حصے، اور ہر ایک لڑکی کو ایک ایک حصے ملے گا، ایک روپیہ کے سات حصے ہوں گے لڑکیوں کے طلب نہ کرنے سے ان کا حق میراث فوت نہیں ہوتا ہے، لڑکیوں کا جو حق ان کے باپ کی طرف سے ملا ہے، لڑکیوں کے مرنے کے بعد ان کی اولاد کو ملے گا، اولاد کا مطالبہ اور دعویٰ صحیح ہوگا۔ اپنی والدہ کے انتقال کے بعد نواسہ اور نواسیاں نانا کے میراث میں حق رکھتے ہیں۔ جب جائیداد کی تقسیم بطریق شرع نہیں ہوئی ہے تو ان کا مطالبہ صحیح ہے، اور اگر لڑکیاں اپنی حیات میں میراث کی تقسیم کرا چکی ہیں اور اس تقسیم پر راضی رہیں، اور اپنے اپنے حصے پر قابض اور مالک رہیں، تو اب ان کی اولاد کا مطالبہ صحیح نہیں ہے، ان کو جائیداد میراث نہ دی جائے گی۔

محرم علی متونی

مسئلہ: ۸-

زوجہ لڑکے / لڑکی

۱۴

۱

اولاد کے موجود ہوتے ہوئے عورت کو آٹھواں حصہ ملے گا۔ ایک روپیہ میں سے دو آنے کی حقدار عورت ہے، اور چودہ آنے کی حقدار لڑکے اور لڑکی ہیں، جس کو رسد آپس میں تقسیم کر لیں گے۔ یہ ظاہر نہیں کیا ہے کہ محرم علی کے کتنے لڑکے ہیں۔

دوسرا نکاح کر لینے سے بیوہ کا حصہ میراث ساقط نہیں ہوگا۔ اپنے آٹھویں حصہ کی حقدار ہے۔

بھائی اور بہنوں کی موجودگی میں بھتیجیوں کا حق نہیں پہنچتا ہے وہ وارث نہیں ہیں، ایک روپیہ میں سے آٹھ آنے کا حقدار بھائی ہے، اور چار چار آنے کی حقدار دو بہنیں ہیں بھتیجے محروم ہیں، مال کے چار حصے ہوں گے دو حصہ بھائی کو اور ایک ایک حصہ ہر ایک بہن کو ملے گا۔

السوال:- فخر الدین نے انتقال کیا ہے اور تین لڑکیاں اور ایک چچا زاد بھائی عبدالرازق

کو چھوڑا ہے۔ ترکہ فخر الدین کا مذکورہ ورثہ میں کیسے تقسیم ہوگا۔

الجواب مسئلہ:- ۹

فخر الدین متوفی

بنت	بنت	بنت	ابن العم
۲	۲	۲	۳/۱

فخر الدین کے ترکہ سے نو حصے ہوں گے دو دو حصے ان کی ہر ایک لڑکی کو اور تین حصے عبدالرزاق کو ملیں گے ایک روپیہ میں سے دس آنے آٹھ پائی کی حقدار تینوں لڑکیاں ہیں اور پانچ آنے چار پائی کا حقدار عبدالرزاق ہے۔

السوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں شجرہ خاندانی حسب ذیل ہیں بحق شرعی امیر اللہ و بندو کو کتنا حق شرعی پہونچتا ہے۔ خاندانی شجرہ حسب ذیل ہے۔

مشیت اللہ

مشیت اللہ کا بیٹا..... عبدالحمید

عبدالحمید کی تین بیٹی..... حکیمین حسینی خاتون

مشیت اللہ کا بیٹا..... عبدالغفور

عبدالغفور کے دو بیٹے..... امیر اللہ و بندو۔

اس جائیداد سے عبدالغفور و عبدالحمید کو کتنا حق شرعی پہونچتا ہے، اور امیر اللہ و بندو کو کتنا حق شرعی پہونچتا ہے۔

الجواب:- آپ نے سوال میں یہ نہیں لکھا ہے کہ عبدالغفور اور عبدالحمید دونوں بھائیوں میں سے پہلے کون مرا، اگر مشیت اللہ کے انتقال کے بعد پہلے عبدالغفور مرا ہے تو تقسیم حسب ذیل ہے۔

مسئلہ (۴)..... مشیت اللہ

عبدالغفور عبدالحمید

۲ ۲

مسئلہ (۲)..... عبدالغفور

امیر اللہ بندو

۱ ۱

مشیت اللہ کے مال کے چار حصے ہوں گے۔ دو حصے عبدالحمید کو اور ایک ایک حصہ امیر اللہ اور بندو کو ملے گا، ایک روپیہ میں آٹھ آنے کا حقدار عبدالحمید ہے، اور چار چار آنے کا حقدار امیر اللہ اور بندو ہے۔

اور اگر عبدالحمید پہلے مرا ہے تو اس کی تقسیم حسب ذیل ہیں۔

مسئلہ (۲)(۱۸)..... مشیت اللہ

عبدالغفور..... عبدالحمید

۹/۱ ۱

۹ ۱

مسئلہ (۳)(۹)..... عبدالحمید

حکیمین حسینی خاتون اخ عبدالغفور

۲ ۲ ۲ ۳

مسئلہ (۲) (۶)..... عبد الغفور

امیر اللہ..... بندو

۶/۱

۶/۱

اس صورت میں مشیت اللہ کے مال کے اٹھارہ حصہ ہوں گے، جن میں دو دو حصے عبد الحمید کی ہر ایک لڑکی کو اور چھ چھ حصے عبد الغفور کے ہر ایک لڑکے امیر اللہ و بندو کو ملیں گے۔

اور اگر مال مشیت اللہ کا نہیں ہے، بلکہ دونوں بھائیوں کا آدھا آدھا ہے، تو عبد الغفور کے مرنے کے بعد ان کے مال و جائیداد کے حقدار اور مالک ان کے دونوں لڑکے ہیں ان میں کوئی اور شریک نہیں ہے۔ عبد الحمید کے مال کے نو حصہ ہوں گے، اور دو دو حصے ان کی ہر ایک لڑکی کو اور تین تین حصے ان کے بھائی کو ملیں گے، اگر بھائی عبد الغفور موجود تھا۔ ورنہ اس کے دونوں لڑکوں کو ملیں گے، ایک روپیہ میں سے دس آنے آٹھ پائی کا حقدار بھائی کے لڑکے ہوں گے۔

السوال:- کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ میں نے اپنے چھوٹے لڑکے عبد الرشید کو پڑھایا اور شادی بھی کر دی اور اس کو نقد ۲۲۰۰ روپے دیدیئے، اور اس کو ایک پختہ مکان بھی بنوایا، اور دو دوکانیں اور ایک کوٹھا موجود ہے۔ اب وہ کافی دن سے مجھ سے جھگڑ رہا ہے اور کہتا ہے کہ مجھ کو باقی جائیداد جو تمہارے پاس موجود ہے، مجھ کو دیدو ورنہ جان سے مار دوں گا اور فحش گالیاں بھی دیتا ہے، ایک روز دھکا دے کر گرا کر مارا، اب میں اس سے بہت تنگ آ گیا ہوں اور سخت پریشان ہوں۔ جو میری بقیہ جائیداد ہے، تین دوکان اور ایک باغ تین بیگہ زمین اس کو میں نے اپنے قبضہ میں رکھ چکا ہے، اور اس کی آمدنی سے فائدہ اٹھاتا ہوں اور اپنی گذر کرتا ہوں، ان کی ان حرکتوں سے تنگ عبد الرشید کو باقی جائیداد سے عاق کر دیا ہے۔ اب وہ میری بقیہ جائیداد میں کسی قسم میں کوڑا رکھتا ہے، میرے انتقال کے بعد بھی وہ کوئی عذر نہیں کر سکتا ہے، میں نے اس کو عاق کر عند الشرع میرے لئے کیا حکم ہے۔

الجواب:- شریعت میں عاق کرنا اصل عاق کر دینے کے بعد بھی آپ کے اگر جائیداد ہوگی، وہ حصہ رسد وارث ہوگا، ہاں اگر آپ اپنی تندوستی اور زندگی میں اپنی جائیداد تقسیم کر کے اور وارثوں کے قبضہ دے کر ان کو مالک بنادیں اور اپنے پاس کچھ نہ رکھیں، تو پھر آپ کے بعد نافرمان وارث نہ ہوگا۔ آپ اپنی حیات میں وجوہ خیر میں مال صرف کر دیں اور اس فاسق لڑکے کے لئے کچھ نہ چھوڑیں، تو جائز ہے، اس میں آپ گنہگار نہ ہوں گے اور انشاء اللہ تعالیٰ مواخذہ نہ فرمائیں گے، اگر دوسرے وارثوں کو تقسیم کر کے مالک بنادیں، تو یہ بھی جائز ہے۔ اس کا خیال یہ ہے کہ اگر اس فاسق کے علاوہ دوسرے لڑکے اور لڑکیاں ہیں، تو دونوں کو برابر حصہ دیں، اس وقت اس میں میراث کا قاعدہ کہ لڑکے دوہرا، اور لڑکی کو اکہیر حصہ دیا جائے گا۔

عاق کے معنی نافرمان کے ہیں اور یہ گناہ کبیرہ ہے آپ عاق کریں یا نہ کریں وہ عاق ہی رہے گا مگر میراث سے محروم نہ ہوگا۔

السوال:- جناب مفتی صاحب حشمت بی کے پاس نکاح کا کوئی کاغذ نہیں ہے اور نہ اس کی کوئی اولاد ہے، البتہ سید سراج الدین نے ایک ہبہ نامہ اسکے حق میں لکھ دیا ہے جو رجسٹرڈ ہے۔ جس میں مرحوم نے لکھا ہے، کہ یہ میری شادی شدہ بیوی ہے اور اس کے مہر میں میں اپنا ذاتی مکان وقف کر رہا ہوں، جس سے وہ تاحیات مستفید ہو سکتی ہے، اس میں میرے دیگر ورثاء کو کوئی حق نہیں ہے۔ کیا وہ اس مکان کے علاوہ بیوی حشمت سراج الدین کے دیگر جائیداد میں بھی حصہ پانے کی مستحق ہے۔

سراج الدین کی لڑکیاں ایک ہی وقت تقسیم سہ بار حصہ پارہی ہیں کیا درست ہے، یعنی باپ کی جائیداد سے بھائی نجم الدین کے مقابلہ میں مساوی پھر باپ کے انتقال پر بھائی نجم الدین کے انتقال پر دوبارہ عندالشرع کیسا ہے۔

الجواب:- اگر واقعہ صحیح ہے کہ حشمت بی اس مکان کے علاوہ سراج الدین کی اور جائیداد میں بھی مستحق ہو سکتی ہے۔

یہ شبہ صحیح نہیں کہ نجم الدین کی بہنیں جو حصہ پارہی ہیں، وہ تین دفعہ پارہی ہیں، بلکہ دو دفعہ پارہی ہیں، اس لئے کہ ان مذکورہ بہنوں کو میراث لینے کا حق ہے، پہلی دفعہ اپنے والد سراج الدین کی جائداد سے اور دوسری دفعہ اپنے بھائی نجم الدین کی جائداد سے۔ چاہے وہ جائداد نجم الدین کو اپنے والد سراج الدین کی طرف سے ملی ہو یا نجم الدین کی ذاتی جائداد ہو۔

مسئلہ (۸) (۳۲) ۲۵۶.....سراج الدین متوفی

زوجہ	ابن	بنت	بنت
حشمت بی	نجم الدین	مجیب النساء	میمونہ بیگم
۴/۱	۱۴	۵۶/۷	۵۶/۷

(۸).....نجم الدین متوفی ۱۴

زوجہ	زوجہ	بنت	اخت	اخت
صابرہ بیگم	بلقیس بی	آصفہ بیگم	مجیب النساء	میمونہ بیگم
۷/۱	۷/۱	۸/۴	۲۱/۳	۲۱/۳

.....(۲۵۶)

حشمت بی	مجیب النساء	میمونہ بیگم	صابرہ بیگم	بلقیس بی	آصفہ بیگم
۳۲	۷۷	۷۷	۷	۷	۵۶

صورت مسئلہ میں ضروری حقوق کفن و دفن وصیت وغیرہ ادا کرنے کے بعد مرحوم سراج الدین کا ترکہ دو سو چھپن حصوں پر تقسیم ہوگا، جس میں سے بتیس حصے حشمت بی کو اور (۷۷-۷۷) حصے مجیب النساء اور میمونہ بیگم کو اور سات سات حصے صابرہ بیگم اور بلقیس کو اور چھپن حصے آصفہ بیگم کو ملیں گے حشمت بی نجم الدین کے ترکہ سے محروم ہے اس کو نہیں ملے گا۔

السوال:- کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں زید کا انتقال ہو گیا ہے مگر لا ولد تھا البتہ زید کی صرف منکوحہ زندہ ہے اور سوتیلی ماں جو حقیقی خالہ بھی ہوتی ہے زندہ ہے اور دوسوتیلی بہن بھی موجود ہے۔
(۲) زید کے سگے تایا کا ایک لڑکا اور ایک لڑکی بھی موجود ہے۔

اب مرحوم زید کے وارث جو اوپر بتائے گئے ہیں، ان کو از روئے شرع مرحوم کی ملکیت سے کس کو کتنا ترکہ ملتا ہے۔ خلاصہ تحریر فرمادیں۔

الجواب:- اگر سوال مذکورہ بیان و رثاء میں صحیح ہے تو تقسیم میراث کی حسب ذیل ہے۔

مسئلہ (۱۲)..... زید متوفی

زوجہ	سوتیلی بہن	سوتیلی بہن	ابن العم
۳	۴	۴	۱

مذکورہ صورت میں زید کے مال کے بارہ (۱۲) حصے ہوں گے تین حصے (چوتھائی ترکہ) عورت کو اور چار چار حصے (دو تھائی ترکہ) ہر ایک سوتیلی باپ شریک بہن کو ملے گا اور ایک حصہ تایا زاد بھائی کو ملے گا۔ اور سوتیلی ماں اور تایا زاد بہنیں محروم ہے ان کو کچھ نہیں ملے گا۔

السوال:- کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زید کا انتقال ہو گیا ہے، زید لا ولد ہے، اس کی صرف ایک منکوحہ بیوی ہے اور ایک بھتیجہ اور ایک بھتیجی ہے، تو اب زید کے جائداد نے کس کو کتنا حصہ ملے گا۔

الجواب:- ضروری حقوق ادا کرنے کے بعد مرحوم زید کے ترکہ کے چار حصے ہوں گے۔ ایک بیوی کو اور تین حصے بھتیجے کو ملیں گے بھتیجی محروم ہے اس کو کچھ نہیں ملے گا۔ ایک روپیہ میں سے چار آنے کی حقدار عورت ہے اور بارہ آنے کا حقدار بھتیجہ ہے اور بھتیجی محروم ہے۔

السوال:- کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ اما من کے دو لڑکے اور ایک لڑکی

ایک لڑکے کا نام نوشے میاں ہیں اور چھوٹے لڑکے کا نام آمیر میاں اور لڑکی کا نام بشیرہ خاتون اماسن میاں انتقال کر جاتے ہیں، اماسن میاں کے انتقال کے کئی برس کے بعد اس کا بڑا لڑکا بھی انتقال کر گیا ہے، اس کی ایک بیوی ایک لڑکی اور بھائی آمیر میاں اور بہن بشیرہ خاتون چھوڑی ہے، عندالشرع ترکہ کیسے تقسیم ہوگا۔

الجواب:-

مسئلہ-(۲۰)..... اماسن میاں متوفی

نوشے میاں	امیر میاں	بشیرہ خاتون
۲	۸/۲	۴/۱

مسئلہ (۸)..... تداخل..... نوشے میاں متوفی

زوجہ	بنت	اخ آمیر میاں	اخت بشیرہ خاتون
۱	۴	۲	۱

اماسن میاں کے مال کے بیس حصے ہوں گے۔ جن میں سے دس حصے امیر میاں کو اور پانچ حصے بشیرہ خاتون اور ایک حصہ نوشے میاں کی عورت کو اور چار حصے نوشے میاں کی لڑکی کو ملیں گے۔

نوشے میاں کی عورت کا اگر دین مہر ادا نہیں ہوا ہے، تو نوشے میاں کے ترکہ سے اس کے پانے کی مستحق ہے، دوسرا نکاح کر لینے سے اس کا حق میراث اور دین مہر ساقط نہیں ہوتا ہے اس کو ادا کرنا پڑے گا اور عورت کو اس کے مطالبہ کا حق ہے۔

السوال:- عرض ہے کہ ایک شخص نے اپنے مرنے کے بعد ایک لڑکا اور دو لڑکی چھوڑی اور ایک عدد مکان اب ان تینوں بہن بھائیوں میں ترکہ کیسے تقسیم ہوگا۔

الجواب:- مکان کے اور جملہ مال کے چار حصے ہوں گے۔ دو حصے لڑکے کو اور ایک ایک

حصہ ہر ایک لڑکی کو ملیں گے۔ ایک روپیہ میں آٹھ آنے کا حقدار لڑکا ہے اور چار چار آنے کی حقدار لڑکیاں ہیں۔

السوال:- کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں زبودی بیگ مرحوم کی تین بیوی تھیں۔ لیکن دو بیوی تو ان کی حیات میں فوت ہوئیں، اس کے بعد ایک بیوی حیات ہے اور پہلی بیوی کا ایک لڑکا با حیات ہے، جس کا نام آجید بیگ ہے۔

(۲) زبودی بیگ کی دوسری بیوی سے ایک لڑکی زندہ ہے، کلثوم بی بی اور تیسری بیوی سے دو لڑکے جبار بیگ اور ستار بیگ زندہ ہیں لہذا زبودی بیگ کا ترکہ کن کن افراد میں اور کس کس کو کتنا ملے گا۔

الجواب:-

مسئلہ (۸)..... زبودی

زجہ	اجید بیگ	جبار بیگ	ستار بیگ	کلثوم بی بی بنت زبودی
۱	۲	۲	۲	۱

مذکورہ ترکہ ضروری ادا کرنے کے بعد مرحوم زبودی بیگ کا ترکہ آٹھ حصوں میں تقسیم ہوگا۔ جن میں سے ایک حصہ عورت کو اور دو حصے ہر ایک لڑکے کو، اور ایک حصہ لڑکی کو ملے گا۔ ایک روپیہ میں سے دو آنہ کی حقدار عورت ہے اور چار چار آنے کا حقدار ہر ایک لڑکا ہے۔ اور دو آنے کی حقدار لڑکی ہے۔

السوال:- کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں۔

کہ محمد بخش کا انتقال ہوا، اس کے چار گھنٹے قبل بحالت صحت مع ہوش و حواس حسب ذیل وصیت فرمائی کہ میرا کل مکان مسجد پتھر والی کے نام وقف کر دینا۔ یہ وصیت پانچ اشخاص کے روبرو کی گئی، جس میں دو متوفی کے بھتیجے اور داماد بھی تھے اور یہ بھی کہا کہ اگر ایسا نہ کیا گیا تو میں آخرت میں تمہارا دامن گیر ہوں گا۔ اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ مرحوم کا اس کے علاوہ یعنی مکان کے علاوہ نقد اور غلہ وغیرہ

تقریباً چار پانچ ہزار روپیہ کا ہے، کیا یہ وصیت اس کے کل مال میں ہوگی یا تنہائی مال میں یعنی مکان میں بھی جاری ہوگی یا کل نقد جنس میں مولوی صاحب سے یہ معلوم ہوا کہ تنہائی مال میں وصیت جاری ہوگی۔ کل مال میں نہیں ہوگی اس کے متعلق وضاحت سے تحریر فرمائیں۔

۲- مرحوم نے یہ بھی وصیت کی تھی کہ میری لڑکی جو غیر شادی شدہ ہے پہلے مال میں سے اس کی شادی کر دینا بعدہ، باقی ماندہ مال نصف بیوی کو اور نصف تینوں لڑکیوں کو۔ کیا یہ سب مرحوم کے کہنے پر عمل کی جائے گا۔ وارث یہ ہیں بیوی ایک۔ لڑکیاں چار۔ بھتیجے حقیقی پانچ۔

الجواب:- یہ مکان اگر کل مال کی تنہائی ہے یا تنہائی سے کم ہے تو وصیت کے مطابق یہ مکان مسجد پر وقف ہوگا۔ باقی دوسرے نقدی اور غلہ وغیرہ وارثوں پر تقسیم ہوگا، وصیت صرف اس مکان میں جاری ہوگی۔ دوسرے مال سے اس وصیت کو کوئی تعلق نہیں ہے۔ اگر مکان کی بازاری قیمت تنہائی مال سے زیادہ ہے اور سب ورثاء اس پر راضی ہیں، تو بھی کل مکان مسجد پر وقف ہوگا اور وصیت کا اجرا اسی مکان میں ہوگا، دوسرے مال سے وصیت کا لگاؤ نہیں ہے۔ وہ وارثوں پر حصہ رسد تقسیم ہوگا۔

۲- دوسری وصیت وارثوں کے حق میں ہے جو جائز نہیں ہے، جب تک سب وارث اس پر رضامند ہوں، جس میں بھتیجے بھی داخل ہیں، نصف مال کی وصیت بیوی کے لئے اور نصف مال لڑکیوں کے لئے وصیت ناجائز ہے، اس وصیت سے بھتیجوں کا حق میراث بھی باطل ہوتا ہے اور بیوی آٹھواں حصہ مال کی حقدار ہے، اس کو نصف مال دیا جا رہا ہے۔ یہ جائز نہیں ہے۔ اسی طرح لڑکیاں دو تنہائی مال کی حقدار ہیں جو نصف سے زائد ہے، اس کو نصف مال دیئے جانے کی وصیت غلط ہے، غیر شادی شدہ لڑکی بھی وارث ہے، اس کے بارے میں بھی وصیت ناجائز ہے کہ اس کو حق میراث سے زیادہ دلوار ہا ہے۔ غرض اس دوسری وصیت پر عمل نہ ہوگا۔ پس مکان مذکور کے علاوہ جو نقد و جنس وغیرہ ہے اس کی تقسیم حسب ذیل طریقہ پر ہوگی۔

(۲۴).....محمد بخش

زوجہ بنت بنت بنت بنت ابن الاخ ابن الاخ ابن الاخ بن الاخ ابن الاخ
۳ ۴ ۴ ۴ ۴ ۱ ۱ ۱ ۱ ۱

ضروری حقوق ادا کرنے کے بعد مرحوم کا مال چوبیس حصوں پر تقسیم ہوگا۔ جن میں سے تین حصے عورت کو، اور چار چار حصے ہر ایک لڑکی کو اور ایک ایک حصہ ہر ایک بھتیجا کو ملے گا۔ ایک روپیہ میں سے دو آنے کی حقدار عورت ہے اور دس آنے آٹھ پائی کی حقدار چاروں لڑکیاں ہیں اور تین آنے چار پائی کے حقدار پانچوں بھتیجے ہیں۔

السوال:- کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں زید کا انتقال ہوا اس نے ایک بیوی اور ایک لڑکا اور دو لڑکیاں چھوڑیں زید کی جائیداد کس طرح تقسیم ہوگی۔

الجواب:-

مسئلہ (۸) (۳۲)..... زید متوفی

زوجہ	ابن	بنت	بنت
۴/۱	۱۴	۷	۷

مذکورہ صورت میں ضروری حقوق ادا کرنے کے بعد مرحوم کا ترکہ ۳۲ حصوں میں تقسیم ہوگا۔ جن میں سے چار حصے عورت کو ملیں گے اور چودہ حصے لڑکوں کو ملیں گے اور سات سات حصے ہر ایک لڑکی کو ملیں گے۔ ایک روپیہ میں سے دو آنے کی حقدار عورت ہے اور سات آنے کا حقدار لڑکا ہے، اور تین تین آنے کی حقدار ہر لڑکی ہے۔

السوال:- زید کا انتقال ہو گیا ہے۔ لا ولد فوت ہوئے ہیں ان کے وارث حسب ذیل ہیں۔

بیوی۔ دو سوتیلی بہن۔ چچا کا لڑکا ترکہ کیسے تقسیم ہوگا۔

الجواب:-

مسئلہ (۱۲)..... زید متوفی

زوجہ سوتیلی بہن سوتیلی بہن ابن العم

۳ ۴ ۴ ۱

صورت مسئلہ میں اگر محرم کی سوتیلی بہن باپ شریک ہیں تو ترکہ بارہ حصوں پر تقسیم ہوگا۔ جن میں سے تین حصے عورت کو اور چار چار حصے سوتیلی بہن کو اور ایک حصہ چچا کے لڑکے کو دیا جائے گا، چچا کی لڑکی محروم ہے۔ ایک روپیہ میں سے چار آنہ کی حقدار عورت ہے، دس آنہ آٹھ پائی کی حقدار دونوں بہنیں ہیں اور ایک آنہ چار پائی کا حقدار چچا کا لڑکا ہے۔ اگر سوتیلی بہن ماں شریک ہیں، تو پھر تقسیم کی صورت بدل جائے گی۔

متفرق مسائل

السوال:- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

ایک مراہوا اور پھٹا ہوا چوہا ملا، تو وہ کنواں کب سے ناپاک سمجھا جائے گا۔ آیا نماز کا لوٹنا ضروری ہے یا کہ نہیں۔ اگر لوٹنا ضروری ہے، تو کتنے دن کی نماز لوٹائی جائے گی۔

الجواب:- صورت مسئلہ میں امام صاحبؒ کے نزدیک کنواں ناپاک ہے، نمازوں کو لوٹنا ضروری ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک تین دن اور تین رات کی نماز لوٹائی جائے گی اس میں احتیاط ہے، لیکن کپڑے برتن وغیرہ پر ناپاکی کا حکم علم ہونے کے وقت سے لگایا جائے گا۔ اگر اس پانی سے دھوئے گئے ہوں۔ لیکن صاحبین کے نزدیک پانی علم ہونے کے وقت سے ناپاک ہوگا نہ نمازیں واجب لاداء ہیں نہ کپڑے، اور برتنوں کا دھونا ضروری ہے، اسی پر فتویٰ ہے اور یہی مختار ہے۔

السوال:- گزارش یہ ہے کہ ذیل کے مسئلہ میں یہاں پر لوگوں میں اختلاف ہے۔

سوال یہ ہے کہ مدرسہ میں جو زکوٰۃ کے روپے آتے ہیں ان رقوم کی تملیک کر دی جاتی ہے پھر ان رقوم سے طلباء کے لئے کھانا پکا کر کھلایا جاتا ہے۔ دوسری صورت ماہ کے اختتام پر ان مستحق طلباء کو زکوٰۃ کا روپیہ مقدار معین سے دیدیئے جاتے ہیں۔ اور پھر ان طلباء سے وہ پیسہ کھانے کی فیس کہہ کر وصول کیا جاتا ہے۔ تیسری صورت میں اس پیسہ سے کھانا پکایا جاتا ہے اور طلباء کو ان کے حصہ کا کھانا ان کے سپرد کر دیا جاتا ہے۔ مندرجہ بالا صورتوں میں سے کون سی صورتیں جائز اور کون سی نہیں ہے تحریر فرمائیں۔

الجواب:- اگر تملیک مستحق کر دی جاتی ہے، جس کو مالک بنایا ہے اس کو پورا اختیار قبضہ کے بعد دیا جاتا ہے، کہ رقم کو جو چاہے کرے، خود استعمال کرے یا کسی کو دیدے کوئی روک و ٹوک اور برتاؤ اس پر نہیں ہے، پھر وہ اپنی خوشی سے مدرسہ میں اس رقم کو اپنی طرف سے دیدے تو اس کو مدرسہ کی ضروریات میں خرچ کرنا جائز ہے طلباء کے کھانے میں بھی صرف ہو سکتا ہے، اور دوسری ضروریات میں بھی صرف ہو سکتا ہے، یہ صورت بھی جائز ہے کہ طلباء کو دیکر مالک بنا دیا جائے اور وہ اس رقم کو کھانے کی

قیمت کے سلسلے میں ادا کر دیں پہلی اور دوسری صورت زیادہ ٹھیک ہے، تیسری صورت میں شک باقی رہتا ہے، کہ زکوٰۃ فطرہ کے ادا ہو جانے میں اس لئے پہلی اور دوسری صورت اختیار کی جائے۔

السوال:- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک اشتہار جاری کیا ہے، جس کا عنوان انصار دارالیتیمی مدرسہ اسلامیہ عربیہ مظفرنگر کی اہل خیر حضرات سے اپیل اور خود کو اس کا مہتمم ظاہر کیا ہے، پھر اس اشتہار کے ذریعہ چندہ کی وصول یابی بھی خوب کی ہے۔ زید کی یہ اشتہار بازی بالکل جھوٹ ہے، نہ یہاں انصار برادری کا کوئی دارالیتیمی ہے اور نہ ان کی برادری کا کوئی مدرسہ ہے جس کا نام اسلامیہ عربیہ ہو۔ بلکہ یتیم خانہ حکیم محمد تقی صاحب کا قائم کردہ ہے، اور قدیم مدرسہ مدرسہ اسلامیہ عربیہ مراد یہ مظفرنگر حوض والی مسجد میں ہے۔ سوال یہ ہے کہ جس نے اس قدر جھوٹا اشتہار جاری کیا ہو اور دھوکہ دیکر لوگوں سے چندہ وصول کیا ہو، اس کے واسطے شریعت میں کیا حکم ہے اور عام مسلمانوں کو اس کے ساتھ کیسا تعلق رکھنا چاہئے۔ یہ اشتہار اور چندے کی رسید ہمارے پاس موجود ہے لہذا برائے مہربانی جواب سے مستفیض فرمائیں۔

الجواب:- اگر ایسا ہے جو سوال میں ظاہر کیا گیا ہے، تو زید دھوکہ باز کذاب اور خائن ہے ہرگز اس کو چندہ نہ دیا جائے۔ اس طرح دھوکہ دیکر لوگوں سے چندہ وصول کرنا حرام مال کھانا ہے۔ جن لوگوں نے چندہ دیا ہے، زید سے بذریعہ عدالت واپس لینا چاہئے اور عام اطلاع کرنی چاہئے تاکہ لوگ اس کے دھوکہ سے بچے اور ان کا روپیہ ضائع نہ ہو، جھوٹ بولنا، دھوکہ دینا، فریب کاری سے مال وصولنا مسلمانوں کا کام نہیں ہے۔

السوال:- کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں شہر بلاری میں ایک سینما تھیٹر تھا، اب فی الحال وہاں پر سینما وغیرہ نہیں چل رہا ہے، بلکہ عمارت بیکار ہو گئی ہے، عمارت کا مالک ہر کسی کو جو کرایہ ادا کرتے ہیں کرایہ پر دیدیتے ہیں، چنانچہ گذشتہ سال مولوی نور محمد صاحب ٹانڈوی کے بیانات بعنوان سیرت پاک ہر سال بیان فرماتے ہیں، اب ایک مولوی صاحب حیدر آبادی اپنے بیان میں فرماتے ہیں کہ اسٹار سینما تھیٹر میں میلاد کا جلسہ کرنا جائز نہیں ہے، چونکہ فی الحال وہاں پر سینما نہیں چل رہا

ہے، اس لئے دریافت طلب ہے کہ اس پر سینما تھیٹر کا اطلاق کیسے ہو سکتا ہے۔ تو کیا وہ جگہ ہمیشہ کیلئے ملعون ہو جاتی ہے۔ مولوی صاحب حیدر آبادی کا کہنا کہاں تک حق بجانب ہے۔

الجواب:- جب وہاں سینما کا تماشہ اب نہیں ہوتا ہے اور اس کو پانی سے پاک و صاف کر لیا گیا ہے، تو سیرت پاک کا جلسہ وہاں جائز ہے، جب عمارت بیکار ہے اور دوسروں کو کرایہ پر دی جاتی ہے، اب سینما گھر کا اطلاق اس پر نہیں ہوگا، سیرت کا جلسہ یا کسی اور نیک کام کا اجتماع ہونے میں کوئی خرابی نہیں ہے۔ حیدر آبادی صاحب کا فتویٰ بحالت موجودہ صحیح نہیں ہے۔

السوال:- گذارش ہے کہ دو گانہ عید کی نماز ادا کرنے کے بعد کس وقت دعاء کرنی چاہیے۔ آیا قبل الخطبہ یا بعد الخطبہ اس کا مسنون اور مناسب وقت کون سا ہے بزرگان دین اور سلف صالحین کا طریق کار کیا رہا ہے۔

(۲) کیا کسی امام کے نزدیک ہاتھ پیٹ پر بھی باندھے جاتے ہیں یا ہاتھ باندھتے وقت یہ فعل ضروری ہے یا نہیں۔

الجواب:- عیدین کی نماز کے بعد دعا مانگنا مسنون ہے، خطبہ کے بعد دعاء کا ثبوت شرعاً نہیں ہے۔

(۲) سینہ پر ہاتھ باندھنا امام شافعی کے مذہب میں سنت ہے، خفی مذہب میں ناف کے نیچے یا ناف پر باندھنا مستحب ہے۔

السوال:- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میری بستی میں عرصہ دراز سے ایک رسم چلی آرہی ہے، وہ یہ ہے کہ ہم لوگ باضابطہ گروہ کی شکل میں قرآن خواں حضرات کو تاریخ معینہ سے ایک روز قبل دعوت دیتے ہیں قرآن خوانی کی اور اس ضمن میں کھانے اور ناشتہ کا بھی دور چلتا ہے اور صبح سات بجے سے بارہ بجے یا ایک بجے تک قرآن مجید پڑھواتے ہیں، بہت سے حضرات ان کھانوں اور ناشتوں پر اعتراض کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ایسا کھانا حرام قطعاً ہے۔

(۲) زید کی ملکیت میں پانچ بیگہ اراضی اور نقدی ہے۔ اور ان کے لڑکے عمر کی شادی ہے یا کوئی اور سخت ضرورت درپیش ہے، جس میں کہ خطیر رقم کی ضرورت ہے لیکن زید کے پاس اتنے پیسے نہیں ہے اور بجز اس کے کوئی اور شکل نہیں ہے، کہ دو بیگہ زمین رہن رکھا جائے۔ ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ مثلاً بکرنے دو بیگہ زمین ایک ہزار روپیہ میں عرصہ تین یا چار سال کے لئے رہن لیا اور زمین ہذا کہ سالانہ مالگداری مثلاً ۵ روپیہ بیگہ کے حساب سے ادا کیا، اور مدت معینہ تک مسلسل فصل کھایا اور بعد مدت کے پورا پورا بیگہ واپس مل گیا۔ اور اس امر کو اصطلاح میں سود بھی کہتے ہیں تو کیا ایسی زمین کی فصل کھانی کیسی ہے۔

الجواب:- اگر قرآن خوانی کی اجرت میں کھانا اور ناشتہ کھلاتے ہیں تو یہ کھانا بطریق اجرت جائز نہیں ہے اور اگر اجرت نہیں ہے، تو کھانا جائز ہے، حرام کہنا غلط ہے۔

(۲) لڑکے کی شادی کے لئے زمین رہن رکھنا جائز ہے لیکن روپیہ دینے والوں کو اس کی فصل کھانا اور اس سے فائدہ اٹھانا جائز نہیں ہے، کہ یہ سود ہے، اسی طرح دوسری صورت بھی رہن کی ناجائز ہے سود لینا اور اس کی پیداوار سے فائدہ اٹھانا جائز نہیں ہے۔

السوال:- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بیمہ زندگی جو لوگ کراتے ہیں اس شرط کے ساتھ کہ ۲۵ سال تک ہر سال کچھ روپیہ ادا کرنے ہوں گے، جو بھی طے پائے اور اگر ۲۵ سال کے درمیان میں اس کا انتقال ہو گیا تو بیمہ کمپنی وہ سب روپیہ ادا کرے گی، جو مقرر ہوا پانچ یا دس ہزار۔ اور اگر بیمہ کرانے والا پورے معیاد تک زندہ رہا تو پھر کمپنی مع منافع کے وہ سب روپیہ ادا کرے گی، اور دو قسطیں ادا کرنے کے بعد ہی سے روپیہ کا منافع بیمہ کمپنی کرانے والے کو ادا کرتی رہتی ہے، تو کیا شرع متین اس کو اس طرح سے بیمہ زندگی کرنا جائز قرار دیتی ہے یا کہ نہیں اور جس طرح سے جائز ہو، وہ تحریر کریں۔

(۲) دوسری بات یہ عرض ہے کہ لوگ کہتے ہیں کہ ہندو حکومت میں بیمہ زندگی کرنا جائز ہے۔

الجواب:- یہ یاد رکھنا چاہئے کہ بیمہ زندگی یا بیمہ دوکان وغیرہ میں سود و قمار (جوا) دونوں پائے جاتے ہیں، اس لئے قصد او اختیاراً بیمہ کرانا شرعاً ناجائز ہے، لیکن اگر کسی ملک کا قانون ہے، کہ بیمہ کرانا ہی پڑے گا، تو اس وقت مجبوری ہے بیمہ کرالیا جائے، اسی طرح ایسے ملک اور شہروں میں بیمہ کرالینے کی گنجائش ہے، جہاں قتل و غارتگری اور لوٹ مار کا بازار گرم رہتا ہو غیر مسلم مسلمانوں کو قتل کر دیتے ہیں، اور ان کے گھروں میں آگ لگا دیتے ہیں اور مسلمان تباہ ہوتے ہیں۔

(۲) قانون شرعی وہی ہے جو (۱) میں گذرا اور حکم بھی وہی ہے جو ملک اسلامی حکومت یا احکام شرعی پر عمل نہیں کرتے بلکہ اقتدار اعلیٰ غیر مسلموں کے اختیار میں ہے وہاں اس قسم کے معاملات و عقود کرنے کی گنجائش ہے، یہاں تفصیل نہیں کی جاسکتی ہے۔

السوال:- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ یہاں پر عید گاہ ہے اور قربانی کے سلسلہ میں یہ دستور ہے، کہ دیہات کے لوگوں کو قربانی کے جانور میں شریک کر لیتے ہیں اور نماز عید سے قبل ہی قربانی کر لیتے ہیں اور جو لوگ ان کو شریک نہیں کرتے وہ بعد نماز عید ہی قربانی کرتے ہیں۔ قابل دریافت یہ ہے، کہ ایسی جگہ جہاں عید کی نماز ہوتی ہے، محض دیہات کے حصہ لینے پر قربانی کے لئے جانور کو دیہات میں بھیجے یا خود ذبح کرے یا کسی دیہاتی کے ہاتھ سے ذبح کرانے پر قربانی کا فرض ادا ہو جاتا ہے یا نہیں۔

(۲) کیا شہری کو صبح صادق میں قربانی کے لئے جانور کو دیہات میں بھیجنا شرط ہے۔

(۳) اگر کوئی دیہات کا آدمی شہر میں آکر ٹھہر گیا ہے، یا دیہات سے صبح صادق میں شہر میں چلا آیا ہے، تو کیا وہ شہری کے جانور کو شہر میں صبح صادق پر ذبح کر سکتا ہے یا نہیں، اگر اس نے ذبح کر دیا تو قربانی ہو جاوے گی یا دوسرا جانور ذبح کرنا ہوگا۔

(۴) بعض لوگ مرغ وغیرہ کو بغیر تین یوم بند کر کے کھانا حرام قرار دیتے ہیں، اس کی کیا حقیقت ہے۔

الجواب:- شہر میں عید کی نماز سے قبل قربانی کرنا جائز نہیں ہے، خواہ قربانی کرنے والے

شہری ہو یا دیہاتی ہو یا بعض شرکاء شہری ہو یا بعض دیہاتی ہو۔ دیہات میں صبح صادق کے وقت قربانی جائز ہے چاہئے قربانی کرنے والے کہیں کے ہوں۔ اس میں قربانی کرنے کی جگہ یعنی شہر یا دیہات کا اعتبار ہے، قربانی کرنے والے اور ذبح کرنے والے کا اعتبار نہیں ہے۔ ۲۹

(۲) ہاں جانوروں کو دیہات میں بھیجنا شرط ہے۔

(۳) یہ بھی جائز نہیں کہ دوسرا جانور ذبح کرنا ہوگا، شہر میں عید کی نماز سے پہلے ذبح کرنا جائز نہیں ہے۔

(۴) جو مرغی گندی پلید چیز کھاتی پھرتی ہے، اس کو تین دن بند رکھ کر ذبح کرنا چاہئے، بغیر بند کئے ہوئے کھانا مکروہ ہے، اس لئے اس کو حرام کہنا صحیح نہیں ہے۔

السوال:- دریافت ہے کہ چھوٹا بھائی محمد عتیق شادی کے لئے آمادہ نہیں ہوتا ہے، جب اس پر زیادہ زور دیتے ہیں، تو اس کا جواب یہ ملتا ہے کہ ابھی نہیں پھر کروں گا اس کی والدہ پریشان ہے کہ اگر یہ شادی کرے تو میں حج کو چلی جاؤں۔ شرعی حکم کیا ہے، کیا والدہ حج کے لئے چلی جائے۔

الجواب:- جب چھوٹا بھائی شادی نہیں کرتا ہے اور والدہ پر حج فرض ہو چکا ہے اور محرم موجود ہے، تو والدہ کو محرم کے ساتھ حج فرض ادا کرنے جانا ضروری ہے، اب تاخیر جائز نہیں ہے۔

السوال:- گزارش ہے کہ پیشاب اور پاخانہ کے لئے کھلے سر اور ننگے پیر جانا کیسا ہے۔ اگر کوئی شخص کھلے سر اور ننگے پاؤں جانے کا عادی ہو تو ایسے شخص کو امام بنا سکتے ہیں یا کہ نہیں؟

الجواب:- پیشاب پاخانہ کے لئے ننگے پاؤں اور ننگے سر جانا ہندوؤں اور کافروں کا شعار ہے، مسلمان کا یہ طریقہ نہیں ہے، جو شخص ہندوؤں کے شعار کو اختیار کرے اور اس کی عادت ڈالے اس سے روک دیا جائے گا، اگر نہ مانے اور عادت نہ چھوڑے، تو پھر اس کے پیچھے نماز مکروہ ہوگی، اس لئے کہ وہ ہندوؤں کے شعار کو اچھا سمجھتا ہے، ایسے شخص کو امام نہ بنانا چاہئے۔

السوال:- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں۔ قربانی کی ایک بکری ہے، جس کو ایک رسولی تھی، وہ زخم ہو کر ڈبل پیسہ کے برابر ہو گیا ہے، نہ اس میں اس وقت خون نکلتا ہے اور نہ پیپ ہی

نکلتی ہے۔ مگر زخم ضرور ہے، اب اس کے لئے علمائے دین کا کیا حکم ہے۔ یہ زخم کان کے نیچے ہے۔ آیا اس کی قربانی جائز ہے یا نہیں۔

الجواب:- جب رسولی جاتی رہی اور صرف زخم ہے، تو اس کی قربانی جائز ہے، اگر وہ زخم اچھا، ہو رہا ہے۔

السوال:- کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ تمباکوں کھانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ چاہئے تھوڑا کھائے یا زیادہ کھائے۔

الجواب:- تمباکو کھانے سے وضو نہیں ٹوٹتا ہے۔

السوال:- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں۔

کیا دوسروں سے چرم قربانی مانگ کر ان کاموں میں خرچ کرنے سے وہ شخص ثواب کا مستحق ہو سکتا ہے یا نہیں۔

۱- تبلیغ اسلام کے لئے ۲- مدرس و طلباء کی دعوت کے لئے ۳- طلباء کی کتاب کے لئے ۴ مدرسہ کے سامان کے لئے ۵- مسکین عالم کو تبلیغ کے لئے ۶- مدرسہ میں مسکین کو کام کرنے کے لئے ۷- طلباء کو کھانا دینے کے لئے ۸- قرض ادا کرنے کے لئے ۹- عمدہ کھانا پکوا کر مدرس و طلباء کو کھلانے کے لئے ۱۰- جن کے لئے رہنے کا مکان ہے اور قرض بھی ہے اور کمائی سے خرچ چل نہیں سکتا ہے۔

الجواب:- چرم قربانی کا صدقہ کرنا صحیح ہے، جس کے مستحق فقراء اور مساکین ہیں اور نادار طلباء بھی ہاں مالک اس کو خود بھی استعمال کر سکتا ہے، اور دوست واجبات کو بھی دے سکتا ہے اور مالک بنا سکتا ہے، لیکن مالک چرم قربانی فروخت کرے تو اس کی قیمت کا صدقہ کر دینا واجب ہے۔ مدرسوں میں جو کھالیں دی جاتی ہیں یا سفیر و ملازمین مدرسہ یا انجمن کے ارکان جو کھالیں وصول کرتے ہیں، اور قربانی والے مدرسہ میں دیتے ہیں، اس کا یہ مطلب ہوتا ہے، کہ اس کو فروخت کر کے غریب اور مستحق طلباء پر خرچ کیا جائے خلاف کرنے پر ضامن ہوں گے۔

السوال:- گذارش ہے کہ ہم لوگ مشرقی یوپی کے ضلع جو پور و اعظم گڑھ کے باشندہ ہیں اور فکر معاش کے سلسلہ میں ممبئی کے ایک وارڈ دھاراوی میں رہتے ہیں۔ ہم لوگوں کی خاصی تعداد ہیں، یہاں جمعہ کی نماز بھی ہوتی ہے اور بحیثیت ورکر قومی علمی خدمات کا وقت بھی نکال لیتے ہیں۔ ہمارے احباب میں ایک عرصہ سے یہ مسئلہ زیر بحث ہے، کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم خاکی تھے، یا نوری تھے۔ ہم لوگ اس پر متفق و متحد ہیں کہ جو دارالعلوم اور اکابر دارالعلوم کا عقیدہ اور مسلک ہے۔ آپ کے فیصلہ کو ہم لوگ بغیر کسی دلیل کے بسر و چشم تسلیم کرنے کے لئے تیار ہیں اس پر روشنی ڈالیں کہ حضور خاکی تھے یا نوری۔

الجواب:- یہ تو اسلامی دنیا جانتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آدم علیہ السلام کی اولاد میں داخل ہیں۔ انا سید ولد آدم ولا فخر۔ (الحديث) اور آدم علیہ السلام خاکی ہیں ان کی اولاد خاکی ہوگی۔ آپ کو معلوم ہے کہ حضرت عبداللہ آپ کے والد اور حضرت آمنہ آپ کی والدہ اور حضرت عبدالمطلب آپ کے دادا تھے اور یہ سب خاکی ہیں، ان سے آپ پیدا ہوئے ہیں۔ آپ بھی خاکی ہیں مدینہ منورہ میں زیر مزار اقدس آپ آرام فرما رہے ہیں اور تمام بشر اور جملہ انسان خاکی ہیں موافق و مخالف سب جانتے ہیں کہ آپ بشر ہیں۔ آپ کی اولاد نوری ہے یا بشر آپ کی اولاد کو کوئی بھی نوری نہیں کہتا ہے، سب خاکی کہتے ہیں۔ یہ ایسی موٹی موٹی باتیں ہیں کہ کسی ہوش و حواس والے انسان کو اس میں تردد اور شک و شبہ نہیں ہو سکتا ہے، پھر اس میں اختلاف کہ آپ ﷺ نوری تھے، یا خاکی کوئی معنی نہیں رکھتا ہے، بشر اور انسان ہونے کے ساتھ آپ میں اتنے کمالات اللہ تعالیٰ نے ودیعت فرمائے ہیں، کہ آپ کے مثل اور برابر کوئی انسان نہیں ہو سکتا ہے۔ بعد از خدا بزرگ تو ہی قصہ مختصر۔ آپ ہی کی ذات اور شان ہے، پھر یہ بحث نوری ہیں یا خاکی لایعنی بحث ہے۔ آپ بشر ہونے کے ساتھ ساتھ نوری جماعت فرشتوں سے بھی افضل ہیں۔ آپ کو بشر تسلیم نہ کرنا عقیدہ کفریہ ہے۔ جس میں آیات و احادیث کا انکار مضمر ہے۔

السوال:- حنفی مسلک میں مینڈک حلال ہے یا حرام۔ ایک صاحب مینڈک کا کاروبار

کرتے ہیں اس کے گوشت کے متعلق گفتگو ہے۔

الجواب:- حنفی مذہب میں مینڈک حلال نہیں ہے، حشرات الارض حلال نہیں ہے۔

السوال:- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ وتر نماز کی پوری تین رکعت پڑھ کر سلام نہیں پھیرا بلکہ چوتھی رکعت کے لئے کھڑا ہو گیا ہے اور اسی رکعت کا رکوع سجدہ کر کے بیٹھ گیا۔ التحیات پڑھ کر سلام پھیر کر سجدہ سہو کر لیا اور التحیات، درود پڑھ کر سلام پھیر کر نماز پوری کر لی چار رکعت نماز پڑھی تو وتر صحیح ہو گئی یا نہیں۔

الجواب:- اگر وتر کی تیسری رکعت میں بیٹھ گیا اور چوتھی رکعت پڑھی اور سجدہ سہو کر کے نماز پوری کی تو نماز وتر ادا ہوگی اور اگر تیسری رکعت میں بیٹھا نہیں تھا اور چوتھی رکعت پڑھی، تو وتر کی نماز نہیں ہوئی، اس کا اعادہ کرے اور دوبارہ پڑھے کہ وتر کی تیسری رکعت میں تشهد کے بقدر بیٹھنا ضروری ہے۔

السوال:- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں۔ ایک مسجد کا امام عقائد کے اعتبار سے اہل سنت والجماعت ہے، لیکن وہ ریشم کے کپڑے روزانہ استعمال کرتا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس کی دماغی حالت بھی اچھی نہیں ہے، جس طرح کہ ایک پاگل یا نیم پاگل کی حالت ہوتی ہے، اسی طرح کی عموماً وہ باتیں کرتا ہے۔ اس سے کوئی بھی یہ جان لے کہ یہ آدمی پاگل نہیں تو نیم پاگل ضرور ہے، پھر بھی وہ امام صاحب نماز برابر وقت سے پڑھاتے ہیں اور نماز میں بظاہر کوئی ایسی غلطی بھی نہیں کرتے ہیں ایسے امام کے پیچھے نماز جائز ہوگی اور ایسے امام کو مسجد کا امام بنانا جائز ہے یا نہیں۔

۲- ایک شخص کہتا ہے اور لکھتا ہے کہ کافر کو کافر کہنا مکروہ ہے۔ اور ہم نے پڑھا اور خاص طور پر مولانا مرتضیٰ حسین در بھنگلی کی کتاب اشد العذاب میں دیکھا ہے کہ کافر کہنا اور سمجھنا ضروریات دین سے ہے، اس لحاظ سے کافر کو کافر کہنا اور سمجھنا ضروریات دین میں سے ہے، کہنے اور لکھنے والے کے لئے کیا حکم ہے۔

الجواب:- مرد کے لئے شریعت نے ریشم کا لباس حرام کر دیا ہے، جو امام ریشم کے کپڑے پہن کر نماز پڑھاتا ہے، اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہوتی ہے۔ پاگل اور مجنون کی نماز جائز نہیں ہے، اس کے پیچھے نماز نہیں ہوتی ہے۔ نیم پاگل کے معنی کم عقل اور بے وقوف کے ہے، اس کے پیچھے نماز مکروہ ہوتی ہے۔ لہذا ایسے شخص کو امام نہ بنایا جائے۔

۲- جو قطعی کافر ہے جس کے کفر کا قطعی علم ہے ایسے کو کافر کہنا جائز ہے اور اس کے کفر کو اچھا سمجھنا بھی کفر ہے۔ جس شخص کا کفر قطعیات سے ثابت ہے اس کو کافر کہنا ضروری ہے اشد العذاب میں لکھا ہے جو صحیح ہے، علی الاطلاق شخص مذکور کا قول صحیح نہیں۔ کافر کو کافر نہ سمجھنا یہی کفر ہے۔

السوال:- کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں ایک محلہ کی مسجد جس میں قریب ایک سو مکانات مسلمانوں کے ہیں اور وہ سب مسجد کی امداد کرتے ہیں، اس مسجد کے قریب والے مکانات مسجد کے نل سے پانی بھرتے ہیں، مسجد کی امداد کرنے والے زیادہ تر مسجد سے پانی بھرنے کی وجہ سے ان گھروں سے ناراض رہتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ مسجد کے نل سے پانی نہ بھرا جائے فی الحال ان گھروں نے پانی بھرنا چھوڑ دیا ہے، لیکن وہ پانی کی وجہ سے پریشان رہتے ہیں لہذا آپ تحریر فرمادیں کہ ان لوگوں کو پانی بھرنے کی اجازت دینا کیسا ہے۔

الجواب:- جب مسجد کا نل محلہ والوں کی آرام کے لئے ہے، تو امداد دینے والوں کو پانی کا استعمال کرنا جائز ہے اور منع کرنا جائز نہیں ہے، اسی طرح ان پڑوسیوں کے قریب کہیں پانی نہیں ہے، جس سے مستفید ہو سکیں تو بھی منع کرنا جائز نہیں ہے، پانی بھرنے کی ان کو اجازت دے دینا جائز ہے بلکہ ایسی حالت میں ضروری ہے۔

السوال:- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک بکرہ بنسبت عقیقہ پرورش کیا اب اس بکرے کو بجائے عقیقہ کے قربانی کر سکتے ہیں۔

۲- عقیقہ ۸-۱۰ برس کی بچوں کا کرنا ہے، یا عمر کی کوئی قید نہیں ہیں اپنے عقیقہ کا گوشت کھا سکتے

ہیں کہ نہیں۔

۳- عقیقہ ان دو بچوں کا کرنا ہے جن کا مسنون وقت نکل گیا ہے، کیا چھوٹے بچوں کا عقیقہ کر سکتے ہیں یا نہیں۔

۴- کیا قربانی کے جانور میں عقیقہ کا حصہ لے سکتے ہیں یا نہیں

۵- کیا مسنون وقت نکل جانے کے بعد عقیقہ کرنا ضروری ہے۔

الجواب:- اس بکرے کی قربانی کر سکتے ہیں۔ مالدار کو قربانی کے زمانہ سے تبدیل جانور کا حق ہے، لہذا نیت عقیقہ کی بدل کر قربانی کی نیت سے ذبح کرنا جائز ہے، قربانی ادا ہو جائیگی۔

۲- قربانی اور عقیقہ کا گوشت بلا کراہت کھا سکتے ہیں، دونوں کا ایک ہی حکم ہے۔

۳- وقت کا لحاظ کرنا مستحب ہے اگر اپنے مصالح کے پیش نظر چھوٹے بچے کا عقیقہ پیشتر کر دیا جائے تو بھی جائز ہے۔

۴- قربانی کے جانور میں عقیقہ کا حصہ رکھنا جائز ہے، عقیقہ کا حصہ لیا جاسکتا ہے۔

۵- حنفیہ کے نزدیک عقیقہ کرنا مستحب ہے۔ وقت پر عقیقہ کرنا زیادہ بہتر ہے اور اگر وقت نکل جائے، تو کوئی ہرج نہیں بعد میں عقیقہ کر سکتا ہے۔

السوال:- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں ایک مسجد جو تقریباً چار سو سال پرانی ہے۔ جس کا طول و عرض اتنا ہے کہ صرف دس بارہ آدمیوں کی ایک صف محراب میں آسکتی ہے صحن میں صرف دو صفیں ہو سکتی ہے، مگر صحن میں دو تین قبریں ہیں جو مرتفع ہیں، اس کی وجہ سے صحن میں ایک صف بھی نہیں ہو سکتی ہے۔ مقبروں کے متعلق معلوم نہیں کہ وہ فرضی ہیں یا واقعی قبریں تھیں۔ مسجد مذکور ایک عرصہ سے ویران تھی۔ اب کچھ نمازیوں نے اس کو آباد کیا ہے اور دو صف کے قریب نمازی ہو جاتے ہیں۔ بعض لوگوں کی رائے ہے، کہ قبریں ہٹا کر صحن کو ہموار کر دیا جائے اور نماز ادا کی جائے۔ اس صورت میں نماز قبروں کے اوپر ہوگی۔ آگاہ کیا جائے کہ مذکورہ صورت میں جماعت کی ادائیگی کے لئے کیا صورت اختیار کی جائے۔

الجواب:- یہ رائے شرعاً صحیح ہے کہ قبروں کو زمین کے ہموار کر دیا جائے تاکہ صحن میں نماز پڑھنے میں آسانی ہو، صفیں ٹوٹنے سے انتشار ہو جاتا ہے، پھر اس زمین پر پڑھنے میں کچھ خرابی نہیں ہے۔ بلکہ مکہ مکرمہ کے حرم میں حجر اسود سے چاہ زمزم تک درمیانی جگہ ستر (۷۰) نبی مدفون ہیں وہیں نماز پڑھی جاتی ہیں۔ طواف کیا جاتا ہے، اسی طرح حطیم میں حضرت اسماعیل اور ان کے والدہ مدفون ہیں وہاں نماز پڑھی جاتی ہے، کوئی اعتراض نہیں کرتا ہے۔ پس قبروں کو صحن کی زمین کے برابر کر دیا جائے اور اس پر نماز پڑھی جائے۔

السوال:- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مساجد کی اشیاء موقوفہ اور مصلیٰ کو عید گاہ میں لیجا کر استعمال کرنا اور اس پر نماز ادا کرنا شرعاً درست ہے یا نہیں۔

۲- مسجد کے وقف شدہ لوٹے کو وضو کے علاوہ دیگر امور میں مثلاً کھانے پینے کے لئے نمازی اور غیر نمازی کو استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں۔

۳- بقرعید میں چند اشخاص نے مل کر ایک خسی خرید اور نبی کریمؐ کے نام قربانی کی تو یہ قربانی درست ہے یا نہیں (الف) جب کہ سب مل کر ایک شخص کو ولی بنا دیا ہے۔ (ب) جب کہ بغیر ولی بنائے مشترکہ طور پر سب نے مل کر قربانی دی ہو (ج) جب کہ سب نے روپیہ ایک شخص کو دیکر قربانی کے معاملہ کا مختار بنا دیا ہو۔

الجواب:- شرعاً درست نہیں ہے جو سامان مسجد کا ہے، اسی میں استعمال ہوگا۔ ہاں اگر کسی واقف نے وقف کرتے وقت یہ نیت کی تھی کہ سامان دونوں جگہ استعمال ہوگا تو اس کے جواز کی گنجائش ہے، لیکن نیت کا حال معلوم نہیں ہے، تو عید گاہ میں لے جانا بھی جائز نہیں ہیں۔

۲- مسجد کی اشیاء اپنے گھروں میں لے جا کر استعمال کرنا اور اپنی ملک سمجھ کر تصرف کرنا اور اپنے کھانے اور پینے میں استعمال کرنا جائز نہیں ہے، استعمال کرنے والے نمازی ہو یا غیر نمازی مسجد کا سارا سامان وقف ہے، نمازیوں کے آرام اور ضرورت کے لئے ہیں۔ ہاں معتکف اور

مسافر کے لئے کھانے پینے میں استعمال کرنا جائز ہے۔ غیروں کے لئے نہیں۔ مسجد کو مکان کی طرح سمجھنا غلط ہے اور ناجائز ہے، کہ مسجد کی حرمت و عزت باقی نہیں رہتی ہے، اس لئے اس سے بچنا اور پرہیز کرنا ضروری ہے۔

۳- آپ ﷺ کی طرف سے خصی کی قربانی جائز ہے اگرچہ کئی لوگوں نے مشترکہ طور پر قربانی کے لئے خریدا ہو۔

السوال:- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کسی آدمی کی نماز عصر اس دن قضا ہو گئی ہے اور اتنا تنگ وقت ملا کہ اگر قضاء نماز عصر پڑھتا ہے تو جماعت مغرب کا ایک یا دو رکعت چھوٹ جائے گا تو ایسی صورت میں کیا کرے، حدیث وفقہ کا کیا حکم ہے۔

۲- اگر کسی کو پیشاب کا قطرہ آنے کا مرض ہے اور وہ بالکل مقدور نہیں ہے، تو اگر نماز کے آخر وقت میں قطرہ آگیا یا ذکر نم ہو گیا، تو کیا کرے ویسے ہی نماز پڑھ لے یا قضا کرے۔

۳- خطبہ جمعہ یا عیدین کا مجمع کی وجہ سے لاؤڈ اسپیکر سے پڑھنا جائز ہے یا ناجائز ہے۔ حدیث وفقہ کا کیا حکم ہے۔

۴- اگر کئی لوگوں کی نماز فجر قضاء اسی دن کا ہے۔ قضاء نماز یاد ہوتے ہوئے اس نے ظہر کی نماز ادا کر لیا۔ تو ظہر کی نماز درست ہوئی یا نہیں۔

الجواب:- اگر نمازی صاحب ترتیب ہے جب سے اس پر نماز فرض ہوئی اس کی کوئی نماز قضا نہیں ہوئی تو پہلے عصر کی نماز ادا کرے پھر مغرب کی نماز کی جماعت میں شریک ہو کر ادا کرے، اگر جماعت مل جائے، ورنہ مغرب کی نماز تنہا پڑھ لے اور اگر صاحب ترتیب نہیں ہے تو جماعت میں شریک ہو جائے اور بعد میں عصر کی نماز قضا کرے۔

۲- نماز کے آخری وقت میں قطرہ آجائے یا ذکر نم ہو جائے تو وضو ٹوٹ جائے گا۔ نماز قضا پڑھ لینا چاہئے۔

۳- خطبہ جمعہ وعیدین کے لاؤڈ اسپیکر پر پڑھ سکتا ہے۔

۴- اس صورت میں اگر نمازی صاحب ترتیب ہے تو ظہر کی نماز اس کی فاسد ہوگئی، دوبارہ پڑھنا چاہئے اور اگر صاحب ترتیب نہیں ہے، تو ظہر کی نماز اس کی صحیح ہوگئی۔

السوال:- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ محلہ نوچندی گیٹ میں مسلمان آباد تھے جس کا نام انصار پور ہے اور قریب ۳۵ گھروں کی آبادی تھی، مگر وہ لوگ اپنے اپنے مکان فروخت کر کے چلے گئے اور وہاں ایک چھوٹی سی مسجد ان لوگوں نے بنائی تھی جو کہ ۲۸ گز میں کل ہے اور وہ ابھی چبوترہ سا ہے اور اس پر پانچ چادر ڈال رکھی ہیں اور قریب دو گز کی دیواریں بھی ہیں اس محلہ میں اب کل ہندوؤں کی آبادی ہے۔ اب اس مسجد کے بارے میں کیا کرے۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اس کو فروخت کر کے روپیہ دوسری جگہ لگا دو۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ یوں ہی رہے گی۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اس کو مکان بنا دیا جائے اور دیوبند کے مدرسہ کے نام کر دیا جائے۔

الجواب:- اس مسجد کے چاروں طرف دیواریں اٹھا کر اس کو محفوظ اور بند کر دینا چاہئے اور اس کو فروخت کرنا اور اس میں مکان بنانا جائز نہیں ہے، کہ جس زمین میں مسجد بن گئی وہ قیامت تک مسجد ہی رہے گی، اس میں تغیر و تبدل یا مالکانہ تصرف کرنا جائز نہیں ہے، وہ مسجد خالص خدا کی ملکیت ہے، جس کی حفاظت اور اس کو باقی رکھنا مسلمانوں کے ذمہ ضروری ہے، اگر ممکن ہو تو اس کے آباد کرنے کے لئے اس میں دینی مدرسہ آباد کر دینا چاہئے تاکہ آباد رہے اور نماز پڑھی جائے، ہر گز فروخت نہ کیا جائے۔ ورنہ کہا جائے گا کہ مسلمان اپنی مسجدیں فروخت کرتے ہیں۔ ایسی حالت میں غیر مسلم بھی مسجد پر قبضہ کر لیں گے اور مالک بن جائیں گے اور مسلمانوں سے مسجدیں خرید کر مکان بنالیں گے، جو کسی طرح جائز نہیں ہے۔

السوال:- جناب مفتی صاحب احقر کے پاس روپیہ پوسٹ آفس میں جمع تھا، جس کی سودی تخمیناً پندرہ سو سے دو ہزار تک جمع ہے، ہمارے گاؤں میں بچوں کے بیٹھنے کے لئے بہت تنگی ہے، جس کے لئے مکان کی تعمیر کی بہت ضرورت ہے اور مدرسہ میں تعمیر مکان کی رقم بالکل نہیں ہے، تو سوال یہ

ہے کہ آیا یہ سودی رقم تعمیر مکان مدرسہ میں خرچ کرے تو جائز ہے یا نہیں۔ نیز دوسری کوئی صورت مدرسہ کے کام میں خرچ کرنے کی نکل نہیں سکتی ہے۔ ہمارا ارادہ یہ رقم مدرسہ کی تعمیر مکان کے کام میں خرچ کرنے کا ہے مدرسہ کے پاس فی الحال کوئی دوسری رقم نہیں ہے۔ جو حکم شرع ہو تحریر فرمادیں۔

الجواب:- ایسے روپیے کے بارے میں شریعت کا قانون ہے کہ غرباء اور فقراء پر خیرات کر دیا جائے۔ مدارس و مساجد کی تعمیر میں لگانا جائز نہیں ہے، لیکن ایک تدبیر ہے۔ جب مدرسہ میں کچھ بھی رقم نہیں ہے اور تعمیر کی سخت ضرورت ہے اور تعمیر کے لئے مسلمان چندہ بھی نہیں دیتے ہیں، تو کسی غیر مسلم سے ہزار دو ہزار روپیہ قرض لے کر مدرسہ تعمیر کر دی جائے اور جو روپیہ ڈاکخانہ سے مل رہا ہے، اس کو لے کر اس سے غیر مسلم کا قرض ادا کر دیا جائے، قرض بھی ادا ہو جائے گا اور مدرسہ کی تعمیر ضروری بھی ہو جائے گی اور تعمیر میں سود کا روپیہ بھی خرچ نہ ہوگا۔

السوال:- کیا ارشاد فرماتے ہیں کہ نقد کم اور ادھار زیادہ قیمت پر فروخت کرنا از روئے شرع کیسا ہے، اگر مکروہ ہے تو تحریمی ہے یا تنزیہی۔ وہ گنہ گار ہوگا یا نہیں ہمارے یہاں اس مسئلہ میں سخت نزاع واقع ہوا ہے، آپ جواب جلد روانہ فرمادیں۔

الجواب:- مالک کو اختیار ہے کہ اپنی ملوکہ شئی کو جس قیمت پر چاہے فروخت کرے، اس لئے خریدار کو اختیار ہے کہ خریدے یا نہ خریدے مالک کو یہ بھی اختیار ہے، کہ نقد قیمت کے اعتبار سے اس کی قیمت کم مقرر کرے اور ادھار کوئی لے تو اس کی قیمت زیادہ ہو یہ سود نہیں ہے، بلکہ اس شئی کی قیمت ہے جو برضا مندی فریقین میں طے ہوئی ہے۔ لہذا نقد سے کم قیمت فروخت کرنا اور ادھار لینے پر زیادہ قیمت مقرر کرنا جائز ہے، کسی قسم کا گناہ نہیں ہے، نہ کراہت تحریمی نہ تنزیہی۔

السوال:- کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ زید اس قابل ہے، کہ وہ امامت کر سکتا ہے، لیکن تو لد اس کا کسی دوسرے شخص سے ہے جب کہ اس کی والدہ کا خاوند موجود ہے فرمائیے کہ اس کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں

۲- زید نے خدا اور رسول کی قسم کھا کر بکر سے کچھ قرض لے لیا، جب اس سے مانگتے ہیں تو صاف انکار کرتا ہے۔ اس کے لئے شرعی حکم کیا ہے۔

۳- عصر اور ظہر کی نماز خاموشی کے ساتھ ادا کی جاتی ہے اور مغرب عشاء اور فجر قراءت کے ساتھ جہراً پڑھتے ہیں ان دونوں واقعات میں خاموشی سے پڑھنے کا حکم کیوں کیا گیا ہے۔

الجواب:- ولد الزنا کے پیچھے کراہت تنزیہی کے ساتھ نماز جائز ہے اور اگر وہ عالم و فاضل مسائل نماز سے واقف قرآن صحیح پڑھتا ہے اور مقدیوں میں کوئی ایسا نہیں ہے، تو اس کے پیچھے نماز بلا کراہت جائز ہے، اس کا کچھ قصور نہیں ہے۔ قصور زانی اور زانیہ کا ہے، اس لئے اس شخص سے نفرت جائز نہیں ہے اور جب اس عورت کا خاوند موجود ہے تو بچہ اس خاوند کا کہلائے گا۔ ولد الزنا نہ ہوگا نسب والا ہوگا، اس لئے اس کے پیچھے نماز کے درست ہونے میں شبہ نہیں ہے۔

۲- قرض لے کر نہ دینا اور انکار کر دینا بروز قیامت حقوق العباد میں گرفتار ہوگا۔ دنیا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مقروض کے جنازے کی نماز نہیں پڑھائی ہے جب تک کسی دوسرے نے قرض ادا کرنے کا ذمہ نہ لیا۔ قسم کھا کر قرض لینا اور پھر انکار کر دینا گناہ کبیرہ کا مرتکب ہے، اس سے توبہ کرنی چاہئے۔

۳- ظہر و عصر میں آہستہ قرأت اور مغرب و عشاء اور فجر میں جہری قرأت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر کی ہے اور خود بھی پڑھی ہے لہذا حکمتیں تلاش کرنا بے وقوفی کی بات ہے، شریعت کا ایسا ہی حکم ہے ہم تلاش حکمت کے مکلف نہیں ہیں۔

السوال:- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کے پاس سو تولہ یادو سو تولہ چاندی کا زیور ہے اور وہ کبھی تجارت میں کام نہیں آتا ہے۔

الجواب:- اس زیور پر ہر سال زکوٰۃ واجب ہوتی ہے، اگر زیور شوہر کی ملکیت میں ہے تو زکوٰۃ شوہر پر واجب ہے اور اگر زیور عورت کی ملک ہے، تو عورت پر اس کی زکوٰۃ واجب ہے ساڑھے

باون تولہ چاندی پر چالیسواں حصہ زکوٰۃ کا واجب ہے، زیور استعمال ہو یا نہ ہو ہر حال میں، اس پر زکوٰۃ واجب ہے۔

السوال:- کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں

جنگل میں ایک کنواں ہے جس میں چار نعشیں جو کہ دو تین روز تک پڑی رہیں تھیں اور پھولی ہوئی بھی تھیں اس میں رہٹ بھی پڑا ہوا ہے۔ اس کنواں کا پانی پاک ہے یا ناپاک ہے۔ وہ کنواں صبح سے شام تک چلا یعنی رہٹ کے ذریعہ پانی نکالا ہے تو اب پانی پاک ہے یا ناپاک ہے۔ ۱۰ یا ۱۶ ہاتھ پانی کنواں میں ہے۔

الجواب:- جب صبح سے شام تک پانی کنواں سے رہٹ چلا کر نکال دیا گیا، اس کے باوجود پندرہ سولہ ہاتھ پانی کنواں میں موجود ہے، تو یہ کنواں پاک ہو گیا ہے، ایسے کنواں سے جس کا تمام پانی نکال دینا ممکن نہ ہو تو تین سو ڈول پانی نکالنے سے بھی کنواں پاک ہو جاتا ہے، یا جتنا پانی کنواں میں موجود ہے اتنی مقدار پانی نکال دینے سے یہی کنواں پاک ہو جاتا ہے اگرچہ اس میں دوسرا پانی آتا ہے الحاصل مذکور کنواں پاک ہو گیا ہے، اس کے پانی کا استعمال درست ہے۔

السوال:- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں

۱- جس جگہ جمعہ کی نماز ہوتی ہے کوئی شخص جمعہ کی نماز کا منکر ہے، یہ کہتا ہے کہ جمعہ کی نماز قسبات و شہر وغیرہ ہی میں پڑھ سکتے ہیں دیہات میں جمعہ کی نماز جائز نہیں۔ یہ شخص ظہر کی نماز ادا کرتا ہے تو جس مسجد میں جمعہ کی نماز ہوتی ہے وہ آدمی آکر ظہر کی نماز ادا کرے تو کیا اس کی ظہر کی نماز ادا ہو جائے گی یا نہیں۔

الجواب:- چھوٹے گاؤں میں جمعہ جائز نہیں ہے، وہاں ظہر کی نماز پڑھنی چاہئے بڑے گاؤں میں مثل قصبہ کے ہو جمعہ کی نماز جائز ہے، جو شخص گاؤں میں جمعہ کی نماز کا انکار کرتا ہے اگرچھوٹے گاؤں ہونے کی وجہ سے انکار کرتا ہے تو اس کا انکار درست اور صحیح ہے۔ اس پر کسی قسم کا الزام عائد نہیں ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں وہ ظہر کی نماز پڑھتا ہے تو اس کی ظہر کی نماز درست ہے اور صحیح ہے۔ وہ جمعہ

کے فرض ہونے کا منکر نہیں ہے، اگر ایسے گاؤں میں جمعہ کے فرض ہونے کا انکار کرتا ہے جو بڑا مثل قصبہ کے ہے، تو اس کا انکار غلط ہے، ایسی جگہ جمعہ نہ پڑھنے کی وجہ سے شخص مذکور گناہ گار ہے ظہر کی نماز پڑھنے اُس کی ظہر کی نماز ادا نہ ہوگی۔ چھوٹے گاؤں میں حنفی مذہب کے مطابق ان میں جمعہ جائز نہیں ہے۔

السوال:- کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیاں شرح متین، مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ بیع میں ادھار کی وجہ سے زیادہ سے زیادہ کتنی قیمت لینا جائز ہے اور اس کی حجت کیا ہے۔

الجواب:- مالک کو اختیار ہے کہ اپنی شئی جس قدر قیمت چاہے فروخت کرے، خریدار کو اختیار ہے کہ خرید کرے یا نہ کرے، ادھار میں زیادہ قیمت پر فروخت کرنا جائز ہے، یہ سود نہیں ہے مبیعہ کی قیمت ہے۔ ہاں اسلامی و اخلاقی لحاظ سے ادھار میں حد سے زیادہ قیمت نہ مقرر کرے، جو خریدار کی طاقت خرید سے بچد زیادہ ہو جس کی برداشت نہ کر سکے۔

السوال:- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی حاجی سفر حج سے کسی ہندو کے لئے (سکھ جو مندروں میں بوقت پوجا بجایا جاتا ہے) بغرض تحفہ لا کر دے۔ ان حاجی صاحب کا یہ فعل عند الشرح مستحسن ہے یا نہیں۔

الجواب:- شریعت کی نظر میں حاجی صاحب کا یہ فعل مستحسن نہیں ہے۔

السوال:- کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ دفن کرتے وقت مردے کی قبر پر اذان پڑھنی کیسی ہے، کیا شریعت اذان پڑھنے کی اجازت دیتی ہے یا نہیں۔ اگر مانع ہو تو جواب دیجئے۔

۲- شیعہ کے یہاں کھانا کیسا ہے اور ہندو کے ہاتھ کا کیسا ہے۔

الجواب:- قبر پر اذان دینا شریعت سے ثابت نہیں ہے بدعت مکروہ ہے، اس کا ترک ضروری ہے، جو لوگ اس کے درپے ہیں اس کے پاس جواز کی کوئی دلیل نہیں ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ اور تابعین کے زمانہ میں بھی قبر پر کبھی اذان نہیں دی گئی ہے، اس لئے جائز نہیں ہے۔

۲- بوہر الوگوں کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا جائز ہے، اسی طرح اگر پاکی کا یقین ہو تو ہندو کے ہاتھ کا پکا

ہوا کھانا جائز ہے، بوہرالوگ ضروریات دینی کا انکار نہ کریں، تو مسلمان ہیں ہندوؤں سے بہتر ہیں کہ ہندو کا فرہیں، سب شیعہ کا فرہیں ہے۔

السوال:- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ پرانے قبرستان سے جہاں چالیس سال سے اموات دفن نہیں ہوتی ہیں کیا اس سے نفع اٹھانا جائز ہے، بعض جائز کہتے ہیں اور بعض ناجائز کہتے ہیں۔

الجواب:- قبرستان موقوفہ پرانا ہو یا نیا اس سے نفع اٹھانا اور اس میں مالکانہ تصرف کرنا مکان وغیرہ اس میں بنانا جائز نہیں ہے اور ہمیشہ قبرستان ہی رہے گا۔ اگر تمام نشانات مٹ گئے ہوں اور میدان ہو گیا ہو، تب بھی تصرف مالکانہ اس میں جائز نہیں ہے، اگر اس کے ضائع ہونے اور غیروں کے قبضہ کر لینے کا خوف غالب ہو تو اس مجبوری کی حالت میں اس میں دینی مدرسہ قائم کر دینے کی اجازت ہوگی تاکہ غیروں کے دست سے محفوظ ہو جاوے۔ کوئی اس پر قبضہ نہ کر سکے اس میں کھیتی وغیرہ کرنا بھی جائز نہیں ہے۔

السوال:- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں مسجد کا امام غریب ہے کثرت اولاد رکھتا ہے، تنخواہ اس قدر قلیل ہے کہ صرف ایک آدمی کا گذر ہو سکتا ہے، ایسی حالت میں امام کو چرم قربانی کی رقم یا زکوٰۃ بطور امداد دے تو جائز ہے یا نہیں۔

۲- ایسے امام کے پیچھے جو چرم قربانی اور زکوٰۃ کی رقم کھاتا ہے نماز جائز ہے یا نہیں امام شیخ ہے سید نہیں ہے۔

الجواب:- جب مذکورہ امام تنگ دست اور نادار ہے اور عیالدار بھی ہے جو تنخواہ ملتی ہے، اس میں گذر نہیں ہوتا۔ صاحب نصاب بھی نہیں ہے، تو بطور امداد کے چرم قربانی اور زکوٰۃ کی رقم دینا جائز ہے۔

۲- ایسے امام کے پیچھے نماز درست اور جائز ہے نماز پڑھنے میں کچھ خرابی نہیں ہے۔

السوال:- گزارش ہے کہ ایک مسلمان کا جنازہ جارہا ہے، جس میں مسلمان کے علاوہ ہندو بھی شریک ہیں اور عیسائی بھی۔ جنازہ کو کا ندھا دینا ہندو اور عیسائی کے لئے جائز ہے یا نہیں میت

کے آگے کچھ حضرات بلند آواز سے میلاد پڑھتے ہوئے جاتے ہیں، عندالشرع کیسا ہے، شب معراج میں لوگ جاگتے ہیں، اور نمازیں پڑھتے ہیں کچھ تو مخصوص سورت ان نمازوں میں پڑھتے ہیں یعنی پہلی رکعت میں اتنی بار الحمد اور قل ھو اللہ وغیرہ تو کیا اس صورت میں جاگنا اور اس طرح نماز پڑھنا درست ہے۔

الجواب:- ہندو عیسائی کو مسلمان کے جنازے میں کاندھا دینے کی اجازت نہ دینی چاہئے جب تک کوئی اشد مجبوری نہ ہو۔

۲- میت کے آگے میلاد پڑھتے ہوئے جانا قبرستان میں مکروہ اور ناجائز ہے، کوئی اس کا ثبوت نہیں ہے، یہ بدعت ہے جنازہ کے ساتھ سب خاموشی کے ساتھ چلیں اگر ذکر بھی کریں تو اپنے دل میں کریں زور زور سے مکروہ ہے، تو میلاد پڑھنے کی کیسے اجازت ہو سکتی ہے۔

۳- شب معراج میں شریعت کی طرف سے کوئی عبادت مقرر نہیں ہے، اگر ایسا ہی کسی کو نفلیں پڑھنا ہو تو اپنے اپنے مکانوں میں پڑھیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک کو اس کا ثواب پہونچادیں۔ مسجدوں میں اس کے لئے جمع ہونا۔ اور اس کو میلہ کی صورت بنانا جائز نہیں ہے اگر کوئی نہ جاگے تو کسی قسم کی خرابی پیدا نہ ہوگی۔

السوال:- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں:

ایک شخص نے دو قطعہ اراضی کاشت کے لئے سالانہ لگان پر زمیندار سے لی وہ اپنی زندگی بھر آراضی مذکورہ میں کاشت کرتا رہا ہے اور زمین دار کو سالانہ لگان دیتا رہا ہے اور اس کی وفات کے بعد اس کا لڑکا زید آراضی مذکورہ میں کاشت کرتا رہا ہے، اور زمیندار کو سالانہ لگان دے کر اپنے نام کی رسید لیتا رہا ہے، زید کے چار لڑکے اور چار لڑکیاں ہیں۔ زید کا انتقال ہو گیا۔ اس کے بعد اس کے چاروں لڑکوں نے آراضی پر قبضہ کر لیا اور زید نے لڑکیوں کو کچھ نہیں دیا ہے، اس کے بعد زید کے بڑے لڑکے نے اپنی آراضی اپنی لڑکی کے نام زمیندار کے کاغذات میں کر دیا ہے، اب زید کی لڑکیاں آراضی مذکورہ میں اپنا حصہ طلب کرتی ہے اور کہتی ہے کہ باپ کی زمین میں لڑکیوں کو بھی حصہ پہنچتا ہے۔ بعض علماء یہ فرماتے

ہیں کہ یہ زمین زید کی وراثت نہیں ہے چونکہ وراثت مملوک چیز میں ہوتی ہے اور خاتمہ زمینداری کے بعد بوجہ استیلاء روس زمین کی مالک گورنمنٹ ہو چکی ہے، تو وہی کاشت کے حقدار ہیں زید کی لڑکیوں کا دعویٰ قابل التفات نہیں ہیں، اب عند الشرع لڑکیوں کا حق ہے یا نہیں یا بعض علماء کا قول حق ہے۔

الجواب:- زید زمین کا مالک نہیں تھا صرف کاشتکار تھا۔ زمین زمیندار کی مملوک تھی خاتمہ زمینداری کے بعد حکومت مالک ہو گئی ہے اس میں وراثت جاری نہیں ہوگی بعض علماء کا قول صحیح ہے حکومت جس کو چاہے کاشت کے لئے دیدے، زید کی لڑکیوں کا دعویٰ صحیح نہیں ہے۔

السوال:- کیا فرماتے ہیں کہ علماء دین اس مسئلہ میں۔

کہ علی ولد نصر الدین ساکن الہ آباد نے اقبال الدین ساکن الہ آباد سے کہا کہ جو تم قربانی کرتے ہو، اس میں سے ایک حصہ ہم کو دیدو چنانچہ اقبال الدین نے ایک حصہ علی کو دیدیا اور اپنی ماں کے نام سے قربانی کر لیا۔ قربانی کے بعد جب کہا گیا کہ گوشت تقسیم کر کے لے لو اور اپنے حصہ کا روپیہ بھی دیدو، تو اس نے روپیہ دینے سے اور گوشت لینے سے انکار کیا ہے لہذا دریافت ہے کہ علی ولد نصیر الدین کا فعل عند الشرع کیسا ہے، اور اقبال الدین کو ایسی صورت میں کیا کرنا چاہئے، چھ آدمیوں نے اپنے حصہ کا روپیہ دیدیا ہے، علی کے حصہ کا روپیہ باقی ہے۔

الجواب:- علی کا یہ فعل مذکورہ ناجائز ہے، علی کے ذمہ ساتویں حصہ کا روپیہ واجب الادا ہے جو بھی طریقہ ہو روپیہ ضائع نہیں ہوگا۔

حوالہ جات

- ۱۔ ابن منظور جمال الدین کتاب لسان العرب ج ۲۰، ص ۵ ناشر الدار المصریہ للتالیف والترجمہ ۶۳۰ھ-۷۱۱ھ۔
- ۲۔ الموسوعة الفقهیة، ج ۳۲، ص ۲۰، ناشر وزارة الاوقاف الشؤون الاسلامیة، الكويت سن طباعت ۱۴۱۵ھ- ۱۹۹۵ء۔
- ۳۔ سورة النساء، آیت ۱۹۔
- ۴۔ سورة النساء، آیت ۲۴۔
- ۵۔ مفتی ظفیر الدین، کتاب فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج ۱، مطبوعہ نیشنل پرنٹنگ پریس دیوبند، سن اشاعت، محرم الحرام ۱۳۸۲ھ- مطابق جون ۱۹۶۲ء
- ۶۔ قاری طیب صاحب، کتاب دارالعلوم دیوبند کی صد سالہ زندگی ناشر دفتر اہتمام دارالعلوم دیوبند سن اشاعت صفر ۱۳۸۵ھ مطابق جون ۱۹۶۵ء۔
- ۷۔ محمد امین شہیر بابن عابدین، درمختار ج، ۱، ص ۱۸۷ ناشر مکتبہ زکریا دیوبند سن طباعت ۱۴۱۷ھ/۱۹۹۶ء
- ۸۔ الشیخ نظام وجماعۃ علماء ہند، فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۲۷۹ ناشر دارالکتب دیوبند۔
- ۹۔ محمد امین الشہیر بابن عابدین، درمختار ج ۲، ص ۴۲۷ مکتبہ زکریا دیوبند سن طباعت ۱۴۱۷ھ/۱۹۹۶ء
- ۱۰۔ محمد بن امین الشہیر بابن عابدین شامی، ج ۲ ص ۳۵۰ باب مطلب فی النکاح الفاسد مکتبہ نعمانیہ دیوبند
- ۱۱۔ سورہ نساء، آیت ۲۴۔

- ۱۲ الشیخ نظام و جماعۃ علماء ہند، کتاب فتاویٰ عالمگیری، جلد ۲، ص ۵ ناشر دارالکتاب دیوبند۔
- ۱۳ محمد امین الشہیر بابن عابدین، کتاب درمختار کتاب الطلاق باب الرجعة ج ۵ ص ۴۰ ناشر مکتبہ زکریا دیوبند، ۱۴۱۷ھ/۱۹۹۶ء۔
- ۱۴ محمد امین شہیر بابن عابدین، کتاب درمختار، کتاب الطلاق باب العدة ج ۵ ص ۲۱۵ ناشر مکتبہ زکریا، دیوبند، ۱۴۱۷ھ/۱۹۹۶ء۔
- ۱۵ محمد امین شہیر بابن عابدین، کتاب درمختار، کتاب الطلاق باب الرجعة ج ۵، ص ۴۰، ناشر مکتبہ زکریا، دیوبند، ۱۴۱۷ھ/۱۹۹۶ء۔
- ۱۶ محمد امین شہیر بابن عابدین کتاب درمختار، کتاب الطلاق باب العدة ص، ۲۲۷ جلد ۵، ناشر مکتبہ زکریا، دیوبند، ۱۴۱۷ھ/۱۹۹۶ء۔
- ۱۷ محمد امین شہیر بابن عابدین کتاب درمختار باب الطلاق ج ۵ ص ۱۸۷، ناشر مکتبہ زکریا، دیوبند، ۱۴۱۷ھ/۱۹۹۶ء۔
- ۱۸ محمد امین شہیر بابن عابدین کتاب درمختار، کتاب الطلاق باب الکتابت ج ۴، ص ۴۵۶ ناشر مکتبہ زکریا دیوبند سن طباعت ۱۴۱۷ھ-۱۹۹۶ء۔
- ۱۹ محمد امین شہیر بابن عابدین کتاب درمختار، باب الکتابت ج ۴ ص ۴۵۶، ناشر مکتبہ زکریا، دیوبند، ۱۴۱۷ھ/۱۹۹۶ء۔
- ۲۰ محمد امین شہیر بابن عابدین کتاب درمختار، کتاب الطلاق باب الکتابت ج ۴ ص ۴۵۶ ناشر مکتبہ زکریا دیوبند سن طباعت ۱۴۱۷ھ-۱۹۹۶ء۔
- ۲۱ محمد امین شہیر بابن عابدین، کتاب درمختار، ج ۴ ص ۵۳۰ مطبع زکریا دیوبند سن طباعت ۱۴۱۷ھ-۱۹۹۶ء)

- ۲۲ محمد امین شھیر بابن عابدین، کتاب درمختار، کتاب الطلاق، باب الکتابت ج ۴، ص ۴۵۶، ناشر مکتبہ زکریا، دیوبند، ۱۴۱۷ھ/۱۹۹۶ء۔
- ۲۳ محمد امین شھیر بابن عابدین کتاب درمختار، باب الطلاق مطلب فی الاکراه علی التوکیل بالطلاق والزکاح والعقاق ج ۴، ص ۴۴۰ ناشر مکتبہ زکریا، دیوبند، ۱۴۱۷ھ/۱۹۹۶ء۔
- ۲۴ محمد امین شھیر بابن عابدین، کتاب درمختار، کتاب الطلاق مطلب فی الطلاق الکتابت ج ۴، ص ۴۵۶ ناشر مکتبہ زکریا دیوبند سن طباعت ۱۴۱۷ھ-۱۹۹۶ء۔
- ۲۵ محمد امین شھیر بابن عابدین، کتاب درمختار باب الرجعة ج ۵، ص ۴۰ مکتبہ زکریا دیوبند ۱۴۱۷ھ/۱۹۹۶ء)
- ۲۶ محمد امین شھیر بابن عابدین، کتاب درمختار، کتاب الطلاق باب الکتابت ج ۴ ص ۴۵۶، ناشر مکتبہ زکریا دیوبند، ۱۴۱۷ھ/۱۹۹۶ء)
- ۲۷ محمد امین شھیر بابن عابدین کتاب درمختار، کتاب الطلاق باب الکتابت ج ۴ ص ۴۵۶، ناشر مکتبہ زکریا دیوبند، ۱۴۱۷ھ/۱۹۹۶ء)
- ۲۸ شیخ الاسلام برہان الدین المرغینانی، کتاب ہدایہ آخرین ص ۴۴۴ و ۴۴۵، ناشر اشرفی بک ڈپو دیوبند، ۱۴۰۱ھ۔
- ۲۹ شیخ الاسلام برہان الدین ابوالحسن علی ابن ابی بکر الفرغانی المرغینانی، کتاب ہدایہ آخرین، باب الاضحیہ ص ۴۲۹، ناشر، اشرفی بک ڈپو دیوبند، ۱۴۰۱ھ

کتابیات

- ☆ قرآن کریم
- ☆ حدیث
- ۱- ابو عبد الرحمن احمد بن محمد شعیب، سنن نسائی، مکتبہ اشرفیہ دیوبند
 - ۲- ابو جعفر احمد بن محمد، شرح معانی الآثار، مکتبہ آصفیہ واقعہ دہلی، ۱۳۳۸ھ
 - ۳- محمد بن اسماعیل بن ابراہیم، الجامع المسند الصحیح المختصر من امور رسول اللہ، مکتبہ رشیدیہ، دہلی
 - ۴- سلیمان بن اشعث، سنن ابوداؤد، مکتبہ یاسرندیم اینڈ کمپنی، دیوبند
 - ۵- ابو عبد اللہ محمد بن حسن فرقہ شیبانی، موطا امام محمد، الجمهوریۃ المتحدہ العربیۃ المجلس الاعلیٰ للشئون الاسلامیہ
- ۱۳۸۷ھ
- ۶- ابو عبد اللہ محمد بن یزید القزوینی، سنن ابن ماجہ، مکتبہ اشرفی بک ڈپو دیوبند
 - ۷- مالک ابن انس، موطا امام مالک، دار الآفاق الجدیدہ، بیروت، ۱۹۷۹ء
 - ۸- ابوالحسن مسلم بن حجاج القشیری، الصحیح المسلم، مکتبہ رشیدیہ دہلی
- ☆ عربی کتب
- ۹- برہان الدین المرغینانی، ہدایہ اولین، اشرفی بک ڈپو دیوبند ۱۴۰۱ھ
 - ۱۰- ابن منظور جمال الدین، لسان العرب، الدار المصریۃ للتالیف والترجمہ، ۶۳۰ھ-۱۱۷۷ھ
 - ۱۱- الشیخ نظام و جماعتہ علماء ہند، فتاویٰ عالمگیری، مکتبہ دار الکتاب دیوبند
 - ۱۲- محمد امین الشہیر باین عابدین، الدر المختار، مکتبہ زکریا دیوبند ۱۴۱۷ھ-۱۹۹۶ء
 - ۱۳- محمد امین الشہیر باین عابدین، الشامی، مکتبہ نعمانیہ دیوبند

☆ اردو کتب

- ۱۴- شاہ معین الدین احمد ندوی، تابعین، مطبع معارف شہر اعظم گڑھ ۱۳۷۶ھ-۱۹۵۶ء
- ۱۵- صبیح الدین، تاریخ صبیح، مطبع، نامی پریس لکھنؤ، ۱۹۳۲ء
- ۱۶- ظفیر الدین، فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، ناشر، نیشنل پرنٹنگ پریس دیوبند، ۱۳۸۲ھ-۱۹۶۲ء
- ۱۷- قاری محمد طیب، دارالعلوم دیوبند کی صد سالہ زندگی، ناشر، دفتر اہتمام دارالعلوم، ۱۳۸۵ھ-۱۹۶۵ء

☆ رسائل و جرائد

- ۱۸- سعید احمد اکبر آبادی، مجلہ، البرہان، ج ۶، شماره ۵، ناشر ندوۃ المصنفین دہلی، ۱۳۹۶ھ-۱۹۷۶ء
- ۱۹- مفتی سید مہدی حسن صاحب، مجموعہ رسائل، مکتبہ دارالعلوم دیوبند، ۲۰۱۰ء-